

# فنِ شاعری اور حسان الہند

حداًق بخشش برائیک منفرد تحقیقی دستاویز

علامہ عبدالستار ہمدانی مصروف برکاتی



**ALAHAZRAT NETWORK**

**اعلحضرت نیٹ ورک**

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)



ALAHAZRAT-NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)





# فنِ شاعری اور

## حسان الجہند

حائق بخشش پر ایک مکملہ تحقیقی مطالعہ

علامہ عبدالحق صاحب دہلوی

الہ آبادی شریعتی کتب خانہ



## جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	.....	فن شاعری اور حسان الہند
مصنف	.....	علامہ عبدالستار ہمدانی "معروف"
صفحہ	.....	کل گزار برکاتیت حضرت سید آل رسول حسین مہدی علی مار ہروی، مدظلہ العالی
اشاعت اول	.....	۲۰۰۳ء ناشر: مرکز اہلسنت برکات رضا پور بندر (کجرات) عند
اشاعت دوم	.....	۲۰۰۳ء ناشر: القاری پبلی کیشنز 25 جاپان مینشن رضا چوک، ریگل صدر، کراچی، فون: 7725150
باہتمام	.....	ادارہ تحقیقات امام احمد رضا اعظمی، کراچی
تعداد	.....	(۱۰۰۰) ایک ہزار
قیمت	.....	130/- روپے

## ﴿مراکز ترسیل﴾

- ﴿۱﴾ القاری پبلی کیشنز 25 جاپان مینشن، رضا چوک، ریگل صدر، کراچی 7725150 فون:
- ﴿۲﴾ مکتبہ رضویہ، گاڑی کھانا، آدام باغ، کراچی۔ فون: 2627887
- ﴿۳﴾ مکتبہ خوشیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی۔ فون: 4926110
- ﴿۴﴾ ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ، آف ایم اے۔ جناح روڈ کراچی فون نمبر: 2213678
- ﴿۵﴾ ادارہ تعلیمات اسلام، ہائی مہر الدلف ثانی، مرکزی دفتر: دارالعلوم طاہر آباد ملتان کوٹ، چہانہ، ضلع لیہ، سرہاں نمبر: 0238720-0238720



(98)

فہرست عنوانات

”فن شاعری اور حسان الہند“

(15) سبب تصنیف

(17) قرعہ:- حضرت سہال دہلوی حیدر آبادی

(31) قرعہ:- حضرت سید شرف الدین شرف الدین

(69) قرعہ:- ڈاکٹر غلام محمد انجم، صدر یونیورسٹی مدنی

(74) آغاز

(86) لوازمات

(95) حرف

حرف

حرف

حرف

حرف

حرف



## (۲) حُسنِ مَطْلَع ..... (89)

●	مرزا غالب	●	ہاکی بہاری
●	اسٹرکھڑی	●	گل بہاری
●	نیر احمد لیکن	●	جگر مراد آبادی

## (۳) وزن اور بحر ..... (96)

● نقش بحر مع کیفیت، اقسام و اوزان

## (۴) مَکْطُوع ..... (98)

● مَکْطُوع کے حلق ہائے

● مَکْطُوع کا طریقہ

● شعر

● جو دافتر سالم میں حضرت مدنی کی خدمت

## (۵) اقسام ..... (102)

●	علم	●	لہری	●	میت
●	سرور	●	غزل	●	میر
●	نعت	●	منقبت	●	مثنوی
●	قصیدہ	●	مرثیہ	●	تظہیر
●	مکتبہ	●	رباعی	●	تہنیتی
●	مستحسن				



(۶) حمز اور نعت ..... (105)

(۷) حضرت رضا اور نعتیہ شاعری ..... (106)

(۸) صفات فن شاعری ..... (112)

(۹) صنعت استعارہ ..... (113)

- صنعت استعارہ کی تعریف
- صنعت استعارہ میں حضرت عذرا کے اشعار

(۱۰) صنعت تلمیح ..... (114)

- صنعت تلمیح کی تعریف
- حضرت عذرا مدظلہ کی کاظم
- حضرت عذرا مدظلہ کی کاظم
- حضرت عذرا مدظلہ کی کاظم
- حضرت عذرا مدظلہ کی کاظم

(۱۱) صنعت مبالغہ ..... (115)

- مبالغہ کی تعریف
- مبالغہ حضرت عذرا مدظلہ کی

(۱۲) صنعت اقتباس ..... (116)

- صنعت اقتباس کی تعریف
- حضرت عذرا مدظلہ کی کاظم
- حضرت عذرا مدظلہ کی کاظم

(۱۳) صنعت تشاد ..... (123)



- صنعت قضاوت کی تعریف
- اکبر الہ آبادی کی شعر
- امیر کوٹہوی کی شعر
- قالی بدایونی کی شعر
- حضرت رشید علی کی فرماتے ہیں
- مرزا غالب کی شعر
- کھلی بدایونی کی شعر
- فیض احمد فیض کی شعر
- جگر مراد آبادی کی شعر

## (۱۴) صنعت تلخیص (126)

- صنعت تلخیص کی تعریف
- مرزا غالب کی شعر
- حضرت رشید علی فرماتے ہیں
- کھلی بدایونی کی شعر
- قالی بدایونی کی شعر

## (۱۵) صنعت تلخیص (مکمل) (132)

- صنعت تلخیص کی تعریف
- تلخیص محبوب

## (۱۶) صنعت حسن تعلیل (137)

- صنعت حسن تعلیل کی تعریف
- مرزا غالب کی شعر
- امیر کوٹہوی کی شعر
- جوش ملیح آبادی کی شعر
- کھلی بدایونی کی شعر
- فیض احمد فیض کی شعر
- جگر مراد آبادی کی شعر
- قالی بدایونی کی شعر



حضرت خاتمہ علی فرماتے ہیں

## (۱۷) صنعت تہاںل عارفانہ..... (142)

صنعت تہاںل عارفانہ کا حریف

- مردانہ کاشع
- کلید ہدایتی کاشع
- بکر مراد آبادی کاشع
- فیض احمد فیض کاشع
- غلام سرہانی کاشع
- حضرت خاتمہ علی فرماتے ہیں

## (۱۸) صنعت تجنیس کامل (تامم)..... (145)

صنعت تجنیس کامل (تامم) کا حریف

- تجنیس کامل مثال
- مرد اسد اللہ غالب کاشع
- قافی ہدایتی کاشع
- بکر مراد آبادی کاشع
- تراقی کوکچہ دی کاشع
- تجنیس کامل مستوی
- کلید ہدایتی کاشع
- موسیٰ خاں دوسن کاشع
- اختر کوکچہ دی کاشع
- حضرت خاتمہ علی فرماتے ہیں

## (۱۹) صنعت تجنیس ناقص..... (153)

- صنعت تجنیس ناقص کا حریف
- بکر مراد آبادی کاشع
- غلام سرہانی کاشع
- فیض احمد فیض کاشع
- قافی ہدایتی کاشع
- اختر کوکچہ دی کاشع
- کلید ہدایتی کاشع



حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں

## (۲۰) صنعت مراعات العظیم ..... (157)

- صنعت مراعات العظیم کی تعریف ● مرزا غالب کا شعر
- کلید ہدایونی کا شعر ● فیض احمد فیض کا شعر
- علامہ اقبال کا شعر ● احسن گوٹوی کا شعر
- قادی ہدایونی کا شعر ● جگر مراد آبادی کا شعر

حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں

## (۲۱) صنعت ترمیع ..... (162)

- صنعت ترمیع کی تعریف ● ایک مظلوم شاعر کا شعر
- صنعت ترمیع میں حضرت رضا کے اشعار

## (۲۲) صنعت مقابلہ ..... (165)

- صنعت مقابلہ کی تعریف ● مرزا غالب کا شعر
- کلید ہدایونی کا شعر ● جلال علی آبادی کا شعر
- قادی ہدایونی کا شعر ● جگر مراد آبادی کا شعر
- حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں ● قادی ہدایونی کا شعر

## (۲۳) صنعت مستزاد ..... (174)

- صنعت مستزاد کی تعریف ● حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں
- حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں ● حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں
- حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں ● حضرت رضا مدظلہ فرماتے ہیں



## (۲۴) صنعت لفظ و شعر..... (179)

- صنعت لفظ و شعر کی تعریف ● مرزا غالب کا شعر
- حسن گوشتی کا شعر ● جگر مراد آبادی کا شعر
- گلشن بہارونی کا شعر ● علامہ ربانی جہاں کا شعر
- آگاہی بہارونی کا شعر ● حضرت دہلوی فرماتے ہیں

## (۲۵) صنعت نظمیں..... (182)

- صنعت نظمیں کی تعریف ● حضرت دہلوی فرماتے ہیں

## (۲۶) صنعت تشبیب..... (186)

- صنعت تشبیب کی تعریف ● جناب آگاہی بہارونی کا قصیدہ
- مرقس طبع آبادی کے اشعار

## (۲۷) صنعت مرصعہ..... (190)

- قصیدہ مرصعہ کی تعریف
- صنعت مرصعہ میں حضرت دہلوی کا قصیدہ ”کہڑوں حدود“

## (۲۸) صنعت تسمیق الصفات..... (193)

- صنعت تسمیق الصفات کی تعریف ● مرقس طبعانی کا شعر
- نوح بخاری کا شعر ● گلشن بہارونی کا شعر
- مرزا غالب کا شعر ● آگاہی بہارونی کا شعر
- جگر مراد آبادی کا شعر ● مرقس طبع آبادی کا شعر



● امیرکھڑوی کا شعر ● حضرت دشامیلوی

(۲۹) صنعت اتصال ترتیبی ..... (198)

● صنعت اتصال ترتیبی کی تعریف ● حضرت دشامیلوی کا یکہ

(۳۰) صنعت مقلوب مستوی ..... (199)

● صنعت مقلوب مستوی کی تعریف ● مرزا غالب کا شعر

● قافی بدایونی کا شعر ● گل بدایونی کا شعر

● امیرکھڑوی کا شعر ● علامہ بانو جاناں کا شعر

● حضرت دشامیلوی فرماتے ہیں

(۳۱) صنعت مقلوب کل ..... (202)

● صنعت مقلوب کل کی تعریف ● علامہ بانو جاناں کا شعر

● گل بدایونی کا شعر ● قافی بدایونی کا شعر

● مرزا غالب کا شعر ● امیرکھڑوی کا شعر

● جوش ملیح آبادی کا شعر ● جان غلام اختر کا شعر

● فیض احمد فیض کا شعر ● حضرت دشامیلوی

(۳۲) صنعت حسن طلب ..... (206)

● صنعت حسن طلب کی تعریف ● گل بدایونی کا شعر

● قافی بدایونی کا شعر ● مرزا غالب کا شعر

● جگر مراد آبادی کا شعر ● جوش ملیح آبادی کا شعر

● امیرکھڑوی کا شعر ● فیض احمد فیض کا شعر



## ● حضرت رضا علیہ السلام کی تعریفیں ● (۳۳) صنعت ترجمہ بند کی تعریف (213)

- صنعت ترجمہ بند کی تعریف (۲۱۳)
- کل بدایونی کے دیوان میں ترجمہ بند کی مثال
- جو طبع آبادی کے دیوان میں ترجمہ بند کی مثال
- حضرت رضا علیہ السلام کے کلام میں ترجمہ بند کی مثال
- کلام رضا میں ترجمہ بند کی دوسری مثال (۲۱۴)

## (۳۴) صنعت مسط (216)

- صنعت مسط کی تعریف
- جگر مراد آبادی کی ایک غزل صنعت مسط میں (۲۱۶)
- جگر مراد آبادی کی دیگر غزل صنعت مسط میں
- حضرت رضا علیہ السلام کی علیہ الرحمہ و آلہم السلام کا کلام صنعت مسط میں
- حضرت رضا کا صنعت مسط میں عظیم شاعر
- فضل الہی کے بغیر ممکن ہی نہیں (۲۱۷)
- صنعت مسط میں حضرت رضا کی ایک اور نعت

## (۳۵) صنعت عزل العتین (227)

- صنعت عزل العتین کی تعریف (۲۲۷)
- مرزا غالب کے دیوان میں ● قافی بدایونی کے دیوان میں
- یحییٰ احمد یحییٰ کے دیوان میں ● کل بدایونی کے دیوان میں



- حضرت رضا علیہ السلام کے کلام میں صنعت واضح المصنوعین
- حضرت رضا علیہ السلام کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار
- (۳۶) صنعت ایہام ..... (234)
- صنعت ایہام کی تعریف
- حضرت رضا علیہ السلام فرماتے ہیں
- (۳۷) عطف و ام ..... (238)
- عطف و ام کی تعریف
- حضرت رضا فرماتے ہیں
- (۳۸) صنعت اشتقاق ..... (241)
- صنعت اشتقاق کی تعریف
- صنعت اشتقاق اور حضرت رضا علیہ السلام کے اشعار
- (۳۹) صنعت شبه اشتقاق ..... (244)
- شبه اشتقاق کی تعریف
- صنعت اشتقاق اور حضرت رضا کے اشعار
- (۴۰) صنعت سیاق و الاعداد ..... (247)
- (۴۱) حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت (250)
- محاورہ
- کہاوت



- گلبدایونی کا شعر
- فراقی کھور کھوری کا شعر
- اکبر الہ آبادی کا شعر
- جوش ملیح آبادی کا شعر
- فیض احمد فیض کا شعر
- امین کوٹوی کا شعر
- قاتی بدایونی کا شعر
- حضرت رضا کے کلام میں عاورات کی جھلک..... (254)
- کلام رضا میں سحریت اور ہندی زبان کا استعمال..... (258)
- حضرت رضا کے اشعار میں سحریت اور ہندی الفاظ..... (260)
- (۴۴) ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج، تجارت، شاعری
- دربار کے طور طریقے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے
- والے امور کا کلام رضا میں تذکرہ..... (261)
- گلبدایونی کا شعر
- شادی کے رسومات
- شادی پر چائے اور خوشی کا سامان بھجوانا (رسم)
- شادی والے مکان پر دھننی کرنا (رسم)
- خوشبو اور مے پٹروں کا انتظام (رسم)
- دوست خادم بن کر دولہا کو سجاتے ہیں (رسم)
- پانچوکتوں کے گول میں بچے (سماج میں رائج رواج)
- میب اور نقص والا مال خرید و فروخت دے گا (سماج کا تہارتی دستور)
- عید کا چائے نظر آنے پر مبارکبادی دینا (رسم)
- سہاگن اور بیوہ کے دو بچے کا رنگ (رسم)
- بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا (شادی پر رسم)



● انعام و اکرام پر بادشاہ کی واہ واہ ●

● صنعت ساق الاصداد کی تعریف ●

● کلید ہدایہ کی کا شعر ●

● حق کا شعر ●

● حضرت سید علی فرماتے ہیں ●

(۴۳) حضرت رضائے فن شاعری کس طرح بیگی۔۔۔ (272)

(۴۴) حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر

شہرت کیوں نہیں دی گئی..... (276)

(۴۵) حضرت رضا کے ایک شعر پر اعتراض.... (279)

(۴۶) علوم و فنون میں حضرت رضا کی مہارت

اور کلام رضا میں ان کا استعمال..... (287)

● علم نجوم کی اصطلاح میں اشعار ●

● علم نباتات پر مبنی اشعار ●

● علم موسیقی پر مبنی اشعار ●

● علم موسیقی پر مبنی اشعار ●

● علم منطق پر مبنی اشعار ●

● علم طب پر مبنی اشعار ●

● چھ علوم و فنون کے ساتھ جن پر حضرت کو تبحر حاصل تھا ●

(۴۷) اتنی عرض آخری سن لو ذرا..... (296)

(۴۸) کلک رضا کی برق جولانیاں..... (306)

(۴۹) ایک نظر ادھر بھی..... (314)



## ”سبب تصنیف“

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 فضلہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امام عشق و محبت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت، شیخ الاسلام و المسلمین حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے تفسیر و بیان ”عقائد عشق“ سے عالم الحروف نے صنعت تجنیس کا ل کے ایک سونے (۱۳۰) اشعار کی تشریح جناس ”عرقان درخشاں“ میں مصطفیٰ“ تقریباً ایک ہزار صفحات میں اختصاراً مرقوم کی۔ بعد کتاب کا مقدمہ لکھا شروع کیا۔ گمان تو یہ تھا کہ دس، پندرہ صفحات میں مقدمہ پورا ہو جائے گا۔ لیکن دوران تحریر ذہن میں مضامین کی آمد شروع ہوئی اور وہ مضامین بوسیلہ قلم منظر قریح اس پر نقش ہوئے گئے اور اس سلسلے نے اتنا طول پکڑا کہ مقدمہ مقالہ بن گیا۔ جو کتابی شکل میں جناس ”عقائد عشق“ شاعری اور حستان الہند“ قارئین کرام کی دست بوسی کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

تفسیر کی تصنیف ”عرقان درخشاں“ کا مقدمہ مرقوم کرنا تو باقی ہی رہا۔ بلکہ اب تو ایک کے بجائے دو مقامات لکھنے کی نوبت پیش آئی۔ لیکن تفسیر نے مقدمہ نہ لکھنے کی ٹھان لی اور یہ نیت کر لی کہ دونوں کتاب کا مقدمہ میرے ہی مرشد کے ہیڈ زائوے، امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی کے چہ خاندان کے شہزادے، خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ، مارہرہ مقدمہ کے سجادہ نشین، میرے آگاہے دوست، میرے غولس و ٹنگسار، میرے ماویٰ و ملجا، میرے شاخ و رافع، حضور قلب سید آل رسول حسین عظمیٰ صاحب مارہروی دامت برکاتہم القدسیہ کے دست پاک سے لکھواؤں گا تا کہ میری دونوں کتابوں کو حضور عظمیٰ صاحب کے مہارک قلم کا سایہ حاصل ہو جائے۔ میں حقیر و فقیر، سراپا تفسیر، اردو زبان کا ابجد خواں، اپنی بے علمی و بے مانگی کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ میری مادری زبان گجراتی ہے۔ اردو میں



کچھ لکھتا اور وہ بھی حضرت رضا بریلوی جیسی عبقری شخصیت کے ”امام الکلام“ کے تعلق سے کچھ لکھتا، میری بساط واستقامت سے کالے لکھوں ہے۔ لیکن حضور تعلیمی صاحب جیسے میرے آگے فصاحت کی پختہ چاشنی اور حوصلہ افزائی کی فوازش پر بھل کر جرأت ارقام کر لیتا ہوں۔ راقم الحروف کی سابق تصنیف ”امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر“ پر حضور تعلیمی صاحب قبلہ نے مفصل مقدمہ ارقام فرما کر نثر سند مثبت فرمائی ہے۔ یہ ان کا کرم ہی ہے کہ ناکارہ فقیر کو اپنے لطف و کرم سے آگاہ ملاحظہ فرماتے ہیں۔

کارنیں کرام سے امتحان ہے کہ کائن کتاب کو فیض رضا پر محمول کریں اور انکسلاط دکھائی کا ذمہ فقیر کے سر پر وضع فرما کر بنظر عفو اپنے مفید مشوروں اور رائے اصلاح سے نوازی کی نوازش فرمائیں۔ اللہ جبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور عوام و خواص اس سے مستفید ہو کر میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ فقط والسلام

خانقاہ عالیہ برکات آباد ہمدانہ مدینہ منورہ اور

خانقاہ رضویہ نوریہ بریلی شریف

کا ادنیٰ سواہی

عبدالستار رحمانی، ”مصرفی“

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ

مطابق ۳ اگست ۱۹۹۸ء بروز جمعہ شنبہ



# تقریریں

گل گزار خان بکات سیدی سرکار آل رسول حسین شاہی دارہ دی مددگار تھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی حبیبہ الکریم علیہ وسلم وآلہ و

صحابہ اطفال الصلاة واتصلیم

میرے ساتھ ہی اکڑایا کیوں ہوتا ہے؟ میرا کوئی اپنا کوئی بہت ہی قریبی باقی  
 اچانک کچھ پریشان کرنا ہے کہ میرے لیے سب کچھ ہوا ہوتا ہے اس بار بھی ایسا ہی کچھ  
 میرے ساتھ ایک شام کو پھر بعد سے میرے منہ ترزدہ دھانی تو صیف ہر ملی کا فون  
 آج کہ اسی نکل چک کر لیجیے، والد صاحب کی ایک کتاب بھیج رہا ہوں، وہ چاہے ہیں کہ  
 اس پر غور یا تقریر جسم کی کوئی چیز لکھ دیں۔ میں گریں پڑ گیا۔ اسی نکل چک کیا تو پھر  
 تھوٹیں میں بدل گی۔ اس بار بھی سے روانہ ہوتے وقت چھ بہت ساری خبروں کی خبریں  
 بول آیا تھا وہیں حاکم بھٹو کا سو بھی نہیں لایا تھا اب کیا ہوگا؟ غیر، مسلمان کو اگر  
 اپنے رب کے فضل پر پھانا ہر دہائیوں کے آگے یہ سوال کی نئے کتاب کیا ہوگا؟ وہ  
 تو ہر رٹے پر بھی کہے کہ جو کچھ ہوگا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھا ہی ہوگا۔ میں نے بھی  
 کیا کیا۔

طاہر مہاراجہ دہلی سے میرے شکات کچھ زیادہ پہلے لکھے ہیں۔ یہی کوئی  
 پانچ چھ سال پہلے۔ وہ میرے والد ماجد حضور سید الطاہر علیہ الرحمۃ والرضوان کے شاگرد



ہیں۔ میرے عم محترم حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان انہیں بے حد چاہتے تھے، اس بات کی توثیق بہت سی معتبر ذرائع سے ہو چکی ہے۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ علامہ ہمدانی میرے اعلیٰ حضرت کی ذات کرامی پر کمالی کام میں مصروف ہیں اور رضویات ان کا اوڑھنا بھونا ہے۔

**یہ اعلیٰ حضرت کون ہیں؟**

مجھے یاد ہے کہ میری عمر بمبئی کوئی تین چار سال کی رہی ہوگی جب میں نے اپنے والد ماجد سے یہ سوال کیا تھا۔ والد ماجد نے اس وقت کہا تھا: بیٹا، یہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف کے ایک بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب تھے جو چشم و چراغ خاندان برکات تھے۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں یہ بات نہیں سما سکی کہ ایک خان صاحب کس طرح ہم سادات کے خاندان کے چشم و چراغ ہو سکتے ہیں۔ میں نے ابا حضرت سے حریہ کچھ پوچھنے کی جرات نہیں کی نہ ہی انہوں نے مجھے آگے کچھ بتانا مناسب جانا۔

کہتے ہیں کہ بچے کا پہلا اسکول اس کی ماں کی گود ہوتی ہے۔ ابا حضرت کے جلال کی وجہ سے جرات ان سے نہ ہو چھ سکا وہ بات امی جان سے پوچھ لی۔ امی جان نے بتایا: بیٹا یہ اعلیٰ حضرت ہمارے خاندان کے ایسے مریدوں میں سے ہیں جن پر ان کے مرشد بھی ناز کرتے تھے۔ ان کی دینی خدمتوں کی وجہ سے انہیں فوری وادائے چشم و چراغ خاندان برکات کا لقب دیا تھا۔ اتنا کرامی جان اپنے کام میں مصروف ہو گئے اور ہم اپنی پڑھائی میں لگ گئے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ مگر تحت اشعر کے کسی نہاں خانے میں یہ بات پیشہ گئی کہ اعلیٰ حضرت کے بارے میں اور کچھ معلوم کرنا ضروری ہے۔

شاعری کے ساتھ میرا تعلق اس وقت سے ہے جب مجھے یہ شعور بھی نہ تھا کہ شعر کیا ہوتا ہے۔ ہوش سنبھالا تو دیکھا کہ آباء و اجداد کی علیست کا ڈنکا چارواک عالم میں بج رہا



ہے۔ خانقاہی ماحول میں آکر کھولی تھی۔ سال میں تین مرتبے ہوتے تھے۔ مقامی دیر وائی  
 ذائریں خانقاہ میں منع ہوتے، دو چار دن کے لیے سارے قصبے کا ماحول روحانیت سے بھر  
 جاتا۔ ابھی تیسہ غولانی بھی نہ ہوئی تھی کہ ولایت مظہر نے تین تین یادگار خانقاہیں اور روز  
 رات کو آ سوختہ دو ہرایا جاتا تھا۔ یہ تین تین تھیں: (۱) ولایت کیا مجدد کرم ہے شاہ کا تیرہ (۲)  
 چک تھو سے پانے میں سب پانے والے، اور (۳) ان کی بہک نے دل کے ٹپنے کھلا دے  
 ہیں۔ مرتبے میں اب بھی نعت خواں آتے اور اپنا کلام پیش کرتے۔ لیا حضرت اور عم حرم ایک  
 ایک شعر پر اپنی جھنک خالی کر دیتے۔ اپنے عیروں کی دیکھا دیکھی سرے بھی غزرونی شروع  
 کرتے۔ لیا حضرت اور عم حرم کے دئے ہوئے پیسے (نوٹ) پہنچانے کا طریقہ ہمارے  
 حصے میں آتا تھا۔ تھوڑی دیر میں نعت خواں کے سامنے لوگوں کا ڈیرنگ جاتا تھا۔ ہم اپنی  
 جگہ بیٹھے بھی سوچا کرتے کہ اگر ہم بھی نعت پڑھتے تو شاہ ہمیں بھی اسے ہی روکے دیتے۔  
 پھر ان روپوں کے جا اور بے جا مصرف کا ایک نقشہ بھی ہمارے ذہن میں تیار ہو جاتا۔

ایک دن ہم نے ہمت کر لی۔ ہمارے دادا مرشد حضرت سیدنا ابوالکاسم سید شاہ  
 الطویل حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ آیا جسے مرتبہ قاسمی کے نام سے جانا جاتا ہے۔  
 مرتبہ کا پہلا دن، بکڑا کے کی سردی۔ فجر کی نماز کے بعد درگاہ شریف میں ذائریں منع تھے اور  
 حلقہ کرگل رہا تھا۔ مارہرہ مظہرہ میں ہر مرتبہ کی شروعات حلقہ ذکر سے ہی ہوتی رہی ہے۔  
 ہم بھی روٹی کی مرزئی اور کنٹو پ پینے درگاہ شریف پہنچ گئے۔ بچوں کو ملنے سے باہر ہی رکھا  
 جاتا تھا۔ سو ہم درگاہ کے خادم انعام اللہ متا کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور ان کی بیوی سے ہمیں  
 نگہ دے لال لال لال لالوں کی گری کا حروہ لینے لگے۔ حلقہ ختم ہوا تو قرآن خوانی شروع ہو  
 گئی۔ اب ہم بھی شامل ہو گئے۔ اس وقت تک ہم تین پارے حلقہ کر چکے تھے۔ قرآن خوانی  
 ختم ہونے کے بعد تین کے ساتیان میں علی لا کڈا ہیکر نصب ہوا اور مرحوم شمس الحسن برکاتی،



جنہیں ہم سب بچے قتل ہو چکا کہتے تھے، عرس کی تقاریب کے آغاز کے طور پر قرآن عظیم کی تلاوت کرنے چکی پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی چوکی کے ایک کونے میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ جیسے ہی انہوں نے تلاوت ختم کی ہم نے مائیک پر قبضہ کر لیا اور نعت شروع کر دی: چمک تھم سے پاتے ہیں سب پانے والے۔ پوری نعت پڑھ ڈالی مگر کسی نے ہمیں ایک روپیہ بھی نذر میں نہ دیا۔ ہم بڑے ہارے ہوئے انداز میں چوکی سے اترے اور گھر آ گئے۔ امی جان نے پوچھا تو انہیں بتایا کہ ہم نے درگاہ شریف میں نعت پڑھی تھی۔ امی جان بہت خوش ہوئیں۔ اور کہا: شاباش، اسی طرح پڑھا کرو۔ خرقہ پوشی والی رات کو ہم نے قتل ہو چکا سے درخواست کی کہ وہ اگلے دن گل کی محفل میں ہم سے نعت پڑھوائیں۔ عرس کا آخری دن قل کا دن کہلاتا تھا اس دن دوپہر تک نعت دو محل کی محفل ہوتی اور بعد میں آغا شریف کی زیارت کر لی جاتی اس دن بڑا زبردست مجمع ہوتا کیونکہ ہر دینی زائرین کے علاوہ مقامی لوگ بھی شرکت کرتے۔ قتل ہو چکا ہم پر بڑے مہربان تھے۔ انہوں نے ہم سے کہا: نعت پڑھنا ہے تو قل کو بجے تک درگاہ شریف پہنچ جانا۔

دوسرے دن ہم لوکی جبکہ آٹھ بجے ہی درگاہ شریف پہنچ گئے۔ اس وقت قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ ٹھیک نو بجے قتل ہو جانے مائیک سنبالا اور زائرین عرس کے لیے اعلان کیا کہ جو لوگ باہر ادھر ادھر ٹھہر رہے ہیں وہ درگاہ شریف میں آ جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے ہمیں اشارہ کیا۔ ہم تو گویا اسی اشارے کے منتظر تھے۔ جھٹ سے چوکی پر پہنچ گئے۔ اور نعت شروع کر دی: ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دئے ہیں۔ ہم جب اس شعر پر پہنچے: اللہ کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا۔ رورو کے مصطلکی نے دریا بہا دئے ہیں۔ تو ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ایک بھکاتی بھائی نے رونا شروع کر دیا۔ ان کے پاس بیٹھے ہوئے ایک اور بھکاتی بھائی نے لہر لہیر بلند کر دیا۔ ہمیں بھلا کہاں اس کا مادہ تھا۔ ہم گھبرا گئے۔ مگر چکی نہ چھوڑی۔ جیسے ہی اگلا شعر ہم نے پڑھا ایک تیسرے صاحب اٹھے اور ہمیں ایک روپے کا



نوٹ پیش کیا۔ ہم نے قہر چھا کی طرف دیکھا۔ انھوں نے ان صاحب کے ہاتھ سے نوٹ لے کر ہمارے ہاتھ میں جما دیا۔ نعت کے چار اشعار ختم کرتے کرتے ہمیں پانچ دس روپے تو لیں ہی گئے۔ نعت ختم کر کے ہم چکی سے تقریباً کوڑا ترے ہارے گھر کی راہ لی۔ اسی جان کے سامنے ہم نے اپنی ساری کلائی رکھ دی اور انھیں بتایا کہ ہمیں نعت پڑھنے پر یہ تم ملی ہے۔ اسی جان نے کہا: بیٹے تمہیں یہ نہیں ملنی چاہیے تھی۔ ہاں یہ روپے انعام اللہ ماما کو دے آؤ۔ یہ ان کا حصہ ہے۔ بادل غواستہ ہم درگاہ شریف گئے اور اپنے سارے روپے انعام اللہ ماما کو دے آئے۔ مگر یہاں شخص ضرور ہی کسا خراہی جان نے ہمارے پیسے انعام اللہ ماما کو کیوں دلوائے۔

میں کی عکاربِ شام تک ختم ہو گئیں اور ذائقہ اسچے اسچے لکڑیوں کو لوٹنے لگے۔ شام کو جب ہم سب لہا حضرت کے پاس بیٹھے تھے تو انھوں نے اسی جان کو طلب کر کے کہا: سچی ہو، قہر نے بتایا، آج تمہارے لٹا نے نعت پڑھی اور روپے کسائے۔ اسی جان نے کہا: جی ہاں، یہ میرے لوگ ابھی سے بچے کی عادت خراب کیے دیتے ہیں۔ میں نے سب روپے انعام اللہ ماما کو دلوا دیے۔ لہا حضرت نے فرمایا: ارے بھئی، وہ روپے تو لٹا کے ہی تھے اس کی محنت کا کچل اور میرے اہل حضرت کا بیٹل۔ اس وقت ہم نے لہا حضرت سے پوچھا تھا: لہا، یہ اہل حضرت کون ہیں؟

آج ہم بڑے چالے کی سرحد سے گزر رہے ہیں، آج تک ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ اہل حضرت کون ہیں؟ ایک جید عالم دین؟ ایک تبحر فہم ایک ماہر علوم قرآنی؟ ایک عظیم محدث؟ ایک کثیر تصانیف قلم کار؟ ایک چابکدست بھارتی؟ ایک ماہر لسانیات؟ ایک ماہر تاتاریہ شاعر؟ یا مگر جہول علامہ بھائی صاحب ایک مظلوم مفکر؟ ہم نے آج تک اہل حضرت کے بارے جو کچھ پڑھا اور اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنا، اس کی روشنی میں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اہل حضرت ایک بڑے عاشقِ رسول تھے۔ انھوں نے



اپنے ہر کلمہ اور اپنے مرشد کی دعاؤں سے روحانی زندگی کا یہ ہم راہ چاہا تھا کہ پہلے  
فی الشیخ ہو جاوے پھر کافی اور صلحاً خرمی کافی اللہ علی حضرت علم، شوق اور عمل کے ایک  
ایسے شخص جس کے ہر لفظ میں ہے۔

اہل حضرت گناہم رہے، وہاں بھی نہیں۔ ان کی شہرت، ان کی عظمت، ان کی طہیت،  
ان کی فقیہی بصارت کا لوہا تقریباً ہر بڑا عظیم نے مانا۔ ابھی حال ہی میں ایک صاحب نے  
تایا کہ انہوں نے گھن کی ایک مسجد میں لوگوں کو مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھتے  
تھے۔ یہ اہل حضرت پر اس حد تک ذلت گرامی کا کرم ہے جس کے لیے قرآن میں  
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا روشن بیان موجود ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

یہ ہمدانی صاحب بھی عجیب شخصیت کے مالک ہیں۔ ایک اہل دعوہ کے نامور ایک  
مصرف ترین بزنس مین، گروہ دہلیہ کے لیے اسکا میزائل، پھر بھی سو سے زیادہ کتابوں  
کے مصنف، کتابیں بھی لکھی! دیکھی نہیں کہ غم اٹھایا اور صنعت اقتباس سے استفادہ کر کے  
یعنی دوسروں کی کتابوں کا یہاں وہاں سے مضمون اڑا کر اکٹھا کر دیا اور بن بیٹھے مصنف۔  
اتنی مصرف زندگی کے باوجود ہمدانی صاحب نے آپ تک جو کچھ بھی لکھا ہے، بہت کچھ لکھا  
ہے اور بڑی بااختصاصی اور محنت سے لکھا ہے۔ ان کے کام کرنے کا انداز بالکل ایک ریسرچ  
اسکا کی طرح ہے۔ پہلے وہ اپنا موضوع منتخب کرتے ہیں، اور یہ موضوع عام ہوش سے ہٹ  
کر ہی ہٹکا ہے، پھر وہ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں کا بار بار کئی سے جائزہ لیتے ہیں۔ پھر  
از اس وہ اپنے موضوع کو نبھانے کے لیے علمی لوازمات اور حوالہ جات اکٹھے کرتے ہیں۔  
اور پھر شروع ہو جاتے ہیں۔ میں نے ان کی تقریباً ہر تصنیف کا مسودہ دیکھا ہے۔ وہ اپنی  
تحریر کو اس طرح سمجھاتے ہیں کہ مسودہ طبع شدہ کتاب سے زیادہ خوبصورت نظر آتا ہے۔ وہ  
ایک اچھے مائیکس آرٹسٹ بھی ہیں۔

کچھ برس پہلے جب میں پھر عذر کیا تھا اور ہمدانی صاحب کے ہی دولت کدہ پر ٹھہرا



فہم اس وقت ہدائی صاحب نے تذکرہ کیا تھا کہ ایک کتاب شروع کی ہے جس میں فن شاعری کے مختلف پہلوؤں کو لے کر اہل حضرت کی فقہ شاعری کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے اس وقت سوچا تھا کہ فقہ ہدائی صاحب اپنی کتاب کا انداز یہ اپنائیں کہ اردو شاعری کی مختلف اصناف کا بیان کریں۔ ان میں اہل حضرت کی فقہ اور دوسری فقہاتی کا ذکر کر کے کتاب مکمل کر لیں۔ مگر اب جو یہ کتاب میرے سامنے آئی ہے وہ میری تو آنکھیں غمزدہ ہو گئیں۔

میں ہوں جو مجھے بھی شاعری کرتے ہوئے مگر آج تک فن شاعری کے بارے میں مجھے بھی وہ کچھ معلوم نہ تھا جو ہدائی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بتایا ہے۔ کتاب میں ہلی اسکول میں پڑھا تھا جب ابا حضرت کی کہیں میں ایک کتاب علم عروض پر دیکھی تھی اور ابا حضرت سے مانگ کر اسے پڑھنے کی کوشش بھی کی تھی۔ مگر میرے لیے اس کتاب کے مضامین مجھے کے اشاروں کی طرح تھے جو دائیں سے بائیں اور اوپر سے نیچے کے دائروں میں لوگوں کو الجھا دیتے ہیں۔ میں نے اس سے قبل کی کوشش ترک کر دی اور کتاب ابا حضرت کے کتب خانے میں واپس رکھ آئی۔ جب میں اپنی چلی نعت لکھ کر ابا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے نعت کی اصلاح تو کی ہی، ساتھ ہی یہ مشورہ بھی دیا کہ نعت کے میدان میں کچھ بنانا ہے تو اہل حضرت کو پرہیزگاری ان کے فقہ پر ان مسائل بھٹکنا کا مطالعہ کرو۔ میں نے حقائق بھٹکنا پر حقی شروع کی اور۔۔۔ اور مجھے شاعری آگئی۔ یہ سراسر حضرت رضامند کی کارروائی نہیں تھا۔

ہدائی صاحب نے اپنی اس تصنیف میں فن شاعری کے مختلف پہلوؤں کو جس ماہرانہ فنکارانہ اور مشاقانہ انداز میں پیش کیا ہے اس کی بدولت یہ کتاب عامے کا لب لباب اور پختہ شیروں کے اردو ادب کے نصاب میں شامل کیے جانے کے قابل ہوگی ہے۔ انا ضرور کہوں گا کہ ہدائی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر مستحق قریب میں اہل حضرت کی



شاعری پر ریسرچ کرنے والوں سے ایک موضوع یقیناً چھین لیا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ آنے والی نسل کے محققین کے لیے یہ دعوت اور تحریک بھی پیش کی ہے کہ حضرت رضا کے نعتیہ کلام کو گہرائی سے دیکھیں، ہو سکتا ہے کہ اس سند کی تہہ میں اور کئی موتی پوشیدہ ہوں۔

حضرت رضا مدظلہ کی کو اردو ادب میں وہ مقام نہیں دیا گیا جس کے وہ مستحق تھے، اس بات کو لے کر بھدانی صاحب نے اردو ادب کے ٹھیکے داروں کو کافی لٹاڑا ہے۔ ان کا لٹاڑنا بالکل سچ ہے۔ آج کل پھر سے پھر مضمون باندھنے والے شاعر کو بھی اردو ادب والوں نے کوئی نہ کوئی مقام دے رکھا ہے۔ مگر ایک ایسے شاعر کو گنتی کی سزا صرف اس لیے سنائی گئی ہے کہ وہ نعتیہ شاعر ہے۔ جبکہ میرا دعویٰ ہے کہ غزل کہنے سے کہیں زیادہ مشکل کام نعت کہنا ہے۔ میں نے ایک ملاقات میں مجروح سلطان پوری سے پوچھا تھا کہ آپ اتنے اچھے شاعر ہیں پھر بھی آپ نے نعت کی طرف کوئی توجہ کیوں نہیں کی؟ مرحوم نے کہا تھا: میاں سرج سے واہسی پر کوشش کی تھی کہ نعت کہوں مگر ہاتھ کاپٹنے لگے اور قلم نے ساتھ نہیں دیا۔ غزل کا معاملہ اور ہے۔ کچھ بھی لکھو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے کہ بھائی یہ کیوں لکھا۔ مگر نبی کی شان میں لکھتے وقت ہزار بار خیال آتا ہے کہ کہیں قلم سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے جو قائل گرفت ہو۔ نعت میں جو لغزش ہوئی تو دنیا والے الگ الگ نعت بھیجیں گے اور اللہ کا قہر الگ نازل ہوگا۔ اس لیے میاں، اپنی غزل ہی ٹھیک ہے۔

در اصل اس طرح کا خوف ان لوگوں کو ہوتا ہے جن کے پاس دینی شعور یا دینی علم کی کمی ہوتی ہے۔ ایک باعمل عالم دین یہ جانتا ہے کہ قلم کی آزادی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے۔ اچھے برے میں امتیاز علم کے ذریعہ آتا ہے، مگر اسی علم کے ذریعہ جس کی اساس قرآن اور رسول کے فرمان پر ہو۔ امام الکلام حضرت رضا مدظلہ کی کو اللہ تعالیٰ نے علم الانسان عالم بعلم کے اتمام خزانے سے کچھ قطرے عطا فرمائے



اور یہ عطا ان کے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدق و عقل میں ملی تھی۔ اہل  
حضرت نے اپنی زندگی کا ایک سہری مشن مقرر کیا تھا وہ یہ تھا: رسول اللہ ﷺ سے ایسی  
محبت کرو جیسی محبت کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حضرت رضایہ مدنی نے اس مشن کو  
اپنا اور حنا بھونا بنایا۔ دین و سنیہ کے فروغ کی راہ میں ان کی ایک ہزار سے زیادہ  
تصانیف کی بات تو بہت بڑی ہو جائے گی، صرف ان کا دیوان حدائق بخشش ہی انھیں  
امتیازی حیثیت دلانے کے لیے کافی ہے۔ یہاں مجھے اپنے برادر بجاں برادر سید محمد اشرف  
برکاتی کے چار مصرعے پیش کرنے کی اجازت دی جائے جو انھوں نے اٹھ حضرت کے  
عاشقین کے سامنے ایک شیعہ کی سورت میں رکھے ہیں: وہ کہتے ہیں:-

منار قصر رضا تو بلند کافی ہے

تم اس کے ایک ہی زینے پہ چڑھ کے دکلاؤ

قنادائے رضویہ تو اک کرامت ہے

ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکلاؤ

دنیا کے تمام بڑے شعراء نے محبوب کے زلف و رخسار: حسن و ادا، سراپا (کچھ حکم)،  
شباب، خوبی گنہار، جادوئے رفتار غرض ہر ہر ادا کی تعریف میں قلم اٹھایا ہے۔ انگریزی میں  
فیلی، ٹینیسن، ہارن، براؤننگ نے بہاریہ نظمیں لکھیں۔ ان میں سے کچھ نظمیں تو اتنی  
عریاں ہیں کہ انگریزی ادب کی بہت آگے کی کلاسوں میں پڑھائی جاتی ہیں۔ ہندی میں  
بہاری ست سنی کے سات سو دوہوں میں سے کئی ایک دوہے ایسے ہیں جو مظهر عام پر  
پڑھے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ اردو ادب میں کئی شاعروں نے ایسے کلام لکھے ہیں جن  
میں محبوب کے سراپا کا ذکر ایسے بے باکانہ اور عریاں انداز میں کیا گیا ہے کہ وہ ادب لطیف  
کی جگہ ادب غلیظ بن کر رہ گئے ہیں۔ نعت کے میدان میں اس طرح کی کوئی آزاد نظم  
ہے۔ نعت کہنا یعنی مردم حق قدم رکھنا۔ حضرت رضایہ مدنی نے اپنے کلام سے اردو شاعری



کو ایک نیا دکار عطا کیا۔ ہمدانی صاحب نے لکھا ہے کہ مسلکی اختلاف رکھنے والوں کی گھنٹی سازش سے حضرت رضا کو اردو ادب میں ایک شاعر کی حیثیت سے کوئی مقام نہیں دیا گیا۔ یہی ایک وجہ نہیں تھی، دراصل اردو والے، چاہے مسلکی ہوں یا غیر مسلکی (کیونسٹ)، سب کو یہی خوف تھا کہ اردو ادب کے آسمان پر نعت کا سورج چمکا تو دوسروں کے چراغ ٹٹانے لگیں گے اور آخر میں بجھ ہی جائیں گے۔ رضا بریلوی اردو ادب کے ٹھکانوں کے لیے ایک بڑا بین گیا۔ اس کے پاس اقبال سے کہیں زیادہ وسعت فکر تھی، غالب سے کہیں بڑھ کر روحانیت تھی، میر تقی میر سے کہیں زیادہ اوپنی پرواز تھی، داغ دہلوی سے کہیں زیادہ زبان کی سلاست اور شہریت تھی، جوش ملیح آبادی سے کئی گنا زیادہ ذخیرہ الفاظ تھا۔ مگر سے کہیں آگے کا تھل تھا، قافی سے کئی گنا زیادہ مضمون کا تسلسل تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس اور بھی بہت کچھ تھا جو اوروں کے پاس نہ تھا۔ اس کے پاس قرآنی علوم کی گہرائی تھی، حدیث رسول کی گیرائی تھی، فقہ حنفی کی محتاط روی تھی، شرب کادریت کی حسانت اور سنجیدگی تھی، اور اپنے پیر خانے یعنی مسلک برکاتیت کی درود شیعہ تھی۔ اور ان سب سے بڑھ کر اس کے پاس عشق رسول کی دولت تھی۔ آل رسول کی محبت تھی۔ اپنے قصود کو ایسے چاہنے والے ہزاروں میں ایک ہوئے ہیں۔

میرے دادا حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی نے حضرت رضا بریلوی کو اپنی بیعت و خلافت سے نوازا۔ اور اس کے بعد فرمایا: ایک عرصہ سے مجھے یہ فکر دامن گیر تھی کہ کل محشر کے روز میرا رب مجھ سے پوچھے گا آل رسول ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں کیا جواب دوں گا؟ مگر بفضلہ تعالیٰ آج وہ فکر دور ہو گئی۔ اب محشر کے دن رب پوچھے گا آل رسول ہمارے لیے کیا لایا؟ تو میں عرض کروں گا: احمد رضا کو لایا۔ دنیائے اراوت میں غالباً اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ ہے جب ایک مرشد اپنے رب کے حضور حق کے طور پر اپنے ایک مرید کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کر رہا ہے۔ دراصل شاہ آل رسول احمدی کی آنکھیں



نوجوان احمد رضا کے اندر چھپے ہوئے اس بھد کو دیکھ رہی تھیں جس کے غم سے مصطفیٰ جان  
رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کی راہ میں پیش قیمت تصانیف لکھنے والی  
تھیں، مجھ اپنے وقت کا ایسا عظیم عاشق رسول ہو گا کہ دشمنان رسول اس کی جان کے درپے  
رہیں گے۔ اور وہ اپنے مخالفوں کی دشنام طرازیوں کو یہ کہہ کر قبول کرے گا: مجھے برا کہتے  
ہیں تو کہنے دو، جتنے وقت تک وہ مجھے برا کہتے ہیں اتنے وقت تک کم از کم وہ میرے آقا و  
مولیٰ کی شان میں گستاخی کرنے سے تو دور رہتے ہیں۔ شاہ آل رسول احمدی نے بھی  
حضرت رضا بریلوی کے اندر چھپے ہوئے نعت گو شاعر کا بھی مشاہدہ کر لیا تھا۔ ان کے مولیٰ  
محمد قطب مارہرہ سیدنا ابوالکسین احمد نوری نے ہل جزاء الاحسان الا احسان  
کے بمقدار حضرت رضا بریلوی کو چشم و چراغ خاندان برکات کے لقب سے نوازا کر دنیا کو  
یہ جگہ دیا کہ دیکھو ہم سید زادے بچل نہیں ہیں۔ احمد رضا نے ہمارے سنا سنا جان کے عشق میں  
خود کو قنایت کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا تو اب وہ اہل بیت میں سے ہو گیا۔ اب وہ ہمارے  
خاندان کا ایک فرد بن گیا۔ اب ہر اس جگہ اس کا نام لیا جائے گا جہاں ہمارے خاندان کا ذکر  
کیا جائے گا۔ ع خان زادہ سیدوں کا اہلی حضرت بن گیا۔

علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب کی طبیعت میں بڑی ضد ہے۔ وہ بڑے ٹیلے ہیں۔  
آج تک دنیا میں نین طرح کی ہٹ مشہور ہیں: راج ہٹ، ہال ہٹ اور تریا ہٹ۔ میرے  
خیال سے اس میں ایک اور ہٹ کا اضافہ کر دیا جائے اور وہ ہے ہمدانی ہٹ۔ بہت پہلے  
ہمدانی صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ایک کتاب اہلی حضرت کی شاعری پر ترتیب دے  
رہا ہوں اس پر قریب آپ کو گھنٹی ہے۔ میں نے اپنی مسرودیت کا بالکل سہاظر پیش کیا۔ مگر  
ان کے بات کرنے کا انداز اتنا مسود کن ہے کہ سامنے والے کے پاس انکار کی گنجائش ہی  
نہیں رہتی۔ مجھے کہا ہی پڑا: ٹھیک ہے۔ وقت ملا تو انشاء اللہ ضرور قریب لکھ دوں گا۔ پھر اللہ  
تعالیٰ کا حکم ہوں ہوا کہ میرا جہولہ شلاک مجھے دور دراز علاقے میں ہو گیا۔ میں نے سوچا چلو



اس طرح ہمدانی صاحب کی گرفت سے بچنے کا موقع ہاتھ آیا۔ مگر ہمدانی صاحب جسے پکڑتے ہیں اسے چھوڑتے نہیں۔ میرے ساتھ ان کا معاملہ بہت قریب کا ہے، ان کے اور میرے معاملات اور روابط میرے جد کریم سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے اس قارموبلے پہنچتی ہیں۔ ان کا دوست میرا دوست اور ان کا دشمن میرا دشمن۔ ہمدانی صاحب جن دنوں زنداں میں تھے، ایک بار میں ان سے ملنے گیا تھا۔ اس وقت انھوں نے اپنی کچھ تصانیف کے مسودے مجھے دکھائے تھے۔ ایک لمحہ کے لیے میں تعجب میں پڑ گیا تھا کہ یہ شخص کس مٹی کا بنا ہے؟ اس کی پیشانی پر زنداں کی نگین کے آثار نہیں ہیں بلکہ زندگی کا نور ہے۔ اور وہ اس لیے کہ یہ کفار کی سرکار کی قید میں رہ کر دونوں عالم کے عیار، طیبہ کے تاجدار کے مشن کے فروغ کے لیے کام کر رہا ہے۔ میں نے ان سے کہا تھا: میں تو بھی دعا کر رہا ہوں کہ آپ سبک نہ رہیں، یہاں رہ کر آپ دین کی جتنی خدمت کر رہے ہیں وہ باہر رہ کر ممکن نہیں ہے۔ ان کے بچے جب بھی مجھ سے ان کی رہائی کے لیے تعویذ طلب کرتے اور میں تعویذ لکھنے کے لیے قلم اٹھاتا تو اللہ تعالیٰ کا حکم کچھ ایسا ہوتا کہ یا تو بسم اللہ شریف لکھنے میں ہی کوئی غلطی ہو جاتی یا تکبیر میں۔ اس طرح کئی دنوں تک ان کے لیے اپنے گھر کا بڑا تعویذ نہ لکھ سکا۔ مگر جب دوسری بار ان سے ملنے زنداں گیا تو ان کی صحت کی خرابی دیکھ کر میرا دل بھر آیا اور مہینے دابھی پر میں تعویذ لکھنے بیٹھ گیا اور اس بار اللہ تعالیٰ کے حکم سے مجھے کامیابی ملی۔ ہمدانی صاحب باہر آ گئے اور ہم لوگوں کی امید ہو گئی۔

زیر نظر کتاب کے پیش لفظ میں ہمدانی صاحب نے میرے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ صنعت مبالغہ کے تحت آتا ہے۔ میں خود کو ان کا چھوٹا بھائی سمجھتا ہوں کیونکہ وہ عمر اور علم میں مجھ سے کہیں زیادہ بڑے ہیں۔ ان کا تجربہ بھی مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ تو ان کی منظر الامرائی ہے کہ وہ مجھے اتنی عزت سے یاد کرتے ہیں۔ ان کی یہ کتاب میں نے سطر سطر پڑھی ہے۔ اس کی وجہ بھی جان لیجیے۔ ہوا یوں کہ مجھے اسی میل سے کتاب موصول ہوئی۔ جب



میں نے ڈاک بکھڑکھولا تو میری نظر پہلے صفحے پر لکھی ایک سرخی پر پڑی جو اس طرح تھی:  
**”اس کی پہلی کج ہو گئی ہے۔“** مجھے پہلی ہی نظر میں بہت خراب لگا۔ گویا یہ طرح مجھے یہ  
 جاننے کے لیے لکھی گئی ہے کہ میں اس کتاب کے مستحلات میں قلم نہ لگاؤں اور صرف تقریباً  
 لکھ کر روانہ کروں۔ میں نے اپنا غصہ پی لیا اور کتاب کی ورق گردانی کرنے لگا۔ بالمشافہ  
 تقریباً ہر صفحے پر املا و انشاء کی ایسی فاش غلطیاں کہ خود اردو کو لکھی شرم آ جائے۔ یہ محض پروف  
 ریڈر کی لا پرواہی کا نتیجہ ہے۔ میں نے کج شروع کی۔ اور تین دن کی لگا تار محنت کے بعد  
 تین سو سے زیادہ غلطی کی نشاندہی کر پایا۔ کچھ چھوٹی موٹی غلطیاں ابھی باقی ہیں گی اس کا  
 مجھے اعتراف ہے۔ چونکہ ہمدانی صاحب نے یہ کتاب بڑی محنت سے لکھی ہے اور موضوع  
 کے اعتبار سے یہ ایک معرکہ آرا تصنیف ثابت ہوگی، اس لیے میں نے اس کی کج میں اتنا  
 وقت صرف کیا۔

حضرت رضا بریلوی کی شاعری کا شاید ہی کوئی پہلو ہمدانی صاحب نے چھوڑا ہو۔ اس  
 کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں ہمدانی صاحب نے کلام رضا اور اردو کے  
 نام نہاد مصنف اول کے شعراء کے کلام کے درمیان جو تقابلی موازنہ کیا ہے وہ اردو ادب میں  
 اپنی نوعیت کا منفرد کارنامہ ہے۔ کسی شاعر کے دیوان میں سے زلف، رخسار، چشم محبوب،  
 بہار، گلشن، وغیرہ وغیرہ موضوعات پر کہے گئے اشعار ڈھونڈ نکالنا بہت آسان ہے۔ مگر  
 عروض کی کس صنف میں کس صنف کے تحت کون سا شعر کہا گیا ہے اس کی تلاش ایسی ہی  
 ہے جیسے بھوسے میں سوئی تلاش کرنا۔ ہمدانی صاحب کو تحقیق کا شوق جنون کی حد تک ہے۔  
 یہاں بھی وہی جنون کا فرما ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد آپ خود جان جائیں گے کہ تقابلی  
 موازنہ میں انھوں نے کتنی محنت اٹھائی ہے۔ کہاں کہاں سے اتنی باریکیاں اکٹھی کر کے  
 لائے ہیں کہ بے اختیار منہ سے واہ واہ نکل جاتا ہے۔

ایک بات ضرور کہوں گا: کہیں کہیں ہمدانی صاحب نے بہت سی مشکل زبان استعمال



کی ہے۔ کہیں کہیں ان کے جملے کافی طویل ہو گئے ہیں۔ ایک جملہ شروع کر کے آگے بڑھتے بڑھتے ڈراما محسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ جملہ کہاں ختم ہوگا۔ زبان کو کھل بٹایا جاسکتا تھا۔ مگر شاید ہمدانی صاحب نے لائق زبان کا استعمال اپنے موضوع کی مناسبت سے درکار کیا ہے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ یہ کتاب نہ صرف رضویات میں ایک جیس بھا اضافہ ہے بلکہ پورے اردو ادب میں بھی ایک ایسا نیا باب ہے جو آگے آنے والی نسل کو یہ سمجھنے کی صلاحیت عطا کرے گا کہ لغت گوئی بھی ایک مستقل فن ہے اور اس دریا کی غواہی مشق ہاری کے کنویں میں غوطے لگانے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔

اتنا کچھ کہنے کے بعد سوچنا ہوں کہ ہمدانی صاحب کی خمد پوری کر چکیا نہیں؟ انہیں لغی کے قلم سے نقلی تقریب درکار تھی۔ معلوم نہیں کہ لغی ہمدانی صاحب کے حسنِ سخن کے معیار پر پورا اتر لیا نہیں؟

فیضیاب ملک رضا

سہ ماہ رسول حسین میاں لغی مار ہروی

سجادہ نشین، مار ہرہ مظہرہ

شیلا نمک، ۱۶ ستمبر ۱۳۷۳ھ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

## تقریر جلیل

از: شہزادہ کا حسن العلماء کل نزار خاندان برکات حضرت شرف ملت  
قلید شرف میاں صاحب ماہر دلی دامت برکاتہ

### ہمدان معصروف ہمدانی اور حسان الہند

مولانا عبدالستار ہمدانی معصروف کو میں نے کئی رنگوں میں دیکھا ہے۔  
ایک کامیاب تاجر کی صورت میں بھی دیکھا اور ایک ہمہ جہت عالم و مناظر کی  
حیثیت میں بھی۔ سب سے پہلے ان کا نام والد محترم حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ  
ورضوان کی زبان سے ان کے بارے میں ان کا جو ریمارک تھا اس کا مفہوم یہ تھا  
کہ ”مولانا ہمدانی کو ”اعلیٰ حضرتیات“ سے بہت دلچسپی ہے اور اس موضوع پر ان  
کی بہت معلومات ہیں نہایت میں غلوں سے اور دل میں محنت و جستجو کا جذبہ ہے۔ یہ  
جماعت کے لیے بہت کام کے عالم ہیں“ والد گرامی خود ماہر رضویات بلکہ شارح  
رضویات کے منصب پر فائز تھے اس لیے انہیں مولانا ہمدانی کی اعلیٰ حضرت علیہ  
رحمت و رضوان کے کارناموں سے حلق دلچسپی، غلوں اور محنت بہت بھائی۔  
حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی سجادہ نشین خانقاہ  
برکاتہ بھی جب امام اہلسنت کے علمی و ادبی کارناموں کا ذکر کرتے ہیں تو ان  
کارناموں کی مانند آخری میں مولانا ہمدانی کے جسے کا پڑی فراخ دلی سے ذکر کر  
تے ہیں۔ ذاتی طور سے میں نے مولانا ہمدانی کی پہلی تحریر ”دیکھی جواٹھوں نے



والد محترم علیہ رحمت و رضواں کے وصال کے بعد ایک طویل مضمون کی شکل میں قلم بند کی تھی۔ حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ و رضواں کی ذات سے مولا ہدائی نے جو فیض اٹھایا اس کا ذکر وہ گلی بار تحریر یا تقریر کر چکے ہیں اس لئے میرا اپنے قلم سے اس ضمن خاص میں لکھنا کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

”رضائے برکات“ کے گلشن عشق و محبت سے جاری فیضان عقیدت سے سرشار مولا نا عبدالستار ہدائی معروف نے رفتہ رفتہ علمی و ادبی سطح پر اپنی پہچان بنانے میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے۔ مولا نا عبدالستار ہدائی صوبہ گجرات کے سوراٹر علاقے کے معروف مقام پور بندر کے رہنے والے ہیں۔ پور بندر ساحل سمندر پر واقع ایک بڑا خوبصورت شہر ہے۔ پور بندر تاریخی اعتبار سے زمانہ قدیم سے ہی مشہور ہے۔ دینی اعتبار سے یہاں کے افراد حنبلیہ راجح العقیدہ مسلمان ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ آج بھی اس علاقے میں خوش عقیدہ مسلمانوں کی کثیر تعداد پائی جاتی ہے جن میں تھلپ ف الدین بدرجہ اتم موجود ہے۔

علامہ ہدائی گجرات کے باشندے ہیں جو قدیم و جدید علوم کا ادراک رکھتے ہیں۔ پیچھے کے اعتبار سے تاجر ہیں۔ لیکن اہل سنت کی معتقداتی قدروں کے تحفظ کا پاس اتکا ہے کہ ہمہ دم اس کے لئے خطرہ اور سرگرم عمل رہتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے انھیں گہری عقیدت ہے اور ان کے علمی کارناموں کو اجاگر کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ اب تک اچھی خاصی تعداد میں ان کی کتابیں اعلیٰ حضرت کے حوالے سے مہر عام پر آچکی ہیں اس قدر معروف زندگی رکھتے ہوئے انھوں نے اپنی تصانیف و تراجم کی سٹیری (Century) پوری کر لی ہے۔

علامہ ہدائی کی کئی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی تمام کتابیں ان کے ذوق تحقیق، جذبہ جہت، مشقت اور جانفشانی کی آئینہ دار ہیں۔ قدرت کی جانب سے انھیں لکھنے پڑھنے کا ایک خاص رنگ عطا ہوا ہے، جس کا ایک الوکھا



جذبہ پایا ہے۔ جب تک دو (اپنے اعتبار سے) موضوع سے انصاف نہیں کر لیتے  
 انہیں ممکن نہیں آتا۔ اس کتاب کا ورق ورق اس بات کا شاہد ہے کہ انہوں نے  
 ایک ایک صنعت کے تقابلی مطالعے میں سور شعراء کے کئی کئی مجموعہ ہائے کلام  
 کمال والا ہے۔ قدیم محققین کا طرز تحقیق یکساں رہا ہے۔ اب ایسے علمی حوصلے  
 والے المراد کم دیکھنے کو ملتے ہیں یہ ذوق بلحاظی کو غصب ہوتا ہے جسے اپنے مقصد  
 سے جون کی حد تک وابستگی ہوتی ہے۔ ہمالی صاحب کی طبیعت میں جولانی بھی  
 غصب کی ہے۔ وہ مضامین کے سسے سسے گوشے دھوڑ دھوڑ کے لاتے ہیں۔  
 زیر نظر کتاب میں کئی ایک انوکھے گوشے موجود ہیں۔

در اصل ایمان اور عقیدے کا بے لوج ہونا اعتقادات کے لوازم میں  
 سے ہے۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان ہو سکا ہے اور نہ جنت کا حق دار۔ ایمان  
 میں پختگی کا ثمرہ محبت ہے اور یہ کیفیت بھی بہت ہی عجیب ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ  
 عشق جو محبت کی آخری کیفیت ہے وہ پندرہ گ انسان کو حاصل ہوتا ہے۔ کہا جاتا  
 ہے کہ اس کی ارتقائی منازل مصرعہ ذیل ہیں:

- ۱۔ لگاؤ
- ۲۔ مجاہد
- ۳۔ محبت
- ۴۔ محبت
- ۵۔ عشق

کیفیت عشق حقیقی بھی ہے اور مجازی بھی۔ یہ لگاؤ کائنات، یا مخلوق  
 کائنات سے ہو تو عشق مجازی کہلاتی ہے لیکن جب عقیدت اور توجہ کی تمام جہتیں  
 خالق کائنات کی جانب متوجہ ہوں تو اسے عشق حقیقی کہتے ہیں۔ فقہر لفظوں میں یہ  
 کہہ سکتے ہیں کہ ایسی عقیدت جو کسی مفاد یا مادیات پر مبنی ہو وہ عشق حقیقی نہیں ہے۔  
 عشق حقیقی میں مہب خیر، خلوص اور روحانیت کا ظہور ہوتا ہے۔



اسلام امن و سلامتی کا دین ہے۔ امن و سلامتی اپنے جلو میں ایک خاص  
 عملیات کی کیفیت رکھتے ہیں۔ عملیات سے نہ کسی کو فرار ہے اور نہ انکار بس پسند اپنے  
 اپنے ذوق کے مطابق ہے۔ اسلام فطری جہتوں کو نہ تو سرے سے ختم کر دینے کا کاکل  
 ہے اور نہ بے کام اس کو چھوڑ دینے کا کاکل ہے۔ بلکہ عدل کی بالادستی کو ہر حال میں قائم  
 رکھنے کے باوجود اسلام ظہور گذر کا بھی سبق دیتا ہے۔ صاف اور صریح بات تو یہ ہے کہ  
 احوال دین اسلام کا حسن ہے اور اس کی پابندی ہر مومن کے لیے لازم۔ کیونکہ کائنات  
 ایک نظم کے تحت جاری و ساری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو بے کار اور بے فائدہ نہیں  
 پیدا کیا ہے۔ سب کی ضرورت ہے اور سب کی افادیت ہے۔

کلام انسان کی فطری خوبی ہے اور یہ ایک نظام اور قواعد و ضوابط کا پابند بھی  
 ہے۔ مانی الضمیر کے اظہار کا اس سے بڑھ کر کوئی اور وسیلہ نہیں ہے۔ مانی الضمیر کے  
 اظہار کا یہ ملک قدرت نے انسان کو احسن انداز میں عطا فرمایا ہے۔ مگر وہ لوگ جو اس  
 میں ایک خصوصی کمال رکھتے ہیں انہیں ”قادر الکلام“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

نثر و نظم کے حوالے سے قادر الکلام ادباء اور شعراء کی ایک لمبی فہرست ہے  
 ۔ اس خصوصیات کے حامل افراد دنیا میں رائج لسانیات کے ہر خطے میں پائے جاتے  
 ہیں۔ جن کی ایک طویل فہرست ہے۔ یہاں فرد افراد سب کا ذکر ممکن نہیں۔ ان حضرات  
 کی شہرت عام ہے اور اہل علم ان سے بخوبی واقف ہیں۔ بات تو میں نے شروع کی  
 تھی حقیقت و محبت اور عشق سے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اظہار عشق کے ذرائع میں  
 غزل، نظم، گیت، قصیدے کے علاوہ حمد و نعت و منقبت بھی شامل ہیں۔ تعلیقات کی  
 اصطلاح بس مجاز و حقیقت کے اعتبار سے بدل جاتی ہیں مگر جذبہ عشق کائنات کے ہر  
 فرد میں پایا جاتا ہے۔ عشق کی فرماں برداری بڑی محکم، محیط اور عام ہے۔

اللہ اگر کوئی نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

فیضانِ محبت عام تو ہے مرقانِ محبت عام نہیں

مزاج و کیفیت کے اعتبار سے عاشق صادق، حسن محبوب کے جلوہ جمال



سے دائمی لذت وصال کے حصول کے لئے ہمدردی کو شامل رہتا ہے اور ہمدردی  
کی یہ منزل عاشق صادق کو اپنے ہم مسروروں میں ایک ایسا ممتاز مقام عطا کر دیتی  
ہے جو اس کی اپنی ذاتی شناخت میں جاتی ہے۔ ماضی قریب کے ایک قادر الکلام  
شاعر اور ممتاز عالم دین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قاضی بریلوی علیہ الرحمہ  
کی شناخت اپنے زمانے میں ایک عالم، عاشق، مداح رسول کی حیثیت سے ہے۔  
ان کی اس شناخت کا اعتراف ان کے حلقہٴ محققین و محققین کے علاوہ عالمین کو بھی ہے۔  
یہ بات صرف اعتراف زمانہ کے نہیں مگر میں کہی گئی ہے ورنہ بات تو یہاں محبت  
و محبت اور فیضان محبت کی گل رہی ہے اور اس ضمن میں متاثرات کا ذکر ہی  
مناسب نہیں کیوں کہ خود قاضی بریلوی کا بھی کہنا ہے

غیب نہ سہی افضل ، کہ عی ہوا زاہد

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اپنے دور کے تبحر عالم اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں جسائی اعتبار  
سے بریلی اور گلب و روح کے اعتبار سے خانقاہ عالیہ مارہرہ مظہرہ (اند) سے  
متعلق تھے۔ بے شک قاضی بریلوی نے فیضان محبت رسالت تو شریعت مظہرہ  
کے مقدس مقام کرام سے حاصل کیا۔ مگر مرکان محبت رسالت کو عطا کرنے کے لئے  
ہندوستان کی معروف قادری خانقاہ مارہرہ مقدسہ کی معروف زمانہ بزرگ ہستی،  
واقع امر شریعت و طریقت، جبل استقامت، راز دار علم اہل بیت رسالت،  
شیخ طریقت کے فیضان کرم نے قاضی بریلوی کو علم و ادب کے علاوہ روحانیت  
کے اس مقام پر فائز کیا جس پر ان کے ہم مسروروں نے رشک کیا۔ حمد و ثناء، نعت  
و منقبت کے میدان میں قاضی بریلوی نے اپنی ایک شناخت بنائی اور یہ اعتبار  
میں سمجھتا ہوں، کہ قاضی بریلوی کو قدرت کی جانب سے عطا کیا گیا۔

اردو شاعری کا آغاز حضرت امیر خسرو سے ہوتا ہے اور حضرت خواجہ  
بندہ نواز کیسودراز ۸۲۶ھ بمطابق ۱۴۲۸ء سے ہوتا ہوا میر و سواد



قالب دواغ اور امیر و اقبال تک پہنچتا ہے جہاں اس کا قد خاصا نمایاں، واضح اور بلند ہو جاتا ہے اور جب اس کتبوس کو نعت پاک کی مقدس نغمات میں لے جاتے ہیں تو اس پر خواجہ میر درد، امیر مینائی، محسن کا کوردی، کافی مراد آبادی کے جلو میں حضرت رضا بریلوی کا نعتیہ رنگ بھی بڑا ممتاز نظر آتا ہے۔ رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، اردو نعتیہ شاعری کا سرمائہ کہی جاسکتی ہے۔

مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے اپنی کتاب ”فن شاعری اور حسان الہند“ میں اردو نعتیہ شاعری کے اسی سرمائے کو بہت واضح اور آسان انداز میں اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ ہارگاہ رسالت مآب ﷺ کے فیض کا بادل فاضل بریلوی کی ذات گرامی پر ٹوٹ کے برسا۔ عشق رسول کی برکت ہے کہ آپ کے تذکرے بحر و بر کی وسعتوں میں پھیل گئے۔ حاسدین اور مخالفین نے آپ کی جگہ پھلتی شہرت پر لاکھ بند باندھے لیکن آپ کے ذکر کا سیل رواں کسی سے نہ رک سکا۔ علامہ ہمدانی علوم رضا کی تعداد ۲۱۵ شمار کرتے ہیں دینی اور دنیاوی علوم کے اس عبقری امام نے اپنی ساری علمی توانائیاں اپنے محبوب کی یاد، ان کے محبت بھرے تذکرے، ان کے دین کے فروغ اور ان کے ارشادات کی اشاعت کے لیے وقف کر دیں۔ ان کی پوری زندگی سیرت نبوی کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔

علامہ ہمدانی کی یہ کتاب امام احمد رضا کے نعمات محبت اور سرود عشق کا وضاحتی بیان ہے امام احمد رضا کو جب یاد محبوب بے گل کرتی تو شعروں کی خشک سے دل کو ذرا تسلی دے لیتے ہیں خود فرماتے ہیں:

”جب سرور عالم ﷺ کی یاد بڑھ پاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں۔ ورنہ شعروں میں انداز طبع نہیں“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اپنی شاداب نعتوں میں صرف عشق کے نقاطے ہی نہیں پورے کئے بلکہ احتیاط و ادب کے دامن کو بھی مضبوطی سے تھام رکھا ہے حضرت عرفی شیرازی کا شعر ہمہ دم آپ کے پیش نظر رہا ہے.....



مرنی حساب این رو نعت است نہ صرا

آہستہ کہ رو یدم تج است قدم را

آپ نے صراطِ نعت کو بہت تجرگائی، سبک خرای اور خوش انجہای کے ساتھ طے کیا ہے۔ آپ کے نعتیہ مجموعہ کلام کا ہر شعر اس بیان کی صداقت کا آئینہ دار ہے۔ یہی سبب ہے کہ معاندین نے خاصی شورشیں برپا کیں، بہتان تراشے، طوفان اٹھائے، کج بحثیاں کیں، غبار اڑائے لیکن آپ کے جذباتِ عشق کو رسوا نہ کر سکے، بلکہ ایک دنیا نے آپ سے محبتوں کے آداب کھکھے ہیں، آپ کے عشقِ رسول کی جوت سے دلوں کے چراغ روشن ہوئے ہیں، اور زبانِ و لہجہ کے لب و لہجے سنکھلے ہیں۔ آپ کا قصیدہ سلامیہ، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام "اردو زبان کا قصیدہ بردہ ہے۔ آپ کا قصیدہ معراجیہ اردو شاعری کا مجموعہ ہے، آپ کی چارلسانی نعت "لم یات ظلمک فی ظلم" پہ دنیا کا ہر کہ نہ سردھا ہے۔ آپ کا قصیدہ درود پہ "کہنہ کے بدرالہی تم یہ کزوروں درود"، سن کر آج بھی دل تڑپ اٹھتے ہیں، آپ کے قصیدہ نور پہ "صبح طیب میں ہوئی بٹھا ہے پاؤں نور کا" کی بہار یہ ترنگ دلوں میں کیفِ عشق کی برسات لے آئی ہے۔ یہ مقبولیت، یہ کیف یہ والہانہ پن، دردمندی، یہ کک لفظوں میں یونہی نہیں پیدا ہوتی۔ ہر چہ از دل خیزد بد دل در یزد" کی گر شہ سازی اور خون جگر کی آمیزش نہ ہو۔

شاعری دلوں کی آواز ہوتی ہے جو جذبیوں کے ساز اور فکری مضرباب کے تال میل سے برآمد ہوتی ہے۔ اس میں جب تغزل کی پرواز اور فکر کی بلندی کے حاشے شامل ہوتے ہیں تو اسے شعریت کی سند دیتی ہے۔ وزن و بحر شاعری کے طراز سے ہیں اجزاء نہیں۔ اچھوتا خیال، نادر فکر، نخل، بنجیدہ قلمیے جب دکش کھائے میں اوزان کے اسلج پر آتے ہیں تو شعر کا روپ دھار لیتے ہیں۔ معانی و بیان اور بدیع کی صنعتیں اظہار و خواب کی قہار ہیں جو اس فکرِ شعری کو اور دیدہ زیبی اور رعنائی عطا کرتی ہیں۔ شعر و سخن کے یہ بگی زاویے امام احمد رضا کے حریری



شعروں میں موجود ملتے ہیں اور وہ بھی بہت اعلیٰ پایا نے پر۔ اسی خصوصی کچھ کو اس کتاب میں کافی آسان وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور اس پیشکش کا خصوصی یہ ہے کہ اس میں تقابلی انداز میں اردو ادب کے اساطین کے کلام کو کلام امام احمد رضا کے ساتھ قائل کیا گیا ہے۔ اور اس میں شعر میں مطلوباتی کنگو کی گئی ہے۔

افکار و خیال کی ترسل میں قاضی بریلوی سے بعض اہل علم ممکن ہے کہ اختلاف کرتے ہوں مگر ان کی قادر الکلامی پر کوئی انگشت نہائی نہیں کی جاسکتی ہے۔ قاضی بریلوی نے بارگاہ رسالت میں اپنے دلی جذبات کے اظہار کے لیے نعت کو وسیلہ بنایا اور انھوں نے عربی، فارسی اور اردو زبان میں خوب نعت کہی۔ ان کا نعتیہ کلام ”حدائق بخشش“ کے نام سے ان کی حیات میں شائع ہوا جو ان کے کلام کا مستند مجموعہ ہے۔ قاضی بریلوی کے اس دیوان کو ہر مگر کے ادباء و شعراء و دانش ور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

سائناتی تاریخ کی مطالعے سے یہ بات ہمیں ابھی طرح معلوم ہو جاتی ہے کہ زبان و ادب ہر دور اور ہر زمانے میں مختلف افکار و نظریات اور تحریک سے متاثر ہوتے رہے ہیں بد قسمتی سے کلیسا کے طرز عمل سے بگ آ کر اس دور کے دانشوران قوم نے مذہب کو ہی اپنی ترقی کا سب سے بڑا دشمن تصور کر لیا۔ اور پھر اپنے افکار و نظریات کی ترسل میں لاد مذہبیت کو بنیادی نکتہ قرار دے کر اپنے خیالات کی نشر و اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ لاد مذہبی دور کا پس منظر ابھی تک پورا ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ”اشتراکیت“ نے مذہب کو اپنا دشمن قائل سمجھا۔ مادیت کو روحانیت پر غالب کرنے کے لئے ہر ممکن مظہم کوشش کی گئی۔ ادبیات سے مذہبی ادب کو خارج کرنے کا جو سلسلہ چلا اس کا اثر اردو زبان و ادب پر بھی پڑا۔ پھر داخلی طور پر بہت سے مکاتب فکر کا اپنا وجود بھی مسلکی عصبیت کا باعث بنا۔ اس طرح خاص طور سے نعت کی صنف کو اہل سنت و الجماعت کے دانشوروں کے علاوہ دیگر ادباء شعراء نے وہ مقام نہیں دیا جو اس صنف کو ملنا چاہئے تھا یا جو قصیدہ اور مرثیہ کو ملایا



ایک ہاضبہ کوشش اور تحریک سے مراد کو ہاضبہ اور ہاضبہ میں شامل کیا گیا۔  
 اور حالیہ چند برسوں میں نعت پر کام ہوا ہے۔ خوش گرو دانشوروں نے  
 اس صنف پر کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ بعض ہاضبات نے اس موضوع پر تحقیق  
 کام کرائے ہیں اور Ph.D کی ڈگریاں بھی تصویب کی ہیں۔

ہندوستان و پاکستان میں نعت پاک کا کام شروع ہوئے ابھی کچھ زیادہ  
 عرصہ نہیں گزرا۔ لیکن کام کی رفتار سے اہل گرو نظر کو خوشی حاصل ہوئی ہے۔ نعت گوئی  
 اور نعت خوانی کے مختلف دبستان بھی پاکستان میں قائم ہوئے ہیں۔ بلکہ کراچی،  
 لاہور، بمبئی وغیرہ کے علاوہ دیارِ ہند میں بھی نعت اکیڈمی قائم ہونے کی اطلاع  
 موصول ہو رہی ہے۔ ان حالات سے خوش مگر حضرات کا حشر ہونا لازمی امر ہے۔  
 مولانا عبدالستار بھٹانی ایک عالم دین ایک خوش حیدر شاعر اور ایک فراخ  
 دل تاجر ہیں۔ گستاخِ حنا ان کی ضرورت تھی ہے اور عادت بھی۔ عالمِ اپنی مشغولیت کے  
 میں نظر انہوں نے اپنا تھیں مصروف رکھا ہے اب یہ دانی مصروف ہیں۔ لیکن ان کی  
 مصروفیت کام کرنا حاصل بریل کی ذات گراہی ہے جو ان کے نزدیک بہت توجہ کی مستحق  
 ہے۔ دلائلِ حاصل بریل کے حوالے سے مکی جہاد کا میدان سر کرتے رہتے ہیں۔  
 حسان الہند کے نام سے بھی نظرِ عظیم کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ حاصل بریل  
 کے شاعری کی خصوصیات کے تعلق سے یہ کتاب قابلِ توجہ اور کوئی مطالعہ ہے۔ بھٹانی  
 صاحب نے ۱۴ اختراعات کو خاص طور سے اپنا موضوعِ سخن بنایا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- ۱۔ آغازِ سخن
- ۲۔ حسنِ مطلع
- ۳۔ وزن اور بحر
- ۴۔ تفعیل
- ۵۔ اقسام
- ۶۔ حمد اور نعت



- ۷۔ حضرت رضا اور نعتیہ شاعری
- ۸۔ صفات فن شاعری
- ۹۔ حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت
- ۱۰۔ ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج، تجارت شاعری دربار کے طور پر پڑھے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلام رضا میں مذکور
- ۱۱۔ حضرت رضا نے فن شاعری کس طرح سیکھا
- ۱۲۔ حضرت رضا پر ملی کی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہ دی گئی
- ۱۳۔ حضرت رضا پر ملی کے ایک شعر پر اعتراض
- ۱۴۔ ۱۱۴ علوم و فنون میں حضرت رضا کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال
- ۱۵۔ ان کی عرض آخری سن لو ذرا
- ۱۶۔ گل رضا کی بدق بارچولا نیاں
- ۱۷۔ ایک شعر ادھر بھی
- ۱۸۔ زیر نظر کتاب درج ذیل عناوین پر مشتمل ہے۔ لوازمات شعر حسن مطلع۔ وزن اور بحر قافیہ۔ اقسام شعر۔ حمد اور نعت۔ حضرت رضا اور نعتیہ شاعری۔ صفات فن شاعری۔ صنعت استعارہ۔ صنعت تشبیہ۔ صنعت مبالغہ۔ صنعت اقتباس۔ صنعت تضاد۔ صنعت تلمیح۔ صنعت حسن تعلیل۔ صنعت مراعات الطیر۔ صنعت تلمیح۔ صنعت تلمیح۔ صنعت مرضعہ۔ صنعت تلمیح الصفات۔ صنعت اتصال ترتیبی۔ صنعت مقلوب مستوی۔ صنعت مسط۔ صنعت حسن طلب۔ صنعت ترجیع بند۔ صنعت مسط۔ صنعت غزل العتیمین۔ صنعت ابہام۔ خدمت توام۔ صنعت اہتکات۔ صنعت شبہ اہتکات۔ صنعت سیاق الاعداد۔ حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت۔ ہندوستانی رسوم و غیرہ کا کلام رضا میں مذکور۔ حضرت



رضانے فن شاعری کس طرح سمجھی۔ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی۔ حضرت رضا کے ایک شعر پر اعتراض۔ ۱۱۴ علوم ثنوں میں حضرت رضا کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال۔ اتنی عرض آخری سن لو ذرا۔ ملک رضا کی برق جولانیاں۔ ایک نظر ادھر بھی۔

مناوین کی اس دراز تہرست پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی موضوع کی وسعت اور اس کا احاطہ، تنوع و جستجو و تحقیق جیسے اوصاف نمایاں ہو جاتے ہیں ان تمام مناوین پر مصنف نے سیر حاصل داد تحقیق دی ہے اور ترتیب کے اعتبار سے ذرا بہت کر دیکھا جائے تو موضوع کی ایک جامع ترتیب سامنے آتی ہے۔ ابتدا ہوتی ہے شاعری اور نعتیہ شاعری کے تعارف سے پھر احادیث کریمہ کی روشنی میں صبر حسن اور عجز و جح کی امتیازی دائرے کیسے جاتے ہیں۔ اس کے بعد عربی، فارسی اور اردو نعتیہ شاعری کا نقطہ آغاز اور اہم اساطین پیش ہوتے ہیں۔ پھر لوازمات اور دیگر ضروریات شعری کی اصطلاحی تعریفیں کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد حسن مطلع سے لے کر اخیر متواتر شعری تک استاد شعراء کے کلام سے کلام رضا کا مقابل پیش کرتے ہیں اور اس فن میں امام احمد رضا کی برتری مدلل انداز سے ثابت کرتے ہیں جن شعراء کے کلام سے کلام رضا کا مقابل پیش کیا گیا ہے ان میں غالب، قانی، اصغر، جگر اور فیض جیسے جید شاعر موجود ہیں۔

ان تمام موضوعات کو ہدائی صاحب نے خوش اسلوبی کے ساتھ سمیٹا ہے۔ انداز بیان دلکش اور مہارتیں رواں ہیں۔ وضاحت میں کمال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان کی وضاحت سے دقیق مضامین اتنے پانی ہو جاتے ہیں کہ ایک عامی بھی سمجھ لے۔ ذہن نکتہ بخ اور رکھ رکس پایا ہے۔ اس لئے اخذ مفاہیم میں عمدت فکر کے حامل ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے بعض اشعار پر کئے جانے والے بے بنیاد اعتراضات کا جو جوابات آپ نے رقم کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے اس کے مطالعے سے یہ بات کمال کر سامنے آ جاتی ہے کہ مفاہیم کو ذہنوں سے قریب کرنے میں انہیں کس قدر ملکہ حاصل ہے اور اس کتاب کی سب سے بڑی



خوبی یہ ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے کلام کو اس کے مفہوم سمیت عام ذہنوں تک پہنچا دیتی ہے اور اپنی اسی خوبی کے سبب ابن شامہ اللہ تعالیٰ عمویٰ علیہ السلام پر یہ عمت جلد مقبولیت حاصل کر لے گی۔

مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنے مقدمے میں بات بہت پھیلا کر کی ہے۔ بہت سارے مقامات پر تفصیل سے کام لیا ہے۔ تفصیل اور وضاحت کے ضمن میں بہت ساری مثالیں دے کر بات کہنے کی کوشش کی ہے جیسے حضور نے ایک صحابی کے ایک شعر کی اصلاح کس طرح کی اس کو مولانا ہمدانی کی لفظوں میں ملاحظہ کریں۔ لکھتے ہیں:

”بارگاہ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت امینی بن مازن بن عمرو بن حمیم تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت ﷺ میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک مصرعہ یہ تھا۔

”ذهن شر غالب لمن غالب“

حضور اقدس ﷺ نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کو اس طرح بدل دیا کہ:

”لمن هو غالب لمن غالب“ (مدارج الصلوٰۃ، اردو جلد ۱ ص ۱۰۱)

نعت لکھتے یا پڑھنے والے صحابہ کرام کے حلق حضور اکرم ﷺ کا طرز عمل کیا تھا۔ اس کے حلق مولانا ہمدانی لکھتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے

مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس

ﷺ کی مدحت بیان کریں اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”إن الله يوفد

حسنًا بروح القدس ما دام ينال عن رسول الله ﷺ“

ترجمہ: ”چنگ اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔“



جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دشمنوں کی عہد کرتے ہیں  
 ”(ماریج النبوة)

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر  
 غیر کے آنے اور اس کے چہرے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق  
 تبارک و تعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت و قدرت  
 بخشے، اسے چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مدحت اور آپ کے دشمنوں  
 کی بھڑاؤ و مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

ایک مرتبہ بنی قسیم کا وفد بارگاہ رسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی  
 شان میں گستاخی کرنے لگے۔ بنی قسیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کر رہا  
 تھا۔ حضرت حسان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی قسیم  
 کے وفد کو ایسا دعان حکم جواب مرحمت فرمایا کہ بنی قسیم کو اپنے عجز کا  
 اقرار و اعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (ﷺ) کے شاعر ہمارے شاعر  
 اور خطیب سے بہتر ہیں۔ نیز حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ حسان  
 مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت و نشانی ہیں۔ منافق ان  
 کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی و عداوت نہیں  
 رکھتا۔ (ماریج النبوة)

حضرت قیس بن عبد اللہ بن عمرو المعروف ”نابذ جعدی“ نے بارگاہ  
 رسالت میں حاضر ہو کر حضور اقدس ﷺ کی شان میں ایک طویل  
 قصیدہ مرتب فرمایا۔ اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

”آتیت رسول اللہ اذا جہ بلہدی + ویتلوا کتابا کالمخبر مسراً  
 حضرت نابذ جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دی گئی کہ ”لا یفیض اللہ  
 فاک“ یعنی اللہ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔ حضور اقدس کی مبارک دعا کا پورا اثر  
 ہوا کہ حضرت نابذ جعدی کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ



میں تمام دانت بہترین اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔“  
 صحابہ کرام ہمارے رسالت میں اپنی خوش عقیدگی کا اظہار اشعار کے دیکر میں  
 کن لفظوں میں کرتے تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ کریں۔ مولانا ہمدانی لکھتے ہیں:  
 ”حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ  
 کی مدوح و ثنائیں عرض کیا کہ:-

”کولم یکن فیہ آیات“ مبینة بکانت بدیہة بینک بالخیر۔  
 مہد رسالت میں نعت گوئی کے ارتقاء کے حلق مولانا ہمدانی لکھتے ہیں:  
 مہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا ہاد و پھیلا ہوا تھا۔  
 ”بڑے بڑے نامور شعراء نے فصیح و بلیغ عربی میں شاعری کر کے  
 اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے  
 سامنے ان کی شاعری ماند پڑ گئی اور عرب کے بڑے بڑے فصحاء نے  
 حضور اقدس ﷺ کے سامنے عاجز آنا توئے ادب تہہ کئے۔ قرآن  
 مجید اور حضور اقدس ﷺ کے دربار کے تعلیم یافتہ شعراء نے اپنے  
 ارفع و اعلیٰ کلام سے جہولت اور ساقط کر دیا اور نعت گوئی کا ایک  
 سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشق رسول کے جذبے کو  
 اپنی شاعری سے اجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے آسمان کے درخشاں  
 ستارے کی طرح بجنگائے۔ حضرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ  
 ☆ ابو محمد عبداللہ ☆ ابو یوسف عبدالرحمن بن سعید ☆ جمال الدین بن بابہ  
 ☆ علامہ بوسری ☆ امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے  
 حسن کو دیکھ کر نے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔  
 خصوصاً علامہ بوسری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ”قصیدہ نذہ شریف“ اتنا  
 راج اور مقبول ہوا کہ وہ اہل دل اور اہل عشق کے دل کی دھڑکن بن  
 گیا۔ مذکورہ شعراء نے اپنی سرخیائی سے عربی شاعری کی زینت کو



संज्ञा

۱۴۰۲ هجری قمری ۱۳۰۲ شمسی

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

میں نے اس کو دیکھا ہے۔

\* ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

لیکھو کہ = ۴      لکھو کہ = ۵

المؤمنين

توینہ سر \* بی بی بی بی بی بی بی بی

۵۱۴۸

[illegible]

\* କଟକ-୧୫/୩/୨୦୧୭

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥ ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

\* 4 = 1000000

22-23-24-25-26-27-28-29-30-31-32-33-34-35-36-37-38-39-40-41-42-43-44-45-46-47-48-49-50-51-52-53-54-55-56-57-58-59-60-61-62-63-64-65-66-67-68-69-70-71-72-73-74-75-76-77-78-79-80-81-82-83-84-85-86-87-88-89-90-91-92-93-94-95-96-97-98-99-100-101-102-103-104-105-106-107-108-109-110-111-112-113-114-115-116-117-118-119-120-121-122-123-124-125-126-127-128-129-130-131-132-133-134-135-136-137-138-139-140-141-142-143-144-145-146-147-148-149-150-151-152-153-154-155-156-157-158-159-160-161-162-163-164-165-166-167-168-169-170-171-172-173-174-175-176-177-178-179-180-181-182-183-184-185-186-187-188-189-190-191-192-193-194-195-196-197-198-199-200-201-202-203-204-205-206-207-208-209-210-211-212-213-214-215-216-217-218-219-220-221-222-223-224-225-226-227-228-229-230-231-232-233-234-235-236-237-238-239-240-241-242-243-244-245-246-247-248-249-250-251-252-253-254-255-256-257-258-259-260-261-262-263-264-265-266-267-268-269-270-271-272-273-274-275-276-277-278-279-280-281-282-283-284-285-286-287-288-289-290-291-292-293-294-295-296-297-298-299-300-301-302-303-304-305-306-307-308-309-310-311-312-313-314-315-316-317-318-319-320-321-322-323-324-325-326-327-328-329-330-331-332-333-334-335-336-337-338-339-340-341-342-343-344-345-346-347-348-349-350-351-352-353-354-355-356-357-358-359-360-361-362-363-364-365-366-367-368-369-370-371-372-373-374-375-376-377-378-379-380-381-382-383-384-385-386-387-388-389-390-391-392-393-394-395-396-397-398-399-400-401-402-403-404-405-406-407-408-409-410-411-412-413-414-415-416-417-418-419-420-421-422-423-424-425-426-427-428-429-430-431-432-433-434-435-436-437-438-439-440-441-442-443-444-445-446-447-448-449-450-451-452-453-454-455-456-457-458-459-460-461-462-463-464-465-466-467-468-469-470-471-472-473-474-475-476-477-478-479-480-481-482-483-484-485-486-487-488-489-490-491-492-493-494-495-496-497-498-499-500-501-502-503-504-505-506-507-508-509-510-511-512-513-514-515-516-517-518-519-520-521-522-523-524-525-526-527-528-529-530-531-532-533-534-535-536-537-538-539-540-541-542-543-544-545-546-547-548-549-550-551-552-553-554-555-556-557-558-559-560-561-562-563-564-565-566-567-568-569-570-571-572-573-574-575-576-577-578-579-580-581-582-583-584-585-586-587-588-589-590-591-592-593-594-595-596-597-598-599-600-601-602-603-604-605-606-607-608-609-610-611-612-613-614-615-616-617-618-619-620-621-622-623-624-625-626-627-628-629-630-631-632-633-634-635-636-637-638-639-640-641-642-643-644-645-646-647-648-649-650-651-652-653-654-655-656-657-658-659-660-661-662-663-664-665-666-667-668-669-670-671-672-673-674-675-676-677-678-679-680-681-682-683-684-685-686-687-688-689-690-691-692-693-694-695-696-697-698-699-700-701-702-703-704-705-706-707-708-709-710-711-712-713-714-715-716-717-718-719-720-721-722-723-724-725-726-727-728-729-730-731-732-733-734-735-736-737-738-739-740-741-742-743-744-745-746-747-748-749-750-751-752-753-754-755-756-757-758-759-760-761-762-763-764-765-766-767-768-769-770-771-772-773-774-775-776-777-778-779-780-781-782-783-784-785-786-787-788-789-790-791-792-793-794-795-796-797-798-799-800-801-802-803-804-805-806-807-808-809-810-811-812-813-814-815-816-817-818-819-820-821-822-823-824-825-826-827-828-829-830-831-832-833-834-835-836-837-838-839-840-841-842-843-844-845-846-847-848-849-850-851-852-853-854-855-856-857-858-859-860-861-862-863-864-865-866-867-868-869-870-871-872-873-874-875-876-877-878-879-880-881-882-883-884-885-886-887-888-889-890-891-892-893-894-895-896-897-898-899-900-901-902-903-904-905-906-907-908-909-910-911-912-913-914-915-916-917-918-919-920-921-922-923-924-925-926-927-928-929-930-931-932-933-934-935-936-937-938-939-940-941-942-943-944-945-946-947-948-949-950-951-952-953-954-955-956-957-958-959-960-961-962-963-964-965-966-967-968-969-970-971-972-973-974-975-976-977-978-979-980-981-982-983-984-985-986-987-988-989-990-991-992-993-994-995-996-997-998-999-1000-1001-1002-1003-1004-1005-1006-1007-1008-1009-1010-1011-1012-1013-1014-1015-1016-1017-1018-1019-1020-1021-1022-1023-1024-1025-1026-1027-1028-1029-1030-1031-1032-1033-1034-1035-1036-1037-1038-1039-1040-1041-1042-1043-1044-1045-1046-1047-1048-1049-1050-1051-

۱- کتب و مجلدات موجود در کتابخانه

۱- تہجہ قرآن و حدیث و احادیث

[illegible]

1907/10/17

مکتبہ اسلامیہ، لاہور، پاکستان

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥



آغاز ہوا۔ قاری زبان کی شاعری نے نئی زینت و آرائش اختیار کی اور ادب کے نئے نئے زیورات زیب تن کئے۔ قصین لغت، قوانین صرف و نحو، الفاظ ہندی، سرکھات نظم و نثر، جملہ ہندی، سخن سازی، ربط و روانی، سخن طرازی، فصاحت و بلاغت، سخن پروری، حسن بیان، سخن آرائی، جوامع النظم، سخن وری وغیرہ کے قوانین و ضوابط نافذ کئے گئے اور ان قوانین کے تحت ایک عاشق کے تخیلات، تصورات، مدعا، غماز، مہکرات، جذبات دل، جوش و ولولہ، فکر و رساں، فریگی، تاثر، غور و خوض، حالت قلب، سوختہ دلی، آزر و گی، تفتہ دلی، اضطراب، جذبہ عشق، جوش ایثار، ناکامی، مایوسی، یاس، امید، سرور، گمن، التفات، ارادت اور کیچ دل کو حسن اسلوبی سے اشعار میں اظہار کرنے کا طرز اختیار کیا گیا۔ اور اس کے ضمن میں شاعری کا ایک مستقل فن متعین کر کے کئی صناعات ایجاد کی گئیں۔“

قاری نقیہ شاعری میں ☆ حکیم سنائی غزنوی ☆ نظامی گنجوی ☆ حضرت سدی شیرازی ☆ قطار نیشاپوری ☆ علامہ جلال الدین رومی ☆ حافظ شیرازی ☆ سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی ☆ حضرت خواجہ محمد حسین الدین چشتی ☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ☆ حضرت بوعلی شاہ گندر ☆ حضرت علامہ عبد الرحمن بای ☆ حضرت نظام الدین اولیاء محمد بای ☆ حضرت امیر خسرو دہلوی ہند وغیرہ جیسے شہرہ آفاق ادباء اور جلیل القدر اولیائے ملت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت وغیرہ میں اور قاری نقیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم حضرات کے علاوہ ☆ میر درد ☆ عزت بخاری ☆ مرزا غالب ☆ اختر ایوان ☆ اقبال ☆ مظہر ☆ عرفی ☆ قدسی ☆ ظہری ☆ قلیوری وغیرہ جیسے قادر الکلام شعراء نے قاری شاعری کو عروج کی منزلت میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔



نعتیہ ادب کے فروغ میں قاری کے بعد اردو کا مقام بہت بلند ہے اردو میں نعت کہنے والوں میں دو طرح کے شعراء پائے جاتے ہیں۔

۱۔ کل وقتی نعت گو شعراء: اس عنوان کے تحت آنے والے وہ شعراء ہیں جنہوں نے سوائے حمد و نعت اور منقبت کے نظم کے اور صنف سے غرض نہیں رکھی جیسے علامہ کاشی مراد آبادی اور اعلیٰ حضرت کا فضل بریلوی وغیرہ وغیرہ۔

۲۔ جزوقتی نعت گو شعراء: اس ضمن میں وہ شعراء شامل ہیں جنہوں نے زبان و ادب کے دیگر اصناف کے ساتھ پاکیزہ نعت کہنے کی بھی طرح ڈالی اور دنیا فاقہ، نعت اور منقبت کے اشعار بھی کہتے رہے۔

اردو شاعری دو طرح کے شعراء کے کلام سے اپنے دامن کو پر کئے ہوئے ہے۔ اردو شاعری کے مطلق مولانا ہدائی کا اچھا خیال ہے کہ

”قاری نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (التوفی ۸۲۶ھ)، فرید الدین نظام (التوفی ۸۲۵ھ) اور محمد علی قطب شاہ (التوفی ۹۸۸ھ) کے کلام میں نعتیہ شاعری کے دیکھارہوئے ہیں۔

اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق بھاری کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ قاری اور عربی شاعری میں اکبر و جیشتر اولیاء، امیر، علماء، صوفیاء، علماء وغیرہ مذہبی ذہنیت رکھنے والے حضرات کا تسلط رہا، لہذا عربی اور قاری شاعری میں زیادہ تر کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت، تصوف پر مشتمل ہے۔ لیکن اردو شاعری میں اولیاء و علماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے نظم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پیدا ہو گئے جنہوں نے اردو شاعری میں عشق بھاری کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیسو لوگوں کو رنگینی سخن سے سکون و قرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں



راجا سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملت، اور ہر قسم کے شعراء جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار شعراء کھل پڑے۔ نیچے عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے اسما اس طرح ہیں:-

دلی دکنی	☆ علامہ اقبال	☆ معشر	☆ فراق گھلا پوری
سودا	☆ میر عبدالحق دہلوی	☆ حسن بریلوی	☆ مرزا اسد اللہ خاں غالب
میر تقی میر	☆ داغ دہلوی	☆ جلیل	☆ نگر مراد آبادی
اکبر الہ آبادی	☆ دانش	☆ آتش	☆ رگوپتی سہاسی فرید کوٹ بھٹی
امیر مٹلی	☆ ریاض خیر آبادی	☆ حفیظ جالندھری	☆ الطاف حسین حالی
عسکن کاکوری	☆ وصل	☆ نثر	☆ انشاء اللہ خاں انشاء
عمر خیام	☆ عرشِ ملسانی	☆ بیدل	☆ میر بہ علی انیس لکھنوی
تاہاں	☆ میر درد	☆ کرشن پرشاد	☆ محمد ابراہیم ذوق دہلوی
ار لکھنوی	☆ جزات	☆ تقیر	☆ شیخ لہام غنی تاج لکھنوی
سراج	☆ ظفر	☆ ہادی	☆ حضرت درخشاں دہلوی
اجہ	☆ کلید بدایونی	☆ کافی مراد آبادی	☆ سیما اکبر آبادی
جنگی مہرودی	☆ منور	☆ فیض احمد فیض	☆ کور مہندر سنگھ بیدی عمر
بہزاد لکھنوی	☆ بیدم دارائی	☆ اصغر گوٹروی	☆ جوش ملیح آبادی
جاں نثار اختر	☆ قاتی بدایونی	☆ ساحر لدھیانوی	☆ موسن خاں موسن
حسرت موہانی	☆ قیل شغالی	☆ آرزو لکھنوی	☆ غفار بارہ بکوی

وغیرہ وغیرہ



مولانا ہدائی نے اس فہرست کو زمانی قہقہا پابندی سے رکھا ہے۔

اردو شاعری کے اجزاء ترکیبی:-

ان تمام تفصیلات کے علاوہ مولانا ہدائی نے اردو شاعری کے اجزاء ترکیبی پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:-

”اس وقت ہم صرف مشق حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی گئی شاعری کے تعلق سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ

ضروری اور لازمی وضاحت بھی کرونا چاہئے ہیں کہ اردو شاعری کے لئے ہم بالکل سلیس زبان میں شاعری کے لوازمات کوافی، اقسام

تخلیق، منوعات وغیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ،

جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی فزل، نعت قصیدہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے منوعات کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان

تمام امور کی تنظیم کے لیے موقع سے مناسب مثال پیش کریں گے۔

علاوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازمات اقسام اور منوعات کو تین اقسام میں تقسیم کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعد ازاں ہر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

لوازمات:- یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہئے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

- |        |            |         |        |         |
|--------|------------|---------|--------|---------|
| ☆ حرف  | ☆ لفظ      | ☆ اعراب | ☆ کلمہ | ☆ مصرعہ |
| ☆ شعر  | ☆ بیت      | ☆ بند   | ☆ ردیف | ☆ قافیہ |
| ☆ مطلع | ☆ حسن مطلع | ☆ مطلع  | ☆ معنی | ☆ مشعشع |
| ☆ ٹیپ  | ☆ بحر      | ☆ قافیہ | ☆ وزن  | ☆ ربط   |



## ☆ سند ☆ تحس

شاعری کی مختلف اصناف ہیں۔ مولانا ہمدانی نے اس پر تفصیل سے بحث مثال لکھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ شاعری کے اقسام کے حلقے لکھتے ہیں۔  
 ”شعر کی زمین، طرح، مضمون، انداز شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

☆ نظم ☆ لوری ☆ گیت ☆ سرود ☆ غزل  
 ☆ حمد ☆ نعت ☆ مثنوی ☆ قصیدہ ☆ مرثیہ  
 ☆ قطعہ ☆ مثنیٰ ☆ رباعی ☆ مخمس ☆ منقبت  
 ☆ مسدس ☆ مستزاد ☆ وغیرہ۔

یہاں حیثیت اور موضوع سے متعلق اصناف کی درجہ بندی کا ذکر ہو جاتا تو بہت مناسب تھا۔

صفات:-

مضامین و خیال کے اعتبار سے شاعری کے صفات کی تعداد بھی بہت ہے۔ مولانا ہمدانی نے پہلے ان کی ایک فہرست مرحب کی بعد میں ان تمام صفات کی تعریف مثال کے ساتھ لکھ کر کارکن کو سمجھائی ہے۔ صفات کی فہرست ملاحظہ کریں۔

شاعر اپنی علمی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فن شاعری کی تحسین صفات کا استعمال کر کے، اپنے اشعار کو حریں کر کے، ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ صفات ذیل میں اجمالاً مذکور ہیں:-

☆ استعارہ ☆ تشبیہ ☆ مبالغہ ☆ اقتباس  
 ☆ تضاد ☆ تلمیح ☆ تلمیح ☆ تھابل عارقانہ  
 ☆ تجنیس کامل ☆ تجنیس ناقص ☆ مقابلہ ☆ مراعاة الطیر



☆ مستزاد ☆ لف و نشر ☆ قضین ☆ تعصیب ☆  
 ☆ تسمیق الصفات ☆ خط توام ☆ گریز ☆ حسن تعلیل ☆  
 ☆ اتصال ترتیبی ☆ قصیدہ مرصع ☆ ترصیع ☆ ترجیح بند ☆  
 ☆ حسن طلب ☆ مقلوب مستوی ☆ مقوب کل ☆ مسط ☆  
 ☆ غزل الغنیمین ☆ ایہام ☆ اشتقاق ☆ شہ اشتقاق ☆  
 ☆ میاق الاعداد ☆ وغیرہ وغیرہ

وزن اور غزل:-

علاوہ ازیں مولانا ہمدانی نے شاعری کے اوزان بحر پر بھی سیر حاصل کھنگو کرنے کی پوری پوری سعی کی ہے۔ کہاں تک تفصیل سے لکھا جائے۔ یہ تو قارئین ہی مطالعہ کے بعد اس کا اندازہ لگائیں گے۔ مولانا ہمدانی نے اعلیٰ حضرت کی نعت کی فنی اور ادبی خصوصیات سے اپنے قارئین کو روشناس کرانے کے لیے کس قدر محنت کی ہے اور کتنی کتابوں کا مطالعہ کر کے اس کا نچوڑ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ وزن اور بحر کا ایک پورا نقشہ بنا کر انھوں نے قارئین کے لئے سہولت فراہم کر دی ہے ملاحظہ کریں۔

”شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تولنے کے لئے جو بیان مقرر کئے گئے ہیں انھیں بحر کہا جاتا ہے۔ ان بحر میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہو سکتا۔ اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔ شعر کے وزن کرنے کا جو فن ہے وہ ”علم عروض“ کہلاتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فن عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔ جس کو تقطیع کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم غلیل بن احمد ہے۔ جو ۱۰۳۰ھ مطابق ۱۷۱۷ء میں پیدا ہوا



اور ۷۱ء مطابق ۷۸ء میں وفات پائی۔ خلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔ خلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحور کے بعد ابوالحسن انعمانی، برزجمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحرا بھاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحریں مقرر ہوئیں۔ پھر ان ۱۹ بحور کو الگ الگ بحروں میں تقسیم کیا گیا اور کل چھ (۶) بحریں تعین کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں لہذا ناظرین کی خاطر طبع فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحور کا نقشہ مع اس کے اقسام و اوزان کے پیش خدمت ہے۔“

### نوع بحور مع کیفیت، اقسام و اوزان

نمبر بحور کا نام	کیفیت	کل اقسام	اس بحر سالم کا وزن
۱ ہزج	مفرد	۱۱	مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۲ رجز	”	۵	مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۳ رمل	”	۷	فاعلاتن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۴ متقارب	”	۶	فعولن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۵ کامل	”	۱	مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۶ وافر	”	۱	مفاعیلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۷ مقدارک	”	۷	فاعلن - چار مرتبہ ایک مصرعہ میں
۸ منسوخ مرکب		۵	مستفعلن مفعولات - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۹ مضارع	”	۷	مفاعیلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں



۱۰	سریع	//	۶	مستفعلن مستعلن مفعولات - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۱	خفیف	//	۳	فاعلاتن مستفعلن فاعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۲	محبت	//	۳	مستفعلن فاعلاتن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۳	مقتضب	//	۳	مفعولات مستفعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۴	طویل	//	۱	فعولن مفاعیلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۵	مدید	//	۱	فاعلاتن فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۶	بسیط	//	۱	مستفعلق فاعلن - دو مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۷	جدید	//	۱	فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۸	قریب	//	۴	مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں
۱۹	مشکل	//	۱	فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن - ایک مرتبہ ایک مصرعہ میں

### میزان: ۷۴

مذکورہ بحر میں سے سات (۷) بحر میں مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحر میں مرکب (Combined) ہیں۔ کل انہیں (۱۹) بحر میں اصل ہیں اور یہ انہیں بحر میں منقسم ہو کر کل ۷۴ بحر میں ہو گئیں۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے محاسبے سے ہو جائے گا۔ اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے، وہ ان مذکورہ ۷۴ بحر میں سے کسی ایک وزن پر ہوتی ہے۔ کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا



ہے لیکن علم عروض کا پورا دار و مدار قطع پر ہے۔

کلام رضا کی فنی خصوصیت :-

مولانا عبدالستار ہمدانی نے اپنی اس تحریر میں کلام رضا کی تین خوبیوں کی طرف کافی تفصیل سے گفتگو کی ہے وہ خوبیاں ہیں۔

۱۔ حسن مطلع

۲۔ قریب البحر وک۔ بحر کوئی زندگی

۳۔ کلام رضا میں سکرست اور ہندی زبان کا استعمال

اس کی پوری تفصیل مولانا ہمدانی کے لفظوں میں ملاحظہ کریں

## حسن مطلع

جس غزل یا قصیدے کے دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں اس کو حسن مطلع کہا جاتا ہے عموماً ہر شاعر اپنی غزل یا قصیدے کے مطلع یعنی پہلے شعر کے دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کرتا ہے کیونکہ فن و ادب کے اعتبار سے وہ ضروری امر ہے مطلع کے بعد دیگر اشعار میں وہ صرف مصرعہ ثانی میں ردیف و قافیہ کا التزام کرتا ہے۔ دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کرنا ضروری نہیں لیکن پھر بھی کبھی کبھی شاعر مطلع کے بعد کے شعر میں اس امر کی طرف التفات کر کے دونوں مصرعوں میں ردیف و قافیہ کا استعمال کر لیتا ہے۔ اور اس کا شمار شاعر کی فن کی خوبی میں ہوتا ہے اور شاعر کی اس خوبی فن کو سراہنے کے لئے ایسے شعر کو حسن مطلع سے ملقب کیا جاتا ہے۔ اردو ادب کے نامور شعراء کے کلاموں میں حسن مطلع کی بہت ساری مثالیں پائی جاتی ہیں مثلاً :-

(۱) مرزا غالب :-

آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن میں نہیں  
ہے گریباں نگ پیرا ہن جو دامن میں نہیں (مطلع)



ضعف پائے گر یہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اڑ گیا جوخوں کہ دامن میں نہیں (حسن مطلع)  
 مرزا غالب کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے  
 پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔  
 مرزا غالب کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں  
 صرف ایک قطعہ نمبر ۶ ”مسی آلودہ سر انگشت حنا لکھئے“ میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔  
 (۲) قانی بدایونی:-

ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے  
 مبر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)  
 قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے  
 آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)  
 قانی بدایونی کے دیوان کلیات قانی میں کل انسٹھ (۵۹) اشعار حسن مطلع  
 کے پائے جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک کسی میں دو یا تین۔  
 جس غزل میں سب سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں وہ غزل ”زبان مدعا آشنا  
 چاہتا ہوں ÷ دل اب زندگی سے خفا چاہتا ہوں“ والی غزل ہے۔ اس غزل میں  
 حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔  
 (۳) اصغر گوٹھ دی:-

مستی میں فروغ رہن جاں نہیں دیکھا  
 سنتے ہیں بہار آئی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)  
 زاہد نے میرا حاصل ایماں نہیں دیکھا  
 رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسن مطلع)  
 اصغر گوٹھ دی کے کلام کے مجموعے ”نشاط زندگی“ اور ”سرور  
 زندگی“ میں حسن مطلع کے کل اڑتالیس (۴۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک



غزل میں زیادہ سے زیادہ تین اشعار ہیں ایسی صرف دو غزلیں ہیں۔ ☆ ”رخ  
رنگیں پہ موجیں ہیں تبسم ہائے پنہاں کی“ اور ☆ ”شاید کہ پیام آیا پھر وادی سینا  
سے“ ان دونوں غزلوں میں حسن مطلع کے تین اشعار پائے جاتے ہیں۔  
(۴) کلیل بدایونی:-

ہوں دل میں عشرت غم جاں لئے ہوئے  
سحر ہے رنگ و بوئے گلستاں لئے ہوئے (مطلع)  
ذوق گناہ عزم پشیاں لئے ہوئے  
کیا کیا ہنر ہیں حضرت انساں لئے ہوئے (حسن مطلع)  
کلیل بدایونی کے کلام کے مجموعے ☆ ”رعنایاں“ ☆ ”منم و حرم“  
☆ ”شبستاں“ ☆ ”رنگینیاں“ میں کل ایک سو چو سٹھ (۱۶۳) اشعار حسن مطلع کے  
پائے جاتے ہیں۔ کل ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسن مطلع کے اشعار  
پائے جاتے ہیں لیکن بجز ایک غزل کے کسی بھی غزل میں حسن مطلع کے دو سے زائد  
اشعار نہیں صرف ایک غزل ”دانتہ سامنے سے جو وہ بے خبر گئے“ دل پر ہزار طرح  
کے عالم گزر گئے“ میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں۔ سولہ (۱۶) غزلوں میں  
حسن مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس (۱۲۷) غزلوں میں حسن مطلع کے  
صرف ایک ایک شعر ہی ہے۔

(۵) فیض احمد فیض:-

شاخ پر خون گل رواں ہے وہی  
شونہی رنگ گلستاں ہے وہی (مطلع)  
سروہی ہے ، تو آستاں ہے وہی  
جاں وہی ہے ، تو جانِ جاں ہے وہی (حسن مطلع)  
فیض احمد فیض کے کلام کے مجموعے ☆ ”دستِ صبا“ ☆ ”نقشِ فریادی“  
☆ ”زنداں نامہ“ ☆ ”دستِ جہرہ رنگ“ اور ☆ ”سروادی سینا“ کی صرف تیرہ (۱۳)



غزلوں میں سب ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔ صرف ایک ہی غزل میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ”طوقان بدول ہے ہر کوئی دلدارد یکناہ گل ہونہ جائے“ مشعل رخسار دیکھتا ہے۔ (۶) جگر مراد آبادی:-

نظر تلے عی دل کو وقت تسلیم درخا کر دے  
جہاں سے ابتداء کی ہے وہیں پر اچھا کر دے (مطلع)  
وقا کو دل کو صدقے، جان کو نذر جفا کر دے  
محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہوگا کر دے (حسن مطلع)  
علی سکندر جگر مراد آبادی کے کلام کے مجموعے ”☆ نقطہ طور“  
☆ ”جذبات جگر“ ☆ ”آتش گل“ ☆ ”لمعات طور“ ☆ ”خیالات جگر“ کی کل  
دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں کل چار سو پچیس (۲۵۵) اشعار حسن مطلع کے پائے  
جاتے ہیں۔ مذکورہ دوسو سولہ (۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی  
ہے کہ جس میں حسن مطلع کے سب سے زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔  
اور وہ غزل کلیات جگر مراد آبادی صفحہ ۷۲ پر ہے۔ غزل کا مطلع ہے ”اک لفظ  
محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے + سٹے تو دل عاشق، پھیلے تو زمانہ ہے۔“

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسن مطلع کے اشعار کا  
جو اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں سے صرف  
جگر مراد آبادی کے کلام میں ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسن مطلع کے  
آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگر صاحب کو بھی جگر تھا مٹا پڑے ایسی مثال  
امام مشق و محبت حضرت رضا علیہ السلام والرحمۃ والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔  
”حدائق بخشش“ حصہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت رضا علیہ السلام نے غزل۔ کے انداز  
میں مرقوم فرمایا ہے۔ اس قصیدہ کا نام قصیدہ ”نور“ ہے۔ اس قصیدے میں حضرت



:- ۱. ۲. ۳. ۴. ۵. ۶. ۷. ۸. ۹. ۱۰. ۱۱. ۱۲. ۱۳. ۱۴. ۱۵. ۱۶. ۱۷. ۱۸. ۱۹. ۲۰. ۲۱. ۲۲. ۲۳. ۲۴. ۲۵. ۲۶. ۲۷. ۲۸. ۲۹. ۳۰. ۳۱. ۳۲. ۳۳. ۳۴. ۳۵. ۳۶. ۳۷. ۳۸. ۳۹. ۴۰. ۴۱. ۴۲. ۴۳. ۴۴. ۴۵. ۴۶. ۴۷. ۴۸. ۴۹. ۵۰. ۵۱. ۵۲. ۵۳. ۵۴. ۵۵. ۵۶. ۵۷. ۵۸. ۵۹. ۶۰. ۶۱. ۶۲. ۶۳. ۶۴. ۶۵. ۶۶. ۶۷. ۶۸. ۶۹. ۷۰. ۷۱. ۷۲. ۷۳. ۷۴. ۷۵. ۷۶. ۷۷. ۷۸. ۷۹. ۸۰. ۸۱. ۸۲. ۸۳. ۸۴. ۸۵. ۸۶. ۸۷. ۸۸. ۸۹. ۹۰. ۹۱. ۹۲. ۹۳. ۹۴. ۹۵. ۹۶. ۹۷. ۹۸. ۹۹. ۱۰۰.

[illegible]

- انتہائی پریشانی؟

[illegible]



- رونے کو نہیں کوئی ، ہنسنے کو زمانا ہے
- ۵ وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے حسن مطلع نمبر ۴
- سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے
- ۶ شارع ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانہ ہے حسن مطلع نمبر ۵
- فطرت مرا آئینہ ، قدرت مرا شانا ہے
- ۷ جوان پر گزرتی ہی ، کس نے اسے جانا ہے حسن مطلع نمبر ۶
- اپنی ہی مصیبت ہے ، اپنا ہی فسانا ہے
- ۸ کیا حسن نے سمجھا ہے ، کیا عشق نے جانا ہے حسن مطلع نمبر ۷
- ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے
- ۹ آغاز محبت ہے ، آنا ہے نہ جانا ہے حسن مطلع نمبر ۸
- اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانہ ہے

مذکورہ حسن مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ (۱۶) قافیوں کی ضرورت تھی لیکن جگر صاحب صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔

(۱) فسانا - ۳ / مرتبہ (۲) زمانہ - ۵ / مرتبہ (۳) دانہ - ۱ / مرتبہ (۴) نشانہ - ۱ / مرتبہ (۵) مانا - ۱ / مرتبہ (۶) بہانا - ۱ / مرتبہ (۷) شانا - ۱ / مرتبہ (۸) جانا - ۱ / مرتبہ استعمال کر کے قافیوں کی قلت (Shortage) کا اظہار فرمایا ہے۔

لیکن حضرت رضا بریلوی نے اپ نے قصیدہ نور کے حسن مطلع کے ۳۶ اشعار کے لئے ۹۲ قافیوں کے لئے (۸۷) الفاظ کا استعمال فرما کر دنیائے ادب پر اپنی خن شای کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضا نے ۸۷ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔ وہ اس طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) گلہ دو مرتبہ (۳) سجدہ دو مرتبہ (۴) ستارہ - دو مرتبہ (۵) کرہ (۶) پودا (۷) والا (۸) اعلیٰ (۹) بدلا - بمعنی تغیر (۱۰) بدلا - بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پیالہ (۱۳) صدقہ (۱۴) کعبہ (۱۵) شملہ (۱۶) صحیفہ (۱۷) عمامہ - دو مرتبہ (۱۸) بالا (۱۹) بلہ (۲۰) پھر یا



(۲۱) شفیقہ (۲۲) قبالہ (۲۳) پسینہ (۲۴) سوتا (۲۵) ..... (۲۶) شعاع  
(۲۷) گھما (۲۸) زچاہ (۲۹) ..... (۳۰) چلا (۳۱) کرتا (۳۲) ماتھا (۳۳)  
سیما (۳۴) نگڑا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا (۳۷) شہانہ (۳۸) دوہالا (۳۹) ایکا  
(۴۰) ترانہ (۴۱) لہرا (۴۲) آیہ (۴۳) معنی - دو مرتبہ (۴۴) بھالا (۴۵)  
دکھایا (۴۶) مڑوہ (۴۷) دھڑکا (۴۸) دریا (۴۹) اہلا (۵۰) رہا تھا (۵۱)  
کلیجا (۵۲) بٹھایا (۵۳) علاقہ (۵۴) توڑا - روپیوں کی قسلی (۵۵) توڑا بمعنی  
خسارہ (۵۶) کاسہ (۵۷) مہینہ (۵۸) دعویٰ (۵۹) پھلکا (۶۰) تنغا (۶۱) ٹیکا  
(۶۲) اس با (۷۰) اندھا (۷۱) نگینہ (۷۲) تڑکا (۷۳) دھندکا  
(۷۴) بڑھتا (۷۵) ذرا سا (۷۶) مٹلی (۷۷) قبہ (۷۸) پہرا (۷۹) پرندہ  
(۸۰) شیدا (۸۱) دوپٹا (۸۲) کشتہ (۸۳) چھینا (۸۴) جملہ (۸۵) پچا  
(۸۶) آتا (۸۷) استعارہ -

مگر مراد آبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا  
مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ”حسن“ و ”عشق“ کے چکر میں پھنس کر معشوقہ  
کے عشق میں تڑپنے اور آنسوؤں کے بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ان  
آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت  
کافسانے کا رونا رو یا گیا ہے۔ کوئی معنی خیز الفاظ یا فن شاعری کی کسی صنعت پر  
دست آزمائی نظر نہیں آتی جب کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے اشعار کا  
ایک ایک لفظ علم و عرفان کا گوہر بنایا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کی  
کئی صنعتیں مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تلخیص، مقابلہ، تجنیس کامل  
وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سو صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔  
الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حسن بھی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ نکھرا ہوا  
نظر آتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے مذکورہ قصیدۂ نور کے علاوہ وہ دیگر



چالیس (۴۰) نعتوں، مہجوں وغیرہ میں دی حسن مطلع کا استعمال فرمایا ہے اور حسن مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

”واہ کیا جو دو کرم ہے شہ بطحاتیرا“۔ نعت میں تین (۳) حسن مطلع ہیں۔

”ماہ سیمہ ہے احمد نوری“۔ منقبت میں سات (۷) حسن مطلع ہیں۔

”اے امام الہدیٰ محبت رسول“۔ منقبت میں دس (۱۰) حسن مطلع ہیں۔

## ”قریب الفناء متروک بحر کوئی زندگی“

حضرت رضا بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ”زمین و زمان تمہارے لئے“ جس بحر میں کہی ہے وہ ”بحر وافر سالم“ صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے یہ بحر عربی سے مخصوص ہے اور اردو میں رائج نہیں (حوالہ: ”فن شاعری“ از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی۔ بلکہ اس بحر کو فارسی اور اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک کر دیا تھا اور دنیائے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب الفناء ہو گئی تھی لیکن حضرت رضا بریلوی کے قلم حیات بخش نے اس بحر کو نئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا جو بن اور شباب بخشا اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشق رسول کے میکتے پھولوں کی شکل میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن و زینت سے آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوس ہو کر فراموش کر دیا تھا، اس بحر کو حضرت رضا بریلوی نے بزم ابھار کی شمع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہ دشوار کو سہل بنا کر اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس دشوار بحر میں پوری حسن ترتیب سے اشعار کی صنعت بندی فرما کر روانی پیدا کی ہے اسے دیکھ کر اہل علم و ادب حش حش پکاراٹھے ہیں۔ حضرت رضا



-: حق تعالیٰ کی عبادت میں

[illegible]



(۱۹۹۶ء - ۱۹۹۷ء) - ۱۹۹۶ء - ۱۹۹۷ء

-: امیدوارم از این جزوه استفاده کنید و در امتحان موفق شوید -:

۱۰۰ - آیت الکرسی کے بارے میں جو حدیثیں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں صحیح ہیں۔

[illegible]



۱۳	۱۱۶	۴	ڈر بجھائے کوئی پون ہے	پون = ہوا، باد، سانس	سکرت	۲۶۵
۱۴	۱۳۳	۲	جونی کے پاس ہے وہ سہاگن کورکی ہے	پنی = پرہتم، معشوق، پیارا	ہندی	۳۳۲
۱۵	۱۱۷	۱۱	۱۱ ۱۱ ۱۱	سہاگن = وہ عورت جس کا شہر زخمہ ہو	ہندی	۸۳۳
۱۶	۱۱۸	۱۱	۱۱ ۱۱ ۱۱	کتورہ = شہزادہ	ہندی	۱۰۳۷
۱۷	۱۳۸	۸	۸ ۸ ۸ ۸ ۸ ۸ ۸ ۸	سہوہارک، مسود	سکرت	۷۷۵
۱۸	۱۳۹	۲	جھول نیدھیا کی پانی اترن	اترن = پہنچے ہوئے پرانے کپڑے	ہندی	۶۳
۱۹	۱۴۰	۳	کہ رت سہانی گھڑی بھرے گی	رت = موسم، سماں، فصل	ہندی	۷۰۴
۲۰	۱۴۱	۸	گھرے تھے بادل بھرے تھے جل قفل	= پانی سے بھری ہوئی زمین	سکرت	۳۶۶
۲۱	۱۵۳	۱	کے طے گھاٹ کا کنارہ	گھاٹ = صبا سے اترنے کا حکم	ہندی	۱۱۹

ناصرین کرام کی خیانت طبع کی خاطر حدائق بخشش حصہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حصہ اول، دوم اور سوم میں سکرت اور ہندی کے اچھے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں سکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

☆ حضرت رضا کے اشعار میں سکرت اور ہندی الفاظ :-

☆ بن کنر بھیاک ☆ دھار ☆ جیم ☆ باڑا ☆ مت ☆ چن ☆



کمال ☆ سنان ☆ پاٹ ☆ چٹا ☆ چھالا ☆ سوا ☆ دھون ☆ ماتھا ☆ بھنور ☆  
 جنم ☆ داتا ☆ پاٹ ☆ چنگ ☆ کوہلی ☆ ٹھک ☆ کوڑی ☆ پت ☆ دھ ☆ دھ ☆  
 جڑا ☆ کھٹا ☆ پھالس ☆ کنول ☆ دھیان ☆ چٹا ☆ گھری ☆ سہاگ ☆  
 بھوکا ☆ لاج ☆ کھی ☆ ماما ☆ پل ☆ جگنو ☆ بدرا ☆ چینٹ ☆ گانڈھ ☆  
 مہاراجہ ☆ کھ ☆ جگ ☆ راج ☆ بین ☆ سیس ☆ چھوٹ ☆ دک ☆ گودی ☆  
 سکھیں ☆ گھٹا ☆ دیو ☆ پتا ☆ رس ☆ بوٹی ☆ ان ☆ داتا ☆ پٹر یا ☆ دھان ☆  
 نین ☆ ملا ☆ ادھار ☆ کرپا ☆ نیر ☆ بھرن ☆ کھٹا ☆ برہما ☆ آچل ☆ برکھا ☆  
 درشن ☆ تیا ☆ چوں ☆ لہنا ☆ کلس ☆ چھاگل ☆ ناگنی ☆ وغیرہ

مذکورہ الفاظ کے علاوہ سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ  
 محاورے اور کہاوت کو حضرت رخصا بریلوی علیہ الرحمۃ نے اپنے اشعار میں ایسے  
 حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت  
 وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبان دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر  
 کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا ہے بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔  
 آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ گجرات و سوراشر دستان اردو کے کسی بھی  
 کتب سے براہ راست وابستہ نہیں رہے ہیں۔ اس کے باوجود اس علاقے میں  
 اردو زبان و ادب کا فروغ مسرت آمیز اور حیرت انگیز ہے۔ اس اطراف و  
 جوانب کے علماء اور ادباء کی تصنیفی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

چند سال پہلے میرا خیال تھا کہ اچھا شعر کی تعقید کا حجاج نہیں ہوتا۔ لیکن  
 عمر کے ساتھ ساتھ میرا خیال بدلا گیا۔ یہ سمجھ ہے کہ اچھا شعر خود اپنی کیفیت کا بڑی  
 حد تک اظہار کر دیتا ہے۔ پڑھنے والا شعر پڑھ کر خود سمجھ جاتا ہے کہ اس پر کیا  
 کیفیت طاری ہوئی۔ لیکن مچی تعقید ہمیں یہ بتاتی ہے کہ شعر میں وہ کیفیت ”کیوں  
 “ پیدا ہوئی نتیجتاً شعر پڑھنے والا، سننے والا جب اس شعر کی مچی تعقید پڑھتا ہے تو  
 وہ یہ تو جان جاتا ہے کہ اس پر کیا کیفیت طاری ہوئی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی



جان لیتا ہے کہ وہ کیفیت ”کیوں“ طاری ہوئی۔ جب وہ کیوں پر غور کرتا ہے اور تقابلی مطالعہ کرتا ہے تو اسے یہ بھی علم ہو جاتا ہے کہ فلاں صنعت کے استعمال سے ایک شاعر کے یہاں تو یہ کیفیت ہے اور دوسرے شاعر کی یہاں وہ کیفیت ہے۔ یہ موازنہ نہ صرف یہ کہ لطف دیتا ہے بلکہ پڑھنے والے کو قدر شناسی کے قریب تر کر دیتا ہے۔ علامہ ہمدانی کی اس کتاب سے یہی لطف و خبر حاصل ہوتے ہیں۔ بہت سے روزن اور درتے بچے کھل گئے ہیں اور ان کی شفاف روشنی میں امام احمد رضا کے چمکتے ہوئے اشعار اور بھی زیادہ جگمگا اٹھتے ہیں۔ یہی اس کتاب کا حاصل ہے۔ کتاب پڑھتے وقت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاعری کی روح تک رسائی ہونے کی امید بندھ جاتی ہے یہی مولانا ہمدانی کا کمال ہے۔

علامہ ہمدانی نے کتاب کے آخر میں جن تین عنوانات پر گفتگو کی ہے وہ حضرت رضا کی شاعری کا محاکمہ کرنے کے بعد ضروری تھی کہ اردو تنقید کی اس نا انصافی کا بھانڈا پھوٹ سکے جو حضرت امام اہلسنت کے ساتھ روا رکھی گئی۔ کتاب کو پڑھ کر جو فوری تاثر پیدا ہوتا ہے اسے یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ علامہ ہمدانی پور بندر کے باشندے ہیں اور گجرات کلاسیکل اردو کے کسی مرکز سے باضابطہ وابستہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود انھوں نے علمی زبان کو سلاست اور روانی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

تحقیقی کتاب عموماً غیر جانب دراہو کر لکھی جاتی ہے۔ اس کتاب کے متن کے وہ حصے جو تقابلی مطالعہ پیش کرتے ہیں غیر جانب داری کے وصف سے مملو ہیں لیکن بعض مقامات پر علامہ ہمدانی اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے ہیں اور ایسے ہر مقام پر اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضوان سے ان کی محبت بولتی ہوئی نہیں بلکہ چمکتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

۳۔ جستجو اور تنقح کو علامہ ہمدانی نے اپنی کتاب کی اساس بنایا ہے۔ موازنہ کے لیے جن شعراء کے اشعار کا انتخاب کیا ہے وہ انتخاب علامہ کی جستجو کا



آئینہ دار ہے۔

۴۔ کتاب کیلئے تنقیدی ہے نہ مکمل طور سے تحقیقی۔ اور ایسا علامہ ہدائی کے بحر بیان کی وجہ سے نہیں ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کتاب کے مضمولات تنقید اور تحقیق کا ایسا حسین احتراج ہیں کہ مجھے ایک نئی اصطلاح اختراع کرنے کی ضرورت پیش آگئی کہ یہ کتاب اپنے متن کے مضمولات کے باوصف نہ تو صرف ناقدانہ ہے اور نہ ہی صرف تحقیقانہ۔ بلکہ سچ پوچھئے تو ”مُحَقِّدَانَّة“ ہے جس میں تنقید کی روشنی کے علاوہ تحقیق کا نور بھی سویا ہوا ہے۔

۵۔ کلام رضا میں خوبیاں تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا لیکن اچھے طعام کو خوب صورت دسترخوان پر خوش نما انداز سے سجادینا ایک الگ ہنر ہے جس سے علامہ ہدائی سرخ رو عہدہ برآمد ہوئے ہیں۔

۶۔ مومن کی فراست اور محبت کرنے والی نگاہ دونوں بہت خیر ہوتی ہیں۔ علامہ ہدائی کو قدرت کی طرف سے یہ دونوں نعمتیں خوب خوب ملی ہیں۔ ان کی نگاہ سے اعلیٰ حضرت کے کلام کے ان حصوں کی خوبیاں بھی نکالیں سکی ہیں جنہیں عام طور پر سرسری انداز میں پڑھ کر لوگ گزر جاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ درضوان کو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو محبت اور محبت تھی اور ان کی شعری اور نثری کارناموں پر جو نظر اور مہارت تھی وہ اب تاریخ کا ایک حصہ ہے۔ ایک بار ایک بڑے عالم دین نے اعلیٰ حضرت کا شعر پڑھا جس کا مصرع یوں تھا۔

رب سلم کہنے والے غم زدہ کا ساتھ ہو

حضور احسن العلماء علیہ رحمۃ درضوان نے ان عالم کو بلا کر بتایا کہ اعلیٰ حضرت کا نعت کے میدان میں وہ پاس ادب ہے کہ وہ اقائے دو عالم کے غم کا مارا ہوا (غم زدہ) نہیں کہہ سکتے۔ اصل میں ترکیب ہے ”غم زدہ“ یعنی غم سے پاک و صاف۔ بعد میں جب حقائق بخشش کا اصل مسودہ دیکھا گیا تو یہی بات صحیح تھی۔



کلام رضا کے سلسلے میں ایسی ہی بہت سی باتوں پر عوام کی حد تک نگاہوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ ”حسان الہند“ کے مشمولات کی قینچی نے ان پردوں کو کتر کر پھٹک دیا ہے۔

۷۔ اس کتاب کو پڑھ کر عام قاری بھی سمجھ لے گا کہ کلام رضا کے معنوی جوہر یعنی عشق رسول کے بعد کئی شعر کی جو خوبی ہے وہ کس صنعت یا کس التزام کے باعث ہے۔

۸۔ یہ کتاب حدائق بخشش کی کلید نہیں بلکہ شوکیس (SHOWCASE) ہے۔ اسے پڑھئے اور پھر جس شعری صنعت کی مثال میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمت و رضوان کا شعر جاننا چاہیں آسانی کے ساتھ مل جائے گا۔

یہ کتاب قاری کو اردو کے قریب لاتی ہے، نعت کے قریب لاتی ہے اور شاعری کی روح تک رسائی دیتی ہے اور اپنے موضوع کی مناسبت سے اس عاشق محبوب خدا کے شعری ذہن کی کیفیات کا آئینہ دکھاتی ہے جس سے بہتر کم از کم زبان اردو میں کسی نے نعت نہیں کہی۔

رب جلیل سے دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب سرکارِ دو عالم ﷺ کے طفیل میں علامہ ہمدانی کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انھیں دارین میں اس کی جزاء دے اور قارئین پر اس کتاب کا فیض ارزاں فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین ﷺ۔

خیر اعلیش

سید محمد اشرف برکاتی

سجادہ نشین خانقاہ عالیہ برکاتیہ۔ مارہرہ مقدسہ  
انکم ٹیکس کیشنرز۔ علیگزہ



# پیش لفظ

**ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم**

**ریڈر شعبہ علوم اسلامیہ ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی**

رہبر کی رو نعت میں گر حاجت ہو

نقش قدم حضرت حسان بس ہے

یہ شعر امام اہل سنت مولانا احمد رضا قاضی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔

اس کے مصرع ثانی میں حضرت حسان سے مراد شاعر النبی حضرت حسان بن ثابت

انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی ہے۔ یہ حضرت حسان یعنی ہیں جن کی مومنانہ

شاعری کی عظمت و سربلندی کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہم آتدہ بروح

القدس کے ذریعہ دعا فرمائی وہ دعا بارگاہ الہی میں مقبول ہوئی جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت

حسان بن ثابت پوری دنیا میں شعر و سخن کا ملکہ رکھنے والے نعت گو شعرائے کرام کے امام

بن گئے۔ دنیائے نعت نگاری میں ان کی امامت و سیادت کا جو سکہ ابتدائے اسلام میں

جاری ہوا وہ تادم تحریر جاری ہے اور انشاء اللہ تا قیام قیامت جاری و ساری رہے گا۔

نعت گو شعرائے کرام نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

شخصیت سے کس قدر استفادہ کیا ہے اس کا اندازہ تو ان نعت گو شعراء کی نگارشات کے

مطالعہ کے بعد لگایا جاسکتا ہے۔ البتہ بیسویں صدی کی عظیم نعت گو شخصیت حضرت مولانا

احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ والرضوان جنہیں دنیائے شعر و سخن میں ”حضرت رضا بریلوی“

سے جانا جاتا ہے انہوں نے نعت نگاری میں نہ صرف قرآن و احادیث کے مضامین



باندھے بلکہ دنیائے نعت میں حضرت حسان کو اپنا قائد و رہنما بنا کر نعت نگاری کی عظمت کو دوبالا کر دیا۔

حضرت رضا بریلوی کا علمی مقام و مرتبہ کیا ہے اپنے اور بے گانے بھی جانتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کچھ لوگ انہیں پڑھ کے جانتے ہیں اور کچھ لوگ صرف سن کر ہی ان کی عظمت کے معترف ہیں۔ یہاں ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کر کے ان کا علمی قد بلند کرنا مقصود نہیں بات صرف اتنی سی ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا آشیانہ علم و فضل کی جس بلندی پر ہے اس تک رسائی بیسویں صدی میں بہت ہی کم ارباب فضل و کمال کو ہوئی۔ جن اصحاب فکر و نظر نے ان کی شخصیت کا مطالعہ براہ راست ان کی تصانیف سے کیا ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ بیسویں صدی میں جو سربراہ آوردہ شخصیتیں گذری ہیں، ان میں کسی کو ایک تو کسی کو دوسرے فن میں کمال تھا۔ مگر قربان جائے حضرت رضا بریلوی کی علمی عبقریت پر ان کی نظر تمام علوم و فنون پر یکساں تھی۔ وہ بیک وقت کئی فنون اور مضامین پر نہ صرف درک رکھتے تھے بلکہ انہوں نے ہر فن میں اپنی قلمی نگارشات بھی چھوڑی ہیں۔ متعدد فنون میں چھوٹی بڑی ایک ہزار تصانیف ان سے یادگار ہیں۔ اس تعلق سے تفصیلی معلومات کتب سوانح میں دیکھی جاسکتی ہے۔

راقم کی معلومات کے مطابق ہندوستان کا یہ واحد عالم اور ادیب و شاعر ہے جس کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر ریسرچ و تحقیقی سرگرمیاں پورے عالم اسلام میں جاری ہیں اور خود برصغیر میں بیسویں صدی کے ریلج آخر سے جس تیزی سے کام ہوا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے اور عہد حاضر میں متعدد تحقیقی و اشاعتی اداروں نے ان کی شخصیت کے اہم مخفی گوشوں کی تلاش اور اس کی اشاعت سے یہ ثابت کر دکھایا ہے۔

جو کچھ ہے اس صدی میں وہ تنہا رضا کا ہے

شعرو سخن ایک خداداد ملکہ ہے اس کا حصول ریاضت و مجاہدہ سے ممکن نہیں۔ حضرت



رضا بریلوی کو اللہ تعالیٰ نے اس نعت اور صلاحیت سے بھرپور نوازا تھا اور اس کی توفیق بھی بخشی تھی کہ وہ اپنی صلاحیت کا استعمال اس شخصیت کی تعریف و توصیف میں استعمال کریں جس کی شان اقدس میں اللہ رب العزت نے پورا قرآن کریم نازل فرمایا ہے۔ حالانکہ وہ اپنی شاعرانہ صلاحیت کو گل و بلبل، حسن و عشق، زلف و گیسو، شراب و کباب، سوز و درد کی داستان کی نذر کر سکتے تھے۔ مگر نہیں جس طرح انہوں نے اپنی دیگر صلاحیتیں مذہب حق کی نشر و اشاعت میں صرف کیں اسی طرح اپنی شاعرانہ صلاحیت کو بھی حمد خدا، نعت مصطفیٰ اور منقبت اولیاء میں استعمال کیا۔ جس کے طفیل ان کی شاعرانہ عظمت بلند سے بلند تر ہو گئی۔ اردو ادب کے دامن میں اگر صنف نعت کو کوئی جگہ ملتی تو بلاشبہ نعت کو شعراء میں حسان الہند حضرت رضا بریلوی سرفہرست ہوتے۔ اردو ادب کا دامن صنف نعت جیسی مقدس شاعری سے خالی ہے۔ اس میں کیا حکمت و مصلحت کا رفرما ہے اس سلسلہ میں وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ ان اردو کے مسجاؤں میں اگر کوئی عاشق رسول ہوتا تو اردو کا دامن نعت جیسی مقدس صنف سے خالی نہیں رہتا۔ اردو ادب کے نصاب میں نعتیہ شاعری کی شمولیت کے سلسلہ میں نعت اکیڈمی لاہ آباد، رضا اکیڈمی، بمبئی کے علاوہ انفرادی طور پر بھی کچھ کوششیں ہو رہی ہیں۔ خدا کرے ان حضرات کی کوششیں بار آور ہوں اور نعتیہ شاعری کو عالمی ادب کے تناظر میں دیکھنے اور پرکھنے کا موقع فراہم ہو۔

حضرت رضا بریلوی وہ واحد شاعر ہیں جن کا نعتیہ سلام ”مصلیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اور چارلسانی نعت ”کم یسات نظیرک فی نظر کل تو نہ شد پیدا جانا“ برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں اردو خواں حضرات ہیں بڑی دلچسپی سے سنا اور پڑھا جاتا ہے۔

دینی حراج رکھنے والے شعراء میں مدحت رسول کا مضمون باندھنے والے شاعروں



کی کی نہیں مگر جو عشق رسالت کی تڑپ اور محبت رسول کی جھلک حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں ملتی ہے وہ دوسرے شعراء کے یہاں مفقود ہے۔ اگر کہیں ملتی بھی ہے تو صرف بعض اشعار میں مگر اس کے برخلاف جب رضا بریلوی کی شاعری کا تجزیاتی مطالعہ کیا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ کوثر و تسنیم سے دھلی ہوئی زبان۔ ”ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر“۔ کا اہتمام کرتے ہوئے مدحت رسول میں مسلسل عطر بیزی کرتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ ایک دو شعر یا ایک دو نعت نہیں بلکہ پورا دیوان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق و محبت کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ یہی وہ قدر مشترک ہے جو عرب نژاد شاعر حضرت حسان بن ثابت اور ہند نژاد شاعر حضرت رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے۔ اس بنیاد پر اگر رضا بریلوی کو حسان الہند کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہندوستان کے ماہرِ رضویات مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی جو صرف شعر پسند ہی نہیں بلکہ بذاتِ خود نعت گو شاعر بھی ہیں۔ اور دنیا نے شعر و سخن میں انہیں ”مصروف“ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ انہوں نے ”فن شاعری اور حسان الہند“ لکھ کر دنیا کے رضویات میں ایک گراں بہا اضافہ کیا ہے۔ کثرتِ مشاغل اور مسلسل اسفار کے باعث کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہ کر سکا البتہ جتہ جس قدر بھی دیکھا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے فن شاعری کو رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کے آئینے میں دیکھنے اور رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو فن شاعری کی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے۔

حضرت مولانا عبدالستار ہمدانی صاحبِ کجرات کے نامور عالم دین ہیں ان کی قلمی و علمی نگارشات متعدد موضوعات پر آئے دن زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر اہل علم و صاحبِ قلم حضرات کے مطالعہ میز کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں



موضوع کا حق ادا کرنے کی بھرپور جدوجہد کرتے ہیں زیر نظر کتاب اس دعویٰ کی دلیل میں پیش کی جاسکتی ہے، مصنف نے فن شاعری کے جس بحث کو بھی عنوان قلم بنایا ہے معاصر اردو ادب کے نامور شعراء سے مثالیں دے کر حضرت رضا بریلوی کی شاعرانہ عظمت کو خراج پیش کیا ہے۔ زبان صاف اور شستہ استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔ اگر اس کتاب پر اس مقصد سے ایک طائرانہ نظر اور ڈال لی جائے تو زیر نظر کتاب سے عوام و خواص یکساں مستفید ہو سکیں گے۔

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ کتاب و صاحب کتاب دونوں کو قبولیت اور سر بلندی سے سرفراز فرمائے اور قارئین حضرات کو حضرت رضا بریلوی کے طفیل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت اور دِلہانہ محبت کرنے کی توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین)

غلام یحییٰ انجم

یکم مارچ ۲۰۰۲ء

جامعہ ہند

دہلی



## ”آغازِ سخن“

پیار، محبت، پناہ، اُلفت، ولا، حُب، وارثی، ثناء، رغبت، پریم، مہر، اُفس، وغیرہ ”عشق“ کے الگ الگ نام ہیں اور اُس عشق کے نتیجے میں فراق، ہجر، وصل، فرحت، شادمانی، رنج، الم، غم، کلفت، درد، آہ، ہٹکا، گریہ، خندہ، خوشی، غمی، زاری، بیقراری، بے چینی، سکون، راحت، اضطراب، فُغاں، انبساط، تعریف، توصیف، مدح، ثناء، ستائش، بھوک، زخم، نشتر، دقا، جفا، وغیرہ کیفیت و حالت رونما ہوتی ہیں۔ اُن تمام کیفیات کا سیدھا اثر دل پر ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیات اُسے ہی میسر ہوتی ہیں جو عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ بقول حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ

محبت کرنا آساں ہے مگر مشکل ہے یہ سید  
کہ عمریں بیت جاتی ہیں محبت آزمانے میں  
(سید مارہروی)

ایک عاشق کہ جس کو کسی کا عشق میسر ہوتا ہے وہ عشق کے نتیجے میں حاصل ہونے والی کیفیات سے اتنا موثر ہوتا ہے کہ وہ ہر لمحہ و لمحہ اُن کیفیات کے زیر اثر رہتا ہے۔ پھر چاہے وہ کیفیات سُرد و انبساط ہوں یا پھر غم و اندوہ ہوں۔ کیفیت سُرد کے عالم میں اُس کا دل مچلتا ہے اور کیفیت غم کے وقت اس کا دل تڑپتا ہے۔ وہ غم و خوشی کو محسوس ضرور کرتا ہے لیکن اپنے احساسات کا اظہار نہیں کر سکتا۔ بقول شاعر:-

”یہ وہ نازک حقیقت ہے، جو سمجھائی نہیں جاتی“

ایک عاشق کے دل میں جذباتِ عشق کی جب بہتا ہوتی ہے، تب وہ جذبات اُچھل اُچھل کر دیوارِ دل عبور کر کے باہر نکلنے کو مچلتے ہیں۔ اور دل کے وہ بیتاب جذبات



الفاظ کا لبادہ پہن کر مہذب انداز میں ایوانِ دل سے باہر تشریف لانے کی کوشش کرتے ہیں اور اسی کو شاعری کہتے ہیں۔ حروف مرتب ہو کر الفاظ بنتے ہیں اور الفاظ کے موتی شکل لڑی جملہ اور کلمہ بنتے ہیں یا یوں کہو کہ الفاظ کے شاداب پھول گلہستہ کی شکل میں بطور جملہ صنمِ قرطاس پر میکتے ہیں۔ ہر شاعر کی شاعری اُس کے جذباتِ دل کی عکاسی ہوتی ہے۔ بقول شاعر:-

● ”شاعری کیا ہے جذبہٴ دل کا اظہار ہے“

اس کے کلام سے اس کے دل کی کیفیت کا بآسانی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس کے پوشیدہ رازِ دل اُس کے اشعار سے عیاں و آشکار ہو جاتے ہیں۔ بقول شاعر:

● ”کھتا کسی پہ کون میرے دل کا معاملہ“

انسان کے عشق کو دو اقسام میں منقسم کیا گیا ہے (۱) عشقِ حقیقی اور (۲) عشقِ مجازی۔ لہذا اب یہ امتیاز کرنا پڑے گا کہ اُس عاشق کے دلی جذبات عشقِ حقیقی کے تحت ہیں یا عشقِ مجازی کے زیر اثر ہیں۔ عشقِ حقیقی مستحسن ہے بلکہ روحِ ایمان کی حیات ہے۔ عشقِ حقیقی کا اطلاق اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ، اس کے محبوبِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا دینِ اسلام اور اسلامی شخصیتوں کے ساتھ ”الْحُبُّ لِلّٰہِ“ کے جذبہٴ صادق کے تحت کئے جانے والے عشق پر ہوتا ہے۔ عشقِ مجازی دنیا اور دنیا داروں کے ساتھ کئے جانے والے عشق کو کہتے ہیں اور اس عشق کو اگر شریعتِ مطہرہ کے دائرے میں محدود رکھا جائے تو وہ جائز اور روا ہے۔ شریعتِ مطہرہ کے قوانینِ قاہرہ کے حدود سے تجاوز کر کے فسق و فجور، شہوت و نفسانی خواہشات وغیرہ مذموم اطوار سے کیا جانے والا عشق لائقِ عجز اور ملامت ہے۔ اور یہی حکم اُس عشق کے جذبے کے تحت کی جانے والی شاعری کا۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ۚ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۚ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ۝“ (پارہ ۱۹، سورہ)



الشعراء، آیت ۲۲۵-۲۲۶)۔ ترجمہ: ”اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔ کیا تم نے نہ دیکھا کہ وہ ہر زمانے میں سرگرداں پھرتے ہیں۔“ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی شان نزول میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت شعراء کفار کے حق میں نازل ہوئی ہے، جو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھو میں شعر کہتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں، ایسا ہم بھی کہہ لیتے ہیں اور اُن کی قوم کے گمراہ لوگ اُن سے اُن اشعار کو نقل کرتے تھے۔ اُن لوگوں کی اس آیت میں مذمت فرمائی گئی۔ نیز شعراء کفار ہر طرح کی باتیں بتاتے ہیں اور ہر لغو باطل میں سخن آرائی کرتے ہیں۔ جھوٹی مدح کرتے ہیں۔ جھوٹی بھو کرتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان) بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کا جسم پیپ سے بھر جائے تو یہ اُس کے لیے بہتر ہے کہ شعر سے بڑھو۔“

لیکن شعراء اسلام کہ جو اس طریقہ سے اجتناب کرتے ہیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ کیونکہ سورہ شعراء کی مذکورہ آیات نمبر ۲۲۵ اور ۲۲۶ کے بعد فوراً آیت نمبر ۲۲۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا** ترجمہ: ”مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے۔ اور بکثرت اللہ کی یاد کی۔“ (کنز الایمان)۔ اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس میں شعراء اسلام کا استثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ وہ کہ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد لکھتے ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت لکھتے ہیں، اسلام کی مدح لکھتے ہیں، چند و نصائح لکھتے ہیں، اس پر اجر و ثواب پاتے ہیں۔ (تفسیر خزائن العرفان)۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مسجد نبوی میں حضرت حسان کے لیے منبر بچھایا جاتا تھا، وہ اُس پر کھڑے ہو کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مفاخر پڑھتے تھے اور کفار و مشرکین کی بدگوئیوں کا جواب دیتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے حق میں دعا فرماتے جاتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **إِنَّ بَعْضَ**



الشُّعْرَ لِحِكْمَةٍ- یعنی ”بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں اکثر شعر پڑھے جاتے تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ”شعر کلام ہے۔ بعض اچھا ہوتا ہے، بعض بُرا۔ اچھے کو لو اور بُرے کو چھوڑ دو۔“ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعر کہتے تھے اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب سے زیادہ شعر فرمانے والے تھے۔

ملک عرب میں شاعری بہت رائج تھی۔ لہذا جب قرآن مجید نازل ہوا، تو کفار مکہ نے یہ افترا کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر ہیں اور جو وہ فرماتے ہیں یعنی قرآن پاک، وہ شعر ہے اور اس سے ان کفار کی مراد یہ تھی کہ معاذ اللہ یہ کلام کاذب ہے۔ اُن کے رد میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَلَيْنَاهُ لَهٗ ۖ اِنْ هُوَ اِلَّا نَكْوٍ وَّ قُرْآنٌ مُّبِينٌ“ (پارہ نمبر ۲۳، سورہ نزل، آیت ۶۹)۔ ترجمہ: ”اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ اُن کی شان کے لائق ہے۔ وہ تو نہیں مگر فصاحت اور روشن قرآن“ (کنز الایمان)۔ اس آیت میں کفار مکہ کا رد فرمایا گیا ہے کہ ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسی باطل گوئی کا ملکہ ہی نہیں دیا۔ اور یہ کتاب اشعار یعنی اکاذیب پر مشتمل نہیں کیونکہ کفار مکہ کی مراد شعر سے کلام کاذب تھی۔ الحاصل! قرآن مجید میں جن اشعار کی مذمت کی گئی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جن اشعار کے صدور کی نفی کی گئی ہے، اُن اشعار سے مراد وہ اشعار ہیں جو کذب بیانی اور لغویات پر مشتمل ہیں۔

۸۔ جب حنین (ہوا زک) کے دن حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے بغلہ بیضاء پر سوار تھے اور کفار پر اپنی عظمت کا اظہار فرماتے ہوئے رجز آیہ شعر ارشاد فرما رہے تھے کہ:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ ۖ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ



○ بارگاہ رسالت کے ایک شاعر تھے جن کا نام حضرت اعشیٰ بن مازن بن عمرو بن قسیم تھا۔ وہ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے ایک شعر بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں پیش کیا جس میں عورتوں کی شکایت تھی۔ اس شعر میں ایک مصرعہ یہ تھا کہ:-

”وَهُنَّ شَرُّ غَلَبٍ لِّعَنٍ غَلَبَ”

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس مصرعہ کی اصلاح فرماتے ہوئے اس کو اس طرح بدل دیا کہ:-

”اَعْنُ شَرُّ غَلَبٍ لِّعَنٍ غَلَبَ” (مدارج النبوة، اردو، جلد ۲، ص ۱۰۱)

■ بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شعرائے کرام کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند شعرائے کرام کے اسماء گرامی اس طرح ہیں

- حضرت حسان بن ثابت
- حضرت عامر بن اکوع
- حضرت زبیر بن مردجشی
- حضرت عباس بن مرداس سلمی
- حضرت حمید بن نور البلال
- حضرت ایمن بن خزیمہ اسدی
- حضرت ابو عبد اللہ اسود بن مرثع ساعدی حبشی
- حضرت قیس بن عبد اللہ عمرو بن عدی بن
- ربیعہ بن جعدہ المعروف ”نابغہ جعدی“
- حضرت عبد اللہ بن رواحہ
- حضرت ابوسفیان بن الحارث
- حضرت کعب بن مالک
- حضرت عدی بن حاتم
- حضرت ابوالطفیل بن عامر بن وائل بن کنانہ
- حضرت اعشیٰ بن مازن عمرو بن قسیم
- حضرت لبید بن ربیعہ عامری
- وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و
- ارضاہم عنا

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے مسجد نبوی شریف میں منبر رکھواتے تاکہ وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس کی



مدحت بیان کریں اور حضور اکرم کے دشمنوں کی بھجواور مذمت کریں۔ ان کی اس خدمت سے خوش ہو کر حضور اقدس نے فرمایا کہ **إِنَّ اللَّهَ يُؤَيِّدُ خَسَلَنَا بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا دَامَ يُنْفِقُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ**۔ ترجمہ: ”بھگ اللہ تعالیٰ حسان کی روح القدس سے تائید کراتا ہے۔ جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے دشمنوں کی بھجو کرتے ہیں“۔ (مدارج النبوة)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حسان بن ثابت کا قول مشرکوں پر تیر کے آنے اور اس کے چھپنے سے زیادہ سخت تر ہے۔ اور فرمایا کہ حق تبارک و تعالیٰ جسے زبان عطا فرمائے اور گویائی کی طاقت و قدرت بخشے، اُسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت اور آپ کے دشمنوں کی بھجواور مذمت میں کوتاہی نہ کرے۔

ایک مرتبہ بنی تمیم کا وفد ہارگا و رسالت میں آیا اور وہ لوگ حضور کی شان رفیع میں گستاخی کرنے لگے۔ بنی تمیم کا وفد اشعار پڑھ کر گستاخی کر رہا تھا۔ حضرت حسان بن ثابت نے اسی وقت قصیدہ مرتب کیا اور بنی تمیم کے وفد کو ایسا دعدان لکھن جواب مرحمت فرمایا کہ بنی تمیم کو اپنے عجز کا اقرار و اعتراف کر کے کہنا پڑا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے شاعر ہمارے شاعر اور خطیب سے بہتر ہیں۔ نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسان مسلمانوں اور منافقوں کے درمیان علامت و نشانی ہیں۔ منافق ان کو دوست نہیں رکھتا اور مسلمان ان سے دشمنی و عداوت نہیں رکھتا۔ (مدارج النبوة)

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں عرض کیا کہ:-

”لَوْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبَيِّنَةٌ + كَانَتْ بَدِيلَةً بَيْنَكَ بِالْخَيْرِ“



■ حضرت قیس بن عبد اللہ بن عمرو السعوف "تابعہ جدی" نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک طویل قصیدہ مرتب فرمایا۔ اس قصیدہ میں وہ عرض کرتے ہیں کہ:-

"آتَيْكَ رَسُولَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ بِالْهُدَى ÷ وَيَتْلُوا كِتَابًا كَلْمُخْبِرٍ مَرَّةً"  
حضرت تابعہ جدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت گوئی سے خوش ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی کہ "لَا يَفْنِضُ اللَّهُ فَانًا لِحَنِّ اللَّهِ تِمْرَةً مِنْهُ كَوَسْلَامَتٍ رَكْعَةٍ"۔ حضور اقدس کی مبارک دعا کا یہ اثر ہوا کہ حضرت تابعہ جدی کی عمر ایک سو اسی (۱۸۰) سال کی ہوئی لیکن ان کے منہ میں تمام دانت بہترین اور تمام لوگوں سے زیادہ سخت ترین تھے۔

■ عہد رسالت میں ملک عرب میں عربی شاعری کا جادو پھیلا ہوا تھا۔ بڑے بڑے نامور شعراء نے بزبان فصیح و بلیغ عربی شاعری کر کے اپنا تسلط قائم کر رکھا تھا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے سامنے ان کی شاعری ماند پڑ گئی اور عرب کے بڑے بڑے فصحاء نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے عاجز آنا نوئے ادب تہہ کئے۔ قرآن مجید اور حضور اقدس کے دربار کے تعلیم یافتہ شعراء صحابہ کرام نے کفار عرب کے شعراء کو اپنے ارفع و اعلیٰ کلام سے مبہوت اور ساکت کر دیا اور نعت گوئی کا ایک سلسلہ قائم ہوا۔ ہر دور میں عربی شعراء نے عشق رسول کے جذبے کو اپنی شاعری سے اُجاگر کیا۔ اور نعت گوئی کے چرخ کے درخشاں سیارے کی طرح جل گئے۔ ○ حضرت شیخ محمد بن احمد جمال الدین یحییٰ ○ ابو محمد عبد اللہ ○ ابو زید عبد الرحمن بن سعید ○ جمال الدین بن نباتہ ○ علامہ بوسیری ○ امام اعظم ابو حنیفہ وغیرہ نے عربی شاعری کے حسن کو وہ چھ کرنے کے ساتھ ساتھ عشق رسول کا پرچم بھی بلند فرمایا۔ خصوصاً



ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥ ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥ ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

۱- حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حقیقی بیٹے کو اور دوسرے کو

[illegible][illegible][illegible]

مکات، جذبات دل، جوش و ولولہ، سرساز، بے تکلفی، بے ڈر، غرور و غش، حالت

[illegible][illegible]

مخفی سازنی، ربط، درودانی، مخفی، طرازی، فصاحت، بلاغت، مخفی، بروری، حسن

وای که از آن چاه کوهی در راه می آید و به نام آب حیات معروف است.

[illegible]

۱۰۰

...  
...

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

خبر، اشد و کثرت در عرصه علم و ادب - قریب به بیست سال

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय ॥

کروا دل اور دل کے رشتہ کو جو کچھ ہے۔

[illegible]



خواجہ قطب الدین بختیار کاکی • حضرت بوعلی شاہ قلندر • حضرت علامہ عبدالرحمن جامی • حضرت نظام الدین اولیاء • حضرت امیر خسرو وغیرہ جیسے شہرہ آفاق ادباء اور جلیل القدر اولیائے ملت اسلامیہ نے حمد، نعت، منقبت وغیرہ کہیں اور فارسی نعتیہ شاعری کی شان و شوکت کو دوام بخشا۔ ان معزز اور معظم حضرات کے علاوہ • میر درد • عزت بخاری • مرزا غالب • اختر ایوان • اقبال • مظہر • قدسی • مرثی • تلیری • ظہوری وغیرہ جیسے قادر الکلام شعراء نے فارسی شاعری کو عروج کی منزل میں پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔

فارسی نعتیہ شاعری کے بعد اردو نعتیہ شاعری کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز (التونی ۸۲۶ھ)، فخر الدین نظامی (التونی ۸۲۵ھ) اور محمد گلی قطب شاہ (التونی ۹۸۸ھ) کے کلام میں اردو نعتیہ شاعری کے دیدار ہوتے ہیں۔

اردو شاعری میں عشق حقیقی کے علاوہ عشق مجازی کو بھی بہت فروغ حاصل ہوا۔ فارسی اور عربی شاعری میں اکثر و بیشتر اولیاء، ائمہ، علماء، صوفیاء، صلحاء وغیرہ مذہبی ذہنیت رکھنے والے حضرات کا تسلط رہا، لہذا عربی اور فارسی شاعری میں زیادہ تر کلام عشق حقیقی کے تحت حمد، نعت، منقبت، تصوف پر مشتمل ہے لیکن اردو شاعری میں اولیاء و علماء کے علاوہ ہر طبقے کے لوگوں نے قلم کاری کی ہے۔ یہاں تک کہ اردو شاعری میں بہت سارے پیشہ ور شعراء بھی پھوٹ نکلے اور اردو شاعری میں عشق مجازی کا بازار گرم کر دیا۔ اردو شاعری نے مایوس اور اندوہ گیس لوگوں کو رنگینی و سخن سے سکون و قرار بخشا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شاعری کے میدان میں راجا سے لے کر رعیت کے ہر طبقے، ہر مذہب، ہر قوم، ہر ملت، اور ہر قسم کے شعراء جولانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علماء اور دیگر



مذہبی شعراء کے علاوہ دنیا دار، شرابی، کہانی، حسینوں کے دیوانے، دل پھیک عاشق بلکہ فٹ پاتھ پھاپ فٹش شعراء بھی برساتی مینڈک کی طرح نکل پڑے۔  
 لہجہ عشق حقیقی اور عشق مجازی کا فرق نمایاں طور پر عیاں ہو گیا۔ عشق حقیقی اور عشق  
 مجازی کی الگ الگ راہوں پر گامزن ہو کر شہرت حاصل کرنے والے اردو ادب  
 کے کچھ نامور شعراء کے نام اس طرح ہیں:-

دلی دکنی	• علامہ اقبال	• مختار	• فراق گجراتی
سودا	• میر ہدایت دہلوی	• حسن بریلوی	• مرزا اسد اللہ خاں غالب
میر تقی میر	• دارغ دہلوی	• جلیل	• جگر مراد آبادی
اکبر آبادی	• دلت	• آتش	• رگمونی سہائے فراق گجراتی
امیر میرانی	• ریاض خیر آبادی	• حنیف ہالندھری	• الطاف حسین حالی
حسن کاکردی	• وصل	• شہر	• انشاء اللہ خاں انشاء
عزیز خاں	• عزیز مسلمان	• بیدل	• میر بہر علی انیس لکھنوی
تاباں	• میر درد	• کرن پرستار	• محمد ابرہیم ذوق دہلوی
آثر لکھنوی	• جرات	• ظفر	• شیخ امام بخش تاج لکھنوی
سراج	• مختار	• ہادی	• حضرت رضا بریلوی
حکیم مہر دی	• کلید ہادی	• کافی مراد آبادی	• سیاب اکبر آبادی
امجد	• نور	• فیض احمد فیض	• کنور مہندر ناتھ بیدی تھر
بہزاد لکھنوی	• بیدم دارائی	• امیر کوٹ دی	• جوش طبع آبادی
جاں نثار اختر	• مائی بدایونی	• سائرہ میاوی	• مومن خاں مومن
حسرت موہانی	• نقی شانی	• آرزو لکھنوی	• غار ہارہ بکلی

وغیرہ وغیرہ



مذکورہ شعراء کے علاوہ کئی نامی۔ انہی شعراء نے اردو ادب کے فن شاعری کے بحر ذخار میں غوطہ زنی کی۔ بہت سے ڈوب گئے اور بہت سے اس میں بہہ گئے۔ اس وقت ہم صرف عشق حقیقی کے جذبے کے تحت مرقوم کی گئی شاعری کے تعلق سے ہی گفتگو کریں گے۔ لیکن اس گفتگو کے قبل کچھ ضروری اور لازمی وضاحت بھی کر دینا چاہتے ہیں کہ اردو شاعری میں عشق حقیقی کے جذبے کے تحت وجود میں آنے والی تخلیق کو فن و ادب کے اعتبار سے سمجھنے کے لئے ہم بالکل سلیس زبان میں شاعری کے لوازمات قوانین، اقسام، تخلیق، معنات وغیرہ پر گفتگو کریں گے تاکہ اردو زبان کا ابجد خواں بھی اردو شاعری کی حقیقت سے قدرے واقفیت حاصل کر سکے۔ حرف، لفظ، جملہ کی وضاحت کرنے کے ساتھ ساتھ اقسام یعنی غزل، نعت، قصیدہ وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو کر کے معنات کا تذکرہ بھی کریں گے اور ان تمام امور کی تفہیم کے لئے موقع سے مناسب مثال پیش کریں گے۔ علاوہ ازیں ان تمام کے انگریزی نام بھی درج کریں گے۔

اردو شاعری کے لوازمات، اقسام اور معنات کو تین اقسام میں تقسیم کر کے پہلے ان کا اجمالی ذکر کیا جائے گا، بعد ازاں اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

■ لوازمات:- یعنی کسی شاعر کو شعر کہنے کے لیے ان لوازمات کی معلومات، ان کے استعمال پر عبور اور ملکہ ہونا چاہئے اور شاعر ان لوازمات کی رعایت و پابندی کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے۔

○ حرف	○ لفظ	○ اعراب	○ کلمہ	○ مصرعہ
○ شعر	○ بیت	○ بند	○ ردیف	○ قافیہ
○ مطلع	○ حسن مطلع	○ مطلع	○ مقل	○ مسجع
○ ٹیپ	○ بحر	○ متعجع	○ وزن	○ ربط
○ سکتہ	○ تخلص			



■ اقسام:- شعر کی زمین، طرح، مضمون، انداز شعر گوئی وغیرہ امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے شاعر کی تخلیق کو ایک مخصوص قسم قرار دیتے ہوئے اس تخلیق کو ایک منفرد نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:-

- نظم ○ نوری ○ گیت ○ سرود ○ غزل
- حمد ○ نعت ○ مثنوی ○ قصیدہ ○ مرثیہ
- قطعہ ○ مکتبہ ○ رباعی ○ غزل ○ منقبت
- مسدس ○ مستزاد ○ وغیرہ۔

■ صناعات:- شاعر اپنی طبعی اور ادبی صلاحیتوں کی بناء پر اپنے کلام میں فصاحت اور بلاغت کا حسن پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ فن شاعری کی متعین صناعات کا استعمال کر کے، اپنے اشعار کو مزین کر کے، ان کی انفرادی حیثیت قائم کرتا ہے۔ وہ صناعات ذیل میں اجمالاً مذکورہ ہیں:-

- استعارہ ○ تشبیہ ○ مبالغہ ○ اقتباس
- تضاد ○ تلمیح ○ تلمیح ○ تہلیل عارفانہ
- جنہیں کامل ○ جنہیں ناقص ○ مقابلہ ○ مراعات الخط
- مستزاد ○ لفظ شعر ○ تفسیر ○ تعویب
- ممکن الصفات ○ عطا توام ○ گریز ○ حسن تطیل
- اتصال ترتیبی ○ قصیدہ مرضیہ ○ ترمیم ○ ترجیع بند
- حسن طلب ○ علوب مستوی ○ علوب کل ○ مستط
- منزل العتین ○ ایہام ○ اختلاق ○ شبہ اختلاق
- مبالغہ الاعداد ○ وغیرہ وغیرہ

لب مذکورہ لوازمات اقسام اور صفات کے ہر شعبے کو انفرادی طور پر دیکھیں۔



## (۱) لوازمات

○ حرف: وہ کلمہ جس کے معنی دوسرے لفظ کے ساتھ ملے بغیر پورے کلمہ میں نہ آئیں۔

(فیروز اللغات صفحہ ۵۶۶) [ Alphabet ]

○ لفظ: وہ بات جس کا جو نہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۵۸) [ Word ]

○ حرف: حروف کی حرکات ظاہر کرنے والی زیر، زبر، پیش کی علامتیں (فیروز اللغات،

ص ۱۰۱) [ Vowel ]

○ کلمہ: وہ بات جس کا لفظ جو آدمی کے منہ سے نکلے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۰۲۲)

[ Part of speech ]

○ مصرعہ: آدھا شعر، نصف بیت (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۲)

[ Hemistich, Half poetic line ]

○ شعر: موزوں معنی کلام، سخن موزوں (فیروز اللغات صفحہ ۸۴۲)

[ Distich, Poem containing two hemistich ]

○ پہلو: ایک وزن کے دو مصرعے۔ (فیروز، ص ۱۵۲) [ Couplet poetry ]

○ بند: ٹیپ کا مصرعہ یا شعر (فیروز اللغات، ص ۳۱۷)

[ Verse of a song consisting of two or three couplets ]

○ ٹیپ: اونچے سے نیچا سر۔ اونچی سے اونچی لاپ۔ مسدس کا تیسرا شعر، مخمس یا

مکلف وغیرہ کا آخری شعر۔ بند۔ کرہ (فیروز اللغات، ص ۴۳۳)

○ ردیف: وہ لفظ جو غزل یا قصیدہ وغیرہ کے مصرعوں یا بیتوں کے آخر میں قافیہ کے پیچھے

بار بار آئے۔ (فیروز اللغات، ص ۷۰۸) [ Rhyming word ]

○ قافیہ: ردیف کے پہلے کا لفظ جو اپنے ہم وزن الفاظ میں متحد ل ہوتا ہے۔

[ Rhyme ]



**○ مطلب:** غزل یا قصیدے کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۵۹)

[ First couplet of ode in which rhyme in every hemistich is must ]

**○ حسن مطلع:** غزل یا قصیدے کا دوسرا مطلع۔ یعنی وہ دوسرا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں ردیف اور قافیہ ہوں۔ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹)

[ Second couplet of ode. Rhyme in every hemistich is must ]

**○ مطلب:** غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر کا ٹھکانا آتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[ Last verse of poem in which titular name of poet is must ]

**○ مطلب:** قافیہ دار۔ قافیہ کیا گیا۔ سچ۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[ Rhythmically composed ]

**○ مطلب:** دو عبارت یا مضمون جس میں قافیہ کا اہتمام ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵)

[ Harmonious ]

**○ مطلب:** شعر کا وزن (فیروز اللغات، ص ۱۸۴) [ Metre in Prosody ]

**○ مطلب:** شعر کے اجزاء کو بحر کے کھونچوں پر وزن کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۶۹)۔

[ Dissection , The Caesura or Pause in reading poetry ]

**○ مطلب:** علم عروض کی اصطلاح میں شعر کی بحر (فیروز اللغات، ص ۱۴۰۹)

[ Poetry a shokel ]

**○ مطلب:** بندش، عکاس، تعلق (فیروز اللغات، ص ۷۰۳)۔ یعنی ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے ساتھ موزوں ہو کر شعر کی بحر و غیرہ کو بالکل درست کرنا۔

[ Well measured verse ]



○ **نکتہ:** شعر کا وزن پرانا ہوتا (فیروز اللغات، ص ۸۰۲) [Pause]  
○ **تھیں:** شاعر کا وہ مختصر نام جو اشعار میں مستعمل ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۲۵۰)۔ یہ نام شاعر اپنے لئے خود تجویز کرتا ہے۔

[ Titular name assumed by poet ]

مذکورہ لوازمات میں سے ہر قطع اور وزن کی تفصیلی وضاحت کو مؤخر کرتے ہوئے پہلے ہم بقیہ لوازمات کی تفہیم حاصل کریں اور اس کو آسان طریقہ سے سمجھنے کے لئے اشعار کو شکل بنائیں۔ حضرت رضا بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان کی نعتیہ غزل (قصیدہ) کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

■ صبح طیبہ میں ہوئی بجنا ہے باڑہ نور کا + صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا  
■ باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا + مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں گلہ نور کا  
■ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا + تو ہے عین نور، تیرا سب گمراہ نور کا  
■ چاند جھک جاتا جدھر انگی اٹھاتے مہر میں + کیا ہی چلا تھا اشاروں پر کھلوتا نور کا  
■ اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے + ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

مذکورہ اشعار میں ”صبح طیبہ میں ہوئی بجنا ہے باڑہ نور کا“ کا جملہ مصرعہ ہے۔ اس کے ساتھ ”صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ کے کلمہ سے بنا ہوا جملہ مصرعہ ملتی ہے۔ یہ دونوں مصرعے مل کر شعر بنے۔ اور یہ شعر غزل کا پہلا شعر ہونے کی وجہ سے شعر و ادب کی اصطلاح میں مطلع کہلائے گا۔ ہر شعر میں جو لفظ ”نور کا“ ہے وہ ردیف ہے۔ جو اپنی حالت پر رہے ہوئے بلا کسی تبدیلی اور ترمیم کے بار بار یعنی مکرر سکر آئے گا۔ مذکورہ اشعار میں باڑہ، تارا، پھولا، گل، بچہ، گمراہ، کھلوتا، اور قصیدہ کے جو الفاظ ہیں وہ قافیہ ہیں۔ قافیہ کا ہر شعر کے مصرعہ ثانی میں ردیف سے پہلے ملحق ہو کر آنا ضروری ہے۔ قافیہ کا لفظ ہر شعر میں اپنے ہم وزن لفظ سے بدلتا رہے گا۔ مذکورہ اشعار میں قافیوں کا اہتمام کیا گیا ہے لہذا یہ اشعار



[illegible]

(4) ਦਾਸ਼ੀ ਪਾਤਿ

[illegible]



مضف ہائے گریہ کچھ باقی مرے تن میں نہیں  
 رنگ ہو کر اڑ گیا، جوخوں کے دامن میں نہیں (حسن مطلع)  
 مرزا غالب کے پورے دیوان میں صرف بارہ (۱۲) اشعار حسن مطلع کے پائے  
 جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک غزل میں صرف ایک ہی حسن مطلع ہے۔ مرزا غالب  
 کی صرف گیارہ غزلوں میں حسن مطلع کا ایک شعر ہے اور قطعات میں سے صرف ایک قطعہ  
 نمبر ۶ ”مسی آلودہ مرا گشت حسناں لکھے“ میں ایک شعر حسن مطلع کا ہے۔

(۲) قاتی بدایونی      ابتدائے عشق ہے لطف شباب آنے کو ہے  
 صبر رخصت ہو رہا ہے اضطراب آنے کو ہے (مطلع)  
 قبر پر کس شان سے وہ بے نقاب آنے کو ہے  
 آفتاب صبح محشر ہم رکاب آنے کو ہے (حسن مطلع)  
 قاتی بدایونی کے دیوان ”کلیات قاتی“ میں کل انسٹھ (۵۹) اشعار حسن مطلع کے پائے  
 جاتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی غزل میں ایک، کسی میں دو یا تین۔ جس غزل میں سب  
 سے زیادہ حسن مطلع کے اشعار ہیں، وہ غزل ”زبان مدعا آشنا چاہتا ہوں + دل اب زندگی  
 سے خفا چاہتا ہوں“ والی غزل ہے۔ اس غزل میں حسن مطلع کے پانچ اشعار ہیں۔

(۳) مسٹر کوٹوی۔      مستی میں فردغ زربخ جاں نہیں دیکھا  
 سنتے ہیں بہار آئی گلستاں نہیں دیکھا (مطلع)  
 زاہد نے مرا حاصل ایماں نہیں دیکھا  
 رخ پہ تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا (حسن مطلع)  
 مسٹر کوٹوی کے کلام کے مجموعے ۱ ”نشاط زندگی“ اور ۲ ”سرور زندگی“ میں حسن  
 مطلع کے کل اڑتالیس (۲۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور ایک غزل میں زیادہ سے زیادہ



تین اشعار ہیں انکی صرف دو غزلیں ہیں۔ ۵۔ ”رخ رگھیں پہ مویں ہیں ختم ہائے پنہاں  
کی“ کور ۵۔ ”شاید کہ پیام آیا پھر دہوی سینا سے“ ان دونوں غزلوں میں حسن مطلع کے تین۔  
تین اشعار پائے جاتے ہیں۔

(۴) کھل بدایونی:- ہوں دل میں حسرت غم جاں لے ہوئے

سرا ہے رنگ دیوئے گستاں لے ہوئے (مطلع)

ذوق گناہ عزم چیمیں لے ہوئے

کیا کیا ہر ہیں حسرت انساں لے ہوئے (حسن مطلع)

کھل بدایونی کے کلام کے مجموعے ۵۔ ”رہائیاں“ ۵۔ ”منم ورم“ ۵۔ ”شبستان“

۵۔ ”رہینیاں“ میں کل ایک سو چھ (۱۶۳) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ کل

ایک سو چھیالیس (۱۴۶) غزلوں میں حسن مطلع کے اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ہر ایک

غزل کے کسی بھی غزل میں حسن مطلع کے دو سے زائد اشعار نہیں۔ صرف ایک غزل ”دانتہ

سانے سے جو وہ بے خبر گئے“ دل پر ہزار طرح کے عالم گزر گئے“ میں حسن مطلع کے تین

(۳) اشعار ہیں۔ سولہ (۱۶) غزلوں میں حسن مطلع کے دو دو اشعار ہیں اور ایک سو ستائیس

(۱۲۷) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک شعر ہے۔

(۵) فیض احمد فیض:- شاخ پر خون گل رواں ہے وہی

شوئی رنگ گستاں ہے وہی (مطلع)

سر وہی ہے، تو آستان ہے وہی

جاں وہی ہے، تو جان جاں ہے وہی (حسن مطلع)

فیض احمد فیض کے کلام کے مجموعے ۵۔ ”دستِ مہتاب“ ۵۔ ”گلشنِ فریادی“ ۵۔ ”دعاں

نامہ“ ۵۔ ”دستِ مہتاب“ کور ۵۔ ”سروادی سینا“ کی صرف تیرہ (۱۳) غزلوں میں سب



ملا کر صرف سولہ (۱۶) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک غزل کے علاوہ بقیہ بارہ (۱۲) غزلوں میں حسن مطلع کا صرف ایک ایک ہی شعر پایا جاتا ہے۔ صرف ایک ہی غزل میں حسن مطلع کے تین (۳) اشعار ہیں اور وہ غزل ”طوفان بہ دل ہے ہر کوئی دلدار دیکھنا بگل ہونہ جائے مشعل رخسار دیکھنا“ ہے۔

(۶) جگر مراد آبادی:- نظر ملتے ہی دل کو وقفِ تسلیم و رضا کر دے

جہاں سے ابتداء کی ہے، وہیں پر اجتا کر دے (مطلع)

دقا پر دل کو صدقے، جان کو نذرِ جفا کر دے

محبت میں یہ لازم ہے کہ، جو کچھ ہولنا کر دے (حسن مطلع)

علی سکندر جگر مراد آبادی کے کلام کے مجموعے ”مقطعہ طور“، ”جذباتِ جگر“

”آتشِ گل“، ”لمعاتِ طور“، ”تخیلاتِ جگر“ کی کل دو سو سولہ (۲۱۶) غزلوں

میں کل چار سو پچپن (۳۵۵) اشعار حسن مطلع کے پائے جاتے ہیں۔ مذکورہ دو سو سولہ

(۲۱۶) غزلوں میں سے صرف ایک غزل ہی ایسی ہے کہ جس میں حسن مطلع کے سب سے

زیادہ آٹھ (۸) اشعار پائے جاتے ہیں۔ اور وہ غزل کلیاتِ جگر مراد آبادی صفحہ ۷۲ پر ہے۔

غزل کا مطلع ہے ”اک لفظِ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے + سنے تو دلِ عاشق، پھلے تو زمانہ ہے“۔

اردو ادب کے مذکورہ نامور شعراء کے کلام میں حسن مطلع کے اشعار کا جواجمالی خاکہ

پیش کیا ہے، اس کا ماحصل یہ ہے کہ مذکورہ شعراء میں سے صرف جگر مراد آبادی کے کلام میں

ایک غزل میں سب سے زیادہ یعنی حسن مطلع کے آٹھ اشعار پائے جاتے ہیں لیکن جگر

صاحب کو بھی جگر تھا مٹا پڑے ایسی مثال امامِ عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

والرضوان کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ ”عدائقِ بخشش“ حصہ دوم میں ایک قصیدہ حضرت

رضا بریلوی نے غزل کے انداز میں مرقوم فرمایا ہے۔ اس قصیدہ کا نام ”قصیدہ نور“ ہے۔

اس قصیدے میں حضرت رضا بریلوی نے حسن مطلع کے چھیالیس (۴۶) اشعار ارقام



فرمائے ہیں۔ اردو ادب کے کسی بھی شاعر نے ایک غزل میں اتنے اشعار حسن مطلع کے نہیں کہے بلکہ دس (۱۰) اشعار کی تعداد تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ جب کہ حضرت رضا بریلوی نے ایک نیا ریکارڈ قائم کر دیا ہے۔ اور یہ ریکارڈ غیر منکسر (Unbeaten) رہے گا۔ قصیدہ نور کا پہلا شعر مطلع ”صبح طیب میں ہوئی جٹا ہے پاؤں نور کا + صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا“ ہے۔ مطلع کے بعد کا شعر جو حسن مطلع ہے وہ ”باغ طیب میں سہانا پھول پھولا نور کا + مست و ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں گلہ نور کا“ سے شروع ہو کر ”یہ جو مہر و سہ پہا اطلاق آتا نور کا + بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا“ تک کل چھیالیس (۴۶) اشعار حسن مطلع کے آپ نے قلمبند فرمائے ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور میں کثرت سے قافیوں کا استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت دیا ہے اور اپنی شان فصاحت و بلاغت کو اجاگر فرمایا ہے۔ جب کہ جناب سکندر میاں جگر مراد آبادی صاحب چند قافیوں میں ہی الجھے رہے۔ حالانکہ جگر صاحب نے حسن مطلع کے صرف آٹھ اشعار ہی کہے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے قافیوں کی قلت محسوس کی ہو یا لگتا ہے کیونکہ ان کے اشعار میں ایک قافیہ چار چار مرتبہ مکرر آیا ہے۔ اس کے برعکس امام الکلام حضرت رضا بریلوی کے کلام میں قافیوں کی بہتات و وسعت نظر آتی ہے۔ جگر مراد آبادی نے اپنی ایک غزل میں، جن آٹھ حسن مطلع کا استعمال کیا ہے، وہ حسب ذیل ہے:-

- (۱) اک لفظ محبت کا ادنیٰ یہ فسانہ ہے - مطلع  
سئے تو دل عاشق، پھلے تو زمانہ ہے
- (۲) یہ کس کا قصور ہے، یہ کس کا فسانہ ہے - حسن مطلع نمبر ۱  
جو اٹک ہے آنکھوں میں، تسلی کا دانہ ہے



(۳) دل سگ ملامت کا ہر چند نشانہ ہے - حسن مطلع نمبر ۲

دل پھر بھی مراد دل ہے، دل ہی تو زمانا ہے

(۴) ہم عشق کے مادیوں کا اتنا ہی فسانا ہے - حسن مطلع نمبر ۳

رونے کو نہیں کوئی، چنے کو زمانا ہے

(۵) وہ اور وفا دشمن مانیں گے نہ مانا ہے - حسن مطلع نمبر ۴

سب دل کی شرارت ہے آنکھوں کا بہانا ہے

(۶) شاعر ہوں میں شاعر ہوں میرا ہی زمانا ہے - حسن مطلع نمبر ۵

فطرت مرا آئینہ، قدرت مرا شانا ہے

(۷) جو اُن پر گزرتی ہے، کس نے اسے جانا ہے - حسن مطلع نمبر ۶

اپنی ہی مصیبت ہے، اتنا ہی فسانا ہے

(۸) کیا خُسن نے سمجھا ہے، کیا عشق نے جانا ہے - حسن مطلع نمبر ۷

ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانا ہے

(۹) آغاز محبت ہے، آنا ہے نہ جانا ہے - حسن مطلع نمبر ۸

انکھوں کی حکمت ہے آہوں کا زمانا ہے

مذکورہ حسن مطلع کے آٹھ اشعار کے لئے سولہ قافیوں کی ضرورت تھی لیکن مگر صاحب

صرف آٹھ قافیوں پر اکتفا کرتے ہوئے سبکدوش ہو گئے۔ (۱) فسانا۔ ۳/ مرتبہ (۲) زمانا۔

۵/ مرتبہ (۳) دانہ۔ ۱/ مرتبہ (۴) نشانہ۔ ۱/ مرتبہ (۵) مانا۔ ۱/ مرتبہ (۶) بہانا۔ ۱/ مرتبہ

(۷) شانا۔ ۱/ مرتبہ اور (۸) جانا۔ ۳/ مرتبہ استعمال کر کے قافیوں کی قلت (Shortage) کا

اظہار فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے اپنے قصیدہ نور کے حسن مطلع کے ۳۶ اشعار

کے لئے ۹۲ قافیوں کے لیے کل ستاسی (۸۷) الفاظ کا استعمال فرما کر دنیا کے ادب پر اپنی

خُن شای کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ حضرت رضا نے ۸۷ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے وہ اس



طرح ہیں: (۱) پھولا (۲) گلہ دھرتہ (۳) کجہرہ دھرتہ (۴) ستارہ دھرتہ (۵) کمرہ (۶) پھدا (۷) والا (۸) لٹی (۹) بدلا۔ بمعنی تغیر (۱۰) بدلا۔ بمعنی عوض قصاص (۱۱) سہرا (۱۲) پالہ (۱۳) صندوق (۱۴) کچہ (۱۵) شلہ (۱۶) کچھ (۱۷) حمام۔ دھرتہ (۱۸) پالا (۱۹) کُچہ (۲۰) کمر یا (۲۱) شفیقہ (۲۲) تبالہ (۲۳) پینہ (۲۴) سوا (۲۵) لہہ (۲۶) شطہ (۲۷) کچھا (۲۸) زچاہ (۲۹) سورہ (۳۰) کُچا (۳۱) گرتا (۳۲) ماتھا (۳۳) سیمہ (۳۴) کچا (۳۵) سایہ (۳۶) دولہا (۳۷) شہانہ (۳۸) دوپٹا (۳۹) اٹکا (۴۰) ترانہ (۴۱) لہرا (۴۲) آیہ (۴۳) معنی - دھرتہ (۴۴) بھالا (۴۵) دکھایا (۴۶) مڑوہ (۴۷) دھڑکا (۴۸) دریا (۴۹) اٹکا (۵۰) ربا تھا (۵۱) کچھا (۵۲) بٹھایا (۵۳) طلاق (۵۴) توڑا۔ روپیوں کی ٹھیلی (۵۵) توڑا۔ بمعنی خسارہ (۵۶) کارہ (۵۷) مہینہ (۵۸) دھوئی (۵۹) پھلکا (۶۰) تمغا (۶۱) ٹیکا (۶۲) اُس با (۶۳) رشتہ (۶۴) حلقہ (۶۵) پالہ (۶۶) بچہ (۶۷) گمراہ (۶۸) روشمالہ (۶۹) جوڑا (۷۰) اندھا (۷۱) گینہ (۷۲) تڑکا (۷۳) دھندکا (۷۴) بھٹکا (۷۵) ڈھاسا (۷۶) بھٹل (۷۷) کچہ (۷۸) پھرا (۷۹) پرغہ (۸۰) شیدا (۸۱) دوپٹا (۸۲) گتہ (۸۳) چھینکا (۸۴) جملہ (۸۵) پٹا (۸۶) آٹا (۸۷) استعارہ۔

جگر مراد آبادی کے حسن مطلع کے مذکورہ اشعار میں کوئی علمی، تاریخی، یا مذہبی بات نہیں کہی گئی اور صرف ”حسن“ و ”مشق“ کے پیر میں پھنس کر مشق کے مشق میں ترپنے اور آنسو بہانے کی کیفیت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ان آٹھ اشعار میں عوامی سطح اور اصطلاح کے الفاظ کا ہی استعمال کیا گیا ہے اور محبت کے فسانے کا رد نہ دیا گیا ہے۔ کوئی معنی خیز الفاظ یا نثر شاعری کی کسی صنعت پر دست آزمائی نظر نہیں آتی۔ جب کہ حضرت رخصا بریلوی علیہ الرحمہ کے اشعار کا ایک ایک لفظ علم و عرفان کا گوہر بنایا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اردو ادب کی کئی صناعات مثلاً صنعت تشبیہ، تضاد، اقتباس، استعارہ، تمکین، مقابلہ، جنائس کمال



وغیرہ بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ہر شعر کی تشریح میں کئی سو صفحات لکھے جاسکتے ہیں۔ الفاظ کی بندش، روانی اور ربط کا حسن بھی اپنی تمام آب و تاب کے ساتھ نکھرا ہوا نظر آتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے مذکورہ قصیدہ نور کے علاوہ دیگر چالیس (۴۰) نعتوں، مثنویوں وغیرہ میں بھی حسن مطلع کا کثرت سے استعمال فرمایا ہے۔

■ ”واہ کیا جو دو کرم ہے وہ بطلما تیرا“۔ نعت میں تین (۳) حسن مطلع ہیں۔

■ ”ماہ سیما ہے احمد لوری“۔ منقبت میں سات (۷) حسن مطلع ہیں۔

■ ”اے امام الہدیٰ محبت رسول“۔ منقبت میں دس (۱۰) حسن مطلع ہیں۔

### (۳) ”وزن اور بحر“

شعر کے وزن سے مراد یہ ہے کہ شعر کو تو لے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں انہیں بحر کہا جاتا ہے۔ ان بحر میں سے کسی ایک بحر کے مطابق شعر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جو کلام کسی بھی بحر کے وزن پر نہیں ہوتا وہ شعر نہیں ہو سکتا۔ اسے نثر (Prose) کہا جائے گا۔ شعر کے وزن کرنے کا جو فن ہے وہ ”علم عروض“ کہلاتا ہے۔ اس فن کے ذریعہ اشعار کا وزن یا ان کا موزوں یا ناموزوں ہونا معلوم ہوتا ہے۔ فن عروض کی اصطلاح میں شعر کو بحر کی ترازو میں تولنے کا نام وزن ہے۔ جس کو تصنیف کرنا بھی کہتے ہیں۔ اس فن کا موجد بصرے کا ایک مشہور عالم خلیل بن احمد ہے۔ جو ۱۰۳ھ مطابق ۷۲۱ء میں پیدا ہوا اور ۷۸۵ھ مطابق ۷۸۸ء میں وفات پائی۔ خلیل بن احمد نے شعر کے لئے پندرہ (۱۵) وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا۔ خلیل بن احمد کی مقرر کردہ بحر کے بعد ابوالحسن انعمانی، برزجمہر، مولوی یوسف نیشاپوری اور ایک کسی نامعلوم شخص نے ایک ایک بحر ایجاد کی اور فن شاعری کے لیے کل انیس (۱۹) بحر میں مقرر ہوئیں۔ پھر ان ۱۹ بحر کو الگ الگ بحر میں تقسیم کیا گیا اور کل چھتر (۷۶) بحر میں متعین کی گئی ہیں۔ جن کی تفصیلی بحث یہاں ممکن نہیں



لہذا انگریز کی خاطر طبع کیلئے فن شاعری کی سالم انیس (۱۹) بحر کا نقشہ مع ان کے اقسام و اوزان پیش خدمت ہے:-

نقشہ بحر مع کیفیت اقسام و اوزان				
نمبر	بحر کا نام	کیفیت	کل قسم	اس بحر سالم کا وزن
۱	ہزج	مفرد	۱۱	مفاعیلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۲	رجز	//	۵	مُسْتَفْعِلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۳	رمل	//	۷	فاعلاتُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۴	مُتَقَارِبْ	//	۶	فَعُولُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۵	کامل	//	۱	مُتَفَاعِلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۶	وافز	//	۱	مُفَاعِلَتُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۷	مُتَدَارِكْ	//	۷	فاعِلُنْ - چار مرتبہ ایک مصرع میں
۸	مُنْسَرَجْ مرکب		۵	مُسْتَفْعِلُنْ مَفْعُولَاتْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں
۹	مُضَارِعْ	//	۷	مفاعیلُنْ فاعلاتُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں
۱۰	سریع	//	۶	مُسْتَفْعِلُنْ مُسْتَفْعِلُنْ مَفْعُولَاتْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں
۱۱	خفیف	//	۳	فاعلاتُنْ مُسْتَفْعِلُنْ فاعِلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں
۱۲	محبت	//	۳	مُسْتَفْعِلُنْ فاعلاتُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں
۱۳	مقتضب	//	۳	مَفْعُولَاتْ مُسْتَفْعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں



۱۳	طویل	//	۱	فَعُولُنْ مَفَاعِيلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں
۱۵	مدید	//	۱	فَاعِلَاتُنْ فَاعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں
۱۶	بسیط	//	۱	مُسْتَفْعِلُنْ فَاعِلُنْ - دو مرتبہ ایک مصرع میں
۱۷	جدید	//	۱	فَاعِلَاتُنْ فَاعِلَاتُنْ مُسْتَفْعِلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں
۱۸	قریب	//	۴	مَفَاعِيلُنْ مَفَاعِيلُنْ فَاعِلَاتُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں
۱۹	مشکل	//	۱	فَاعِلَاتُنْ مَفَاعِيلُنْ مَفَاعِيلُنْ - ایک مرتبہ ایک مصرع میں
	میزان:	← ۷۴		

مذکورہ بحر میں سے سات (۷) بحریں مفرد (Solitary) ہیں اور بارہ (۱۲) بحریں مرکب (Combined) ہیں۔ کل انیس (۱۹) بحریں اصل ہیں اور یہ انیس بحریں منقسم ہو کر کل ۷۴ بحریں ہو گئیں۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا نقشہ کے ساتھ آجائے گا۔ اردو ادب میں جو بھی شاعری لکھی جاتی ہے، وہ ان مذکورہ ۷۴ بحر میں سے کسی ایک بحر کے وزن پر ہوتی ہے۔ کسی شعر کے لئے یہ طے کرنا کہ یہ کس بحر کے وزن پر ہے یہ ایک مستقل فن ہے اور اس فن کو علم عروض کہا جاتا ہے لیکن علم عروض کا پورا دارو مدار تقطیع پر ہے۔

## (۴) "تَقْطِيعُ"

تقطیع علم عروض کا اصل اصول ہے۔ اور تقطیع کا علم اور اس میں مہارت صرف علم عروض کے اصول اور قوانین کو یاد کر لینے سے نہیں آتا بلکہ مشق اور ممارست



(Experience) سے اس پر غور حاصل ہوتا ہے۔ اس فن میں مہارت حاصل کرنے کے لئے اصول کی روشنی میں تقطیع کی مسلسل مشق جاری رکھنی چاہئے۔ اس پر قابو پالینا علم و فن عروض پر حاوی ہونے کے مترادف ہے۔ یہ کام اگر آگیا تو گویا عروض آگیا۔ تقطیع کے لغوی معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ چوں کہ بحر کے ارکان سے ہم وزن کرنے کے لئے شعر کے الفاظ کے ٹکڑے ٹکڑے کئے جاتے ہیں اس لئے اس فن کو تقطیع نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ چونکہ شعر الفاظ کے مجموعہ سے بنتا ہے اور الفاظ حروف کے مرکب ہونے سے بنتے ہیں لہذا تقطیع میں حروف کو مد نظر رکھ کر وزن کیا جاتا ہے۔ حروف کی تین صورتیں متعین کی گئی ہیں۔ (۱) مکتوبی غیر ملفوظی یعنی وہ حروف جو لکھے جائیں لیکن پڑھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً ہائے تختی، واؤ معدولہ، عربی کا الف وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (۲) ملفوظی و مکتوبی یعنی وہ حروف جو لکھنے میں بھی آئیں اور پڑھنے میں بھی آئیں۔ ان کا شمار تقطیع میں ہوتا ہے۔ (۳) ملفوظی غیر مکتوبی یعنی وہ حروف جو پڑھنے میں آئیں مگر لکھنے میں نہ آئیں۔ مثلاً حروف مشدّد یعنی جب حرف پر تشدید کی علامت (ّ) ہو۔ اضافت یا ہائے باطنی، وغیرہ۔ تقطیع میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

تقطیع کی بہت سی مختصر تشریح مندرجہ بالا کی گئی ہے حالانکہ تقطیع کے تعلق سے جو اصول و ضوابط ہیں وہ اتنے کثرت سے ہیں کہ جن کو بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ قارئین کی فرح طبع کی خاطر ذیل میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کے ایک شعر کی تقطیع پیش ہے:-

گنہ گاروں کو ہاتف بے لویہ خوش مالی ہے  
مبارک ہو شفاعت کے لئے احمد سادالی ہے  
یہ شعر بحر ہزج سالم کا ہے۔ جس کا وزن مفاعیلن۔ چار مرتبہ ایک مصرعہ میں ہے۔  
تقطیع یہ ہوئی:-



مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
گنہگاروں	کوہاتف سے	نویہ خوش	کالی ہے
مبارک ہو	شفاغت کے	لئے احمد	سادالی ہے

■ امام الکلام حضرت رضا بریلوی نے تمام بحر میں اشعار کہے ہیں مثلاً:-

○ وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں، بحر و افراسالم میں ہے

○ رشک قرہوں رنگ رخ آفتاب ہوں، بحر مضارع مثنیٰ اُخر بملکوف محذوف

میں ہے۔

○ وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں، بحر خفیف مسدس شعث مقصور میں ہے۔

○ سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے، بحر متقارب اثر م مقبوض محذوف

میں ہے۔

○ زمین وزماں تمہارے لئے سکین و مکاں تمہارے لئے، بحر و افراسالم میں ہے۔

## ”قریب الفناء متروک بحر کوئی زندگی“

■ حضرت رضا بریلوی نے اپنی مشہور زمانہ نعت ”زمین وزماں تمہارے لئے“ جس

بحر میں کہی ہے وہ ”بحر و افراسالم“ صرف عربی زبان میں ہی رائج ہے ”یہ بحر عربی سے مخصوص

ہے اور اردو میں رائج نہیں“ (حوالہ: ”فن شاعری“ از اخلاق حسین دہلوی، صفحہ ۱۰۷)۔ اس

بحر میں اردو یا فارسی زبان میں شاید ہی کسی شاعر کی کوئی غزل ملے گی۔ بلکہ اس بحر کو فارسی اور

اردو کے قریب قریب تمام شعراء نے بہت ہی مشکل اور کٹھن بحر محسوس کر کے بالکل متروک

کر دیا تھا اور دنیائے ادب سے یہ بحر غیر مانوس ہو کر قریب الفناء ہو گئی تھی لیکن حضرت رضا

بریلوی کے قلم حیات بخش نے اس بحر کو نئی زندگی بخشی۔ صرف نئی زندگی ہی نہیں بخشی بلکہ نیا

جو بن اور شباب بخشا اور اس بحر کی سنگلاخ زمین میں عشق رسول کے مہکتے پھولوں کی شکل

میں فصیح اور بلیغ الفاظ کا استعمال فرما کر اس بحر کو شباب کے ساتھ ساتھ حسن و زینت سے



آراستہ کیا۔ جس بحر کو فارسی اور اردو کے شعراء نے اس کی سنگلاخی سے مایوس ہو کر فراموش کر دیا تھا، اس بحر کو حضرت رضا بریلوی نے بزم ابھار کی طبع درخشاں بنا دیا۔ بلکہ آنے والی نسل کے شعراء کے لئے اس بحر کی راہ دشار کو ہل بنا کر اس بحر میں شعر گوئی کی ترغیب دی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے اس دشار بحر میں پورے حسن ترتیب سے الفاظ کی صف بندی فرما کر جو روانی پیدا کی ہے، اسے دیکھ کر اہل علم و ادب عجب عجب پکار اٹھے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنی نگاہ التفات سے اس مخفا تر اور متروک بحر کو وہ حسن بخشا کہ حضرت رضا بریلوی کے بعد بہت سے شعراء نے اردو ادب اس بحر پر وارفتہ ہو گئے اور اس بحر میں غزلیں کہی ہیں۔ جس بحر کو فارسی و اردو کے شعراء تلخ اور ترش سمجھ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے تھے، اس بحر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ شیرینی اور چاشنی پیدا کر دی کہ ہر شاعر کے لیے وہ بحر مرغوب طبع ہو گئی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس بحر میں جو نصرت ارشاد فرمائی ہے اس میں ایک خوبی یہ ہے کہ آپ نے شعر کے ہر رکن کو پورا جملہ دینے کے بجائے ہر رکن کو قافیہ کا حسن عطا کیا ہے۔ اور ان ارکان شعر میں وہ ربط و روانی پیدا کر دی ہے کہ شعر پڑھنے یا سننے والا اگر شعر کے مطلب سے واقف نہیں بھی ہے، پھر بھی وہ الفاظ و قافیہ کی موزونیت اور نظم و نثر کے کیف میں محو ہونے لگے۔ مندرجہ ذیل اشعار ہمارے اس دعوے کی دلیل و برہان ہیں:-

○ تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھمک، تمہاری مہمک

زمین و فلک، سماک و سبک، میں سبک نکلاں تمہارے لئے

○ کلیم و نئی، سجا و منی، غلیل و رومی، رسول و نبی

حقیق و دسی، غنی و ملی، ثنا کی زباں تمہارے لئے



- عطائے ارب، جلائے کرب، فیوض عجب، بغیر طلب
- یہ رحمت رب، ہے کس کے سبب، بدست جہاں تمہارے لئے
- جہاں میں جن، جن میں سخن، سخن میں بھجن، بھجن میں دہن
- سزائے سخن، پہ ایسے فن، یہ امن واماں تمہارے لئے
- اثمار سے چاند چہر دیا، چھپے ہوئے خور کو پھیر لیا
- گئے ہوئے دن کو عصر کیا، یہ تاب و قواں تمہارے لئے
- مبادو چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے، کہ دن ہوں بھلے
- بوا کے تلے ٹام میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لئے
- اس نعت پاک کے ہر شعر میں الفاظ کی قدرت اور روانی کی شیریں مقامی اتنی ہر کیف
- ہے کہ نعت پڑھنے والے کے دہن میں شہدایاں کھل جاتا ہے۔ گویا کہ حضرت رضائے
- بخروا فرسالم کی چھری راہ کو ہموار کر کے اس کو نکلی بنا دیا ہے۔

## (۵) "اقسام"

- قلم : لری، سبک، کلام، شعر (فیروز اللغات، ص ۱۳۶۶)
- [ Well measured poetry, Stringing as pearls ]
- لوری : ہلکی آواز کے سُر پلے گیت، جو عورتیں بچوں کو سنانے یا بہلانے کے لئے
- آہستہ آہستہ گاتی ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۶۸)
- گیت : راگ، بھجن، سُرود (فیروز اللغات، ص ۱۱۳۶) [ Song ]
- سُرود : نغمہ، گیت، راگ، ایک قسم کا باجا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۹۷)
- [ Melody ]
- غزل : قلم کی ایک صفت جس میں عشق و محبت اور اخلاق و تصوف کا ذکر ہوتا ہے۔



غزل کا ہر شعر جدا گانہ مضمون کا حامل ہوتا ہے۔ جس کا پہلا شعر مطلع اور آخری شعر مقطع کہلاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۹۱۳)

[ Ode, Amatory sonnet ]

۵۰ : خدا کی تعریف (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)

[ Praise of Almighty Allah ]

۵۱ : مدح، ثنا، تعریف، توصیف، رسول اللہ کی شان میں مدحیہ اشعار (فیروز اللغات، ص ۱۳۶۶)

[ Eulogy, Praise especially of Holy Prophet Hazrat Muhammad ]

۵۲ : منقبت : تعریف، توصیف، اچھائے کرام کے علاوہ بزرگان دین کی مدح و ثنا کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۹۶)

[ Virtue, Praise of saint except Prophets ]

۵۳ : مثنوی : نظم کی وہ قسم جس میں کوئی بات مسلسل بیان کی جائے اور اس کے ہر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ آئے اور ہر شعر کا قافیہ پہلے شعر کے علاوہ کوئی اور ہو۔ مثنوی میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۰۳)

[ Heroic verse ]

۵۴ : قصیدہ : نظم کی وہ قسم جس میں کسی کی تعریف و تحسین یا جہو ہو۔ اس کے پہلے دونوں مصرعوں میں اور بعد کے ہر شعر کے آخری مصرعہ میں قافیہ کا انتظام ہوتا ہے۔ اس کی شکل غزل سے ملتی جلتی ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۸)

[ Pith of a long ode ]

۵۵ : مرثیہ : وہ نظم جس میں مُردے کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں۔ وہ نظم جس میں شہدائے کربلا کے مصائب اور شہادت کا ذکر ہو۔ رونا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۱۲۵)

[ Elegy, Song of lamentation ]



**○ قطعہ :** نظم کی وہ قسم جس میں کوئی ایک چیز بیان کی جاتی ہے۔ اس میں مطلع نہیں ہوتا۔ (فیروز اللغات، ص ۹۵۹)

[ The couplet poem ]

**○ مثنوی :** وہ نظم جس کے ہر بند میں تین مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۰۴)

[ Triverses poetry ]

**○ رباعی :** وہ چار مصرعے جو اوزان مخصوص پر ہوں۔ اس کے پہلے، دوسرے اور چوتھے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ چوتھا مصرعہ عجیب ہوتا ہے کہ سننے والا متحیر ہو جائے۔ رباعی کے چوبیس (۲۴) اوزان ہیں۔ (فیروز اللغات، ص ۷۰۳)

[ Qustrain, Astanza of four lines ]

**○ خمس :** وہ نظم جس میں ہر بند پانچ مصرعوں کا ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۱۷)

[ Pentagon, a king of verse containing five lines ]

**○ مسدس :** نظم کی وہ قسم جس کے ہر بند میں چھ (۶) مصرعے ہوں۔ (فیروز، ص ۱۲۲۵)

[ Poem consisting of six lines ]

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح تمام بحور میں اشعار نظم فرمائے ہیں اسی طرح آپ نے قریب قریب شاعری کی تمام اقسام میں اشعار فرمائے ہیں اور فن ادب کو اس انداز سے نکھارا ہے کہ رہتی دنیا تک فن اور اہل فن حضرت رضا بریلوی کے مرہون منت رہیں گے۔ اقسام شاعری کے عنوان کے تحت کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔ جن کے مطالعہ سے حضرت رضا بریلوی کے بحر علم اور قادر کلامی کا تھوڑا بہت اندازہ آ جائے گا۔ حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی ہر قسم میں طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے حمد، نعت، منقبت، مثنوی، قصیدہ، مرثیہ، قطعہ، مثنوی، رباعی، خمس، مسدس وغیرہ میں اشعار ارشاد فرمائے ہیں۔ جن کا ذکر صناعات کی تفصیل میں ضمنا آئے گا لہذا انفرادی طور پر اس پر بحث نہ کرتے ہوئے کچھ ضروری امور کی طرف قارئین کرام کی توجہات ملتفت کرنا چاہتے ہیں۔



## (۶) ”حمد اور نعت“

اردو زبان ہو یا اور کوئی زبان ہو، اس زبان کی شاعری کی اصناف میں حمد اور نعت کی بہت ہی اہمیت ہے۔ حمد اور نعت میں حمد آسان ہے جبکہ نعت بہت ہی مشکل فن ہے۔ حمد میں خدائے تعالیٰ کی عظمت و بزرگی بیان کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف میں جتنا بھی بڑھا جائے روا ہے۔ حمد میں تعریف کی سمت میں کوئی حد ہی نہیں کہ خدا کی تعریف اس حد تک کی جائے اس سے آگے نہ بڑھا جائے بلکہ تعریف کرنے والے کو روا ہے کہ وہ خدا کی حمد و ثنا میں اپنے قلبی تاثرات کا جتنا زیادہ اظہار کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ حمد میں صرف ایک امر کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے کہ خدائے قدوس کی شان میں کوئی ایسی بات یا لفظ نہ کہی جائے کہ جس کی وجہ سے شان الوہیت میں توہین و تنقیص ہو جائے۔ جب کہ نعت میں دو حدیں مقرر ہیں۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنا غلو نہ کیا جائے کہ آپ کو بشریت سے خارج کر کے الوہیت سے ملحق کر دیا جائے اور ایسا کرنے پر شرک کا الزام عائد ہوگا۔ لہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں ایک محدود حد تک ہی بڑھنا روا ہے۔ اس حد سے تجاوز کرنا روا نہیں۔ دوسری حد یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے الفاظ کا قطعاً استعمال نہ کیا جائے جو آپ کی شایان شان نہ ہوں اور ان الفاظ میں توہین و گستاخی کا پہلو لگتا ہو۔ اور ایسا کرنے پر شان رسالت میں گستاخی کرنے کا کفر لازم آئے گا۔ مختصر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں اتنا نہ بڑھنا چاہئے کہ شرک لازم آئے اور نہ ہی اتنا گھٹانا چاہئے کہ کفر کا جرم عائد ہو۔ ان دونوں سرحدوں کے درمیان رہ کر نعت کو نعت کہنا چاہیے اور یہ ایک دشوار منزل ہے۔

امام شمس و محبت حضرت رضا بریلوی اس معاملہ میں فرماتے ہیں کہ:-



”ہیئتِ نعت شریف لکھنا نہایت مشکل فن ہے۔ جس کو لوگ آسان سمجھتے

ہیں۔ اس میں گوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے۔ جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں ایک جانب امتلا کوئی حد بندی نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔“

(حوالہ: السلفیہ، حصہ ۲، مرقب حضور مغنی، اعظم ہمدانی رضاعلیہ الرحمہ)

نعت رسول لکھنے کے لئے پہلی شرط شاعر کا قلب عشق رسول کی لازوال دولت کے گوہر شاداب سے معمور ہونا ہے اور ساتھ میں اس جذبہ صادق، عشق خالص اور بے پناہ عقیدت کو اعتدال و توازن کے ساتھ حدود شناسی کے ساتھ ظاہر کرنا ہے۔ شاعر کا عشق اس درجہ تک رساں ہونا چاہئے کہ اس کے دل کی ہر دھڑکن سے ”یا حبیبی یا رسول اللہ“ کی صدا آتی ہو۔ اور سخت رسول کی پیروی اس کا مقصد حیات بن جائے۔ جب یہ جذبہ ہدایت کی حالت اختیار کرتا ہے، تو اس کی زبان و قلم سے سوائے محبوب کی یاد اور نعت کے اور کچھ ادا نہیں ہوتا۔ اس کی زبان و قلم سے عشق رسول کے بے بہا موتی تھرتھاتے ہیں اور نعت کی صورت اختیار کرتے ہیں۔

## (۷) ”حضرت رضا اور نعتیہ شاعری“

امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک دنیائے اردو شاعری مجازی محبوب کی زلفوں کی اسیر تھی۔ شعراء ہمہ وقت اپنی محبوبہ کے حسن و جمال کی تعریف میں کھوئے رہتے تھے۔ کوئی اپنی محبوبہ کی زلفوں کی درازی میں طویل غزلیں لکھ رہا ہے۔ کوئی محبوبہ کی مخموری آنکھوں کے نشے میں مجھوم رہا ہے۔ تو کوئی رخسار لب، کمر، نزاکت موزونیت کی شان کے اظہار میں مصروف ہے۔ کوئی انگوڑی ہنسی کے کڑوے گھونٹ کی



شیرینی محسوس کر رہا ہے۔ فرض دنیا اور دنیا کے مجازی محبوبوں کے عشق مجازی کا ایسا غلبہ اور تسلط تھا کہ شعراء اردو ادب کی اکثریت اسی کے دام فریب میں گرفتار تھی اور مجازی محبوب کے سراپا کا عاشقانہ بیان اور اس کی سوتیلانہ تشریح ان کا طرہ امتیاز تھا۔ خلاف شریعت اقوال و افعال کی ترغیب و تشویق گویا کہ شاعری کا معیار فن بن چکا تھا۔ اردو کے کچھ شرابی اور کہانی شاعروں نے کیج غم کے زیر اثر ایسے ایسے ناروا اشعار کہے کہ اردو شاعری کی روح بھی شرمندہ تھی۔ غفل و غدامت سے اس کی جبین احساس غم ہو گئی تھی اور ایسے شعراء اردو ادب و فن شاعری کے لیے عار و وبال بن گئے تھے۔ ان تک ادب شاعروں نے اپنے قلم کی سیاحت سے صفحہ قرطاس ہی نہیں بلکہ اردو شاعری کا دامن بھی داغ دار کر ڈالا تھا۔ ان کم ظرف و کم نظر شعراء کا یہ غلط نظریہ تھا کہ اردو شاعری میں جدت اور رنگت کی جاشنی گھولنے کے لئے عاشقانہ اور شرابیانہ طرز اختیار کرنا ضروری ہے، ورنہ اردو شاعری خشک اور تلخ رہ جائے گی۔ شراب و شباب کی رنگینی کا تذکرہ ہی اردو شاعری میں رنگ جماسکتا ہے۔ نوجوان اور عاشق ملتے کو اردو شاعری کی طرف مائل کرنے اور ان کو رغبت دلانے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔ اور اسی سے اردو شاعری کے حسن کا نکھار ہے۔ مذہبی شاعری کی طرف بہت کم شعراء مہلت ہوئے تھے کیونکہ شعراء اردو ادب نے ماحول ایسا پرانگندہ کر دیا تھا کہ عشق حقیقی میں کی جانے والی شاعری کو پرانی وضع قطع کی ذہنیت کی تخلیق اور خشک عنوانی پر مشتمل شاعری سمجھا جاتا تھا۔ مذہبی شعراء کی مقبولیت اور شہرت ایک مخصوص طبقے اور ملتے تک ہی محدود تھی، جب کہ عشق فطری سے لبریز کلام والے فداق شعراء عام شہرت اور مقبولیت کے تمکیدیار بنے ہوئے تھے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی کا اردو شاعری پر احسان ہے کہ آپ نے اس غلط نظریہ کی عملی تردید فرمادی اور اپنے حسن کلام سے اردو شاعری کو زینت و زیبائش عطا کرنے کے ساتھ ساتھ مذہبی شاعری میں بھی اپنی رنگینی سخن سے رنگ و رس پیدا کر دیا اور جس مذہبی عنوان کو خشک اور بے رنگ گردان کر اس کی طرف شعراء نظر التفات سے گریز کرتے تھے، اس



عنوان کو اتار نگین و حسین بنا دیا کہ اس عنوان کے شعر کو بلند منصب اور اعلیٰ معیار حاصل ہونے لگا۔ اردو شاعری کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ میں ایسا رنگا کہ اردو شاعری کے چہرے کی زردی کو سرخ روئی میں بدل دیا اور ثابت کر دیا کہ اردو شاعری کا حسن و نکھار عشق مجازی میں شعر گوئی سے نہیں بلکہ عشق حقیقی میں طبع آزمائی سے آتا ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

جو کہ شعر و پاس شرع دلوں کا حسن آئے کیوں

لا اے دلش جلوہ زمرہ رضا کہ یوں

حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام بلاغت کلام سے اردو شاعری کو زینت بخشنے کے ساتھ ساتھ ایک عاشق صادق کے جذبات دل کو شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تمام رعنائیوں کے ساتھ اظہار کرنے کا سلیقہ بھی تعلیم فرمایا۔ آپ کی شاعری حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے۔ تصنع، بے جا غلو، روایاتی تکلف، کذب گوئی، دروغ بیانی، جذبات کے سیلاب میں بہنا وغیرہ قباحتوں سے بالکل پاک و محروم ہے۔ آپ کی شاعری وہی تھی، خالق کائنات نے حضرت رضا کو موزونیت و محتویت کی وہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں کہ عشق رسول کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ فن و ادب کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی شاعری میں صرف آمد آمد کی آمد بہار ہے۔ آوروں کی کھینچا جانی کی خزاں کا نام و نشان نہیں۔ آپ دیگر شعراء کی طرح صبح سے شام تک اشعار بندی میں منہمک نہیں رہتے تھے بلکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ سمندر کی طغیانی کی طرح ابھرتا اور یاد محبوب میں آپ بے چین و بے قرار ہو جاتے، تو عشق رسول کا وہ جذبہ سوز خود بخود بالکل اشعار زبان سے نکلتا اور وہ اشعار آپ کے سوز و شوق کا سامان بن کر آپ کے بیقرار دل کو سکون بخشتے۔ خود حضرت رضا فرماتے ہیں کہ:-

”جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد ڈر پاتی ہے تو میں نعتیا شعراء سے بے



قرار دل کو تسلیم دیتا ہوں، وہ نہ شعر و سخن میرا مذاق طبع نہیں۔ (حوالہ: ”سوانح اعلیٰ حضرت، از حضرت علامہ بدرالدین احمد، ص ۱۸۳)

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاعری برائے شاعری نہیں بلکہ شاعری بطور عبادت کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنائی مقصد اصلی تھا۔ اور اس مقصد میں صرف غلوں کا جذبہ ہی کارگر تھا۔ اس کا پتہ حسب ذیل واقعہ سے آئے گا:

”ایک مرتبہ کوئی ایک شاعر ایک نعت لکھ کر حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں بغرض اصلاح حاضر ہوا۔ حضرت رضا نے جب اس نعت کو ملاحظہ فرمایا تو اس نعت کے اشعار میں ایسا تذکرہ تھا کہ یا رسول اللہ! آپ کی یاد اور آپ کے فراق میں میرا یہ حال ہے کہ نہ راتوں کو نیند آتی ہے، نہ دن کو چین حاصل ہوتا ہے۔ آپ کے غم بھر میں کھانا، پینا، سونا وغیرہ ترک ہو گیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے ان شاعر صاحب سے فرمایا کہ واقعی اگر آپ کی وہی حالت ہے جو آپ نے اپنے اشعار میں بیان کی ہے، تو آپ کی یہ حالت قابل مدح حسین ہے اور اگر آپ کی حالت حقیقتہً وہ نہیں ہے جو آپ نے بیان کی ہے بلکہ شعر کو حسن اسلوبی سے آراستہ کرنے کے لئے بعض شاعرانہ تکلفات کے تحت ہی آپ نے تصنع کرتے ہوئے اپنی حالت بیان کی ہے اور آپ کا حال اپنے بیان کے مطابق نہیں بلکہ آپ کھاتے، پیتے اور آرام سے سوتے بھی ہیں، تو یہ ایک مجھوٹ ہوا۔ ذرا سوچا مجھوٹ اور وہ بھی اتنی عظیم بارگاہ میں؟ لہذا آپ اپنے اشعار میں اپنی وہی کیفیت بیان کیجئے جو واقعی آپ محسوس کر رہے ہیں۔ یعنی اپنے اشعار کو صداقت پر ہی مبنی کریں اور کذب بیانی و تصنع سے احتراز کریں۔

مذکورہ واقعہ حضرت رضا بریلوی کی شاعری میں صداقت کے عناصر کی نشاندہی کرتا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے اپنے نعتیہ اشعار میں صرف وہی لکھا ہے، جو آپ نے واقعی محسوس کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ حضرت رضا کے اشعار میں صدق



دُغلوں کی گہرائیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کی شاعری میں عشق رسول کے حقیقی جذبات جلوہ  
 لگن ہیں۔ آپ کی نعتیہ شاعری رگی اور رواجی نہیں بلکہ حقائق پر مبنی ہے۔ اردو شاعری میں  
 رگی شاعری کی بدی گھر کے ہوئے تھی۔ مثال کے طور پر مرزا اسد اللہ غالب آزاد طبیعت  
 کے آدمی تھے۔ شراب نوشی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ جوا (Gambling) کے وہ ایسے دلدادہ  
 تھے کہ اس لبت کے طبل کی مرتبہ حوالا لے کر ہوا کھا چکے تھے۔ مرزا غالب کے اطوار زندگی کو  
 اور تصوف کو دور کا واسطہ بھی نہ تھا لیکن پھر بھی غالب صاحب نے تصوف میں بہت اشعار  
 کہے ہیں۔ غالب کے صوفیانہ اشعار صرف رگی اور رواجی تھے، حقیقت سے انہیں کوئی  
 سروکار نہ تھا۔ لیکن حضرت رضا کا خملہ کلام رسم و روایت سے نر اور مزہ ہے۔ آپ کو اپنے آقا  
 و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور آپ کا سراپا حب رسول میں غرق تھا۔  
 آپ کے کلام میں عشق رسول کی جو مہک ہے، وہ ذاتی مشاہدے اور تجربے پر مبنی ہے۔ آپ  
 نے اسی صداقت و دُغلوں کے جذبے کے تحت ہی اشعار نظم فرمائے ہیں اور شعراءِ اردو ادب  
 کو نعتیہ شاعری میں راہِ دُغلوں اختیار کرنے کی ہدایت و تلقین فرمائی ہے۔

فن شاعری میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی استاد نہ تھا اور نہ ہی آپ کسی  
 سے اپنے اشعار کی اصلاح کراتے تھے۔ علاوہ ازیں شعر گوئی آپ کا مشغلہ بھی نہ تھا اور نہ  
 ہی آپ کو اتنی فرصت تھی کہ آپ شاعری کی طرف مکتف ہوں کیونکہ آپ تجدیدی خدمات  
 میں ہر وقت منہمک تھے۔ کثرت تصنیف میں آپ ایسے مصروف تھے کہ آپ شاعری کی  
 طرف اپنی توجہات مرکوز ہی نہ کر سکے تھے کیونکہ شب و روز کے ۲۴ گھنٹوں میں سے تقریباً  
 ۱۸ یا ۲۰ گھنٹے آپ تصنیفی خدمت میں صرف فرماتے تھے۔ آپ کی شاعری وہی تھی۔ فن  
 شاعری میں عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کا رہنما تھا۔ قرآن مجید آپ کی  
 شاعری کا ناخذ و مرجع تھا۔ احکام شریعت آپ کے پاسدار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی  
 نعتیہ شاعری احکام شریعت سے نر و مستجاوز نہیں۔ حالانکہ نعت گوئی کے میدان میں کئی مشکل



مراحل سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ نعت گو شاعر عموماً مضامین کے محدود دائرے میں جھولانی کرتا ہے۔ وہ ایک مضمون کو کئی طریقوں سے بیان کرنے کے لئے نئے نئے الفاظ کی تلاش و جستجو میں رہتا ہے۔ اور جہت سے الفاظ کی بکثرت جتانے کے شوق میں وہ کبھی ناروا لفظ کا بھی دامن تمام لیتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مضمون کی تلاش میں شاعر اپنی بساط سے اونچی پرواز کرنے کی کوشش کرتا ہے اور الجھ جاتا ہے۔ یا تو احکام شریعت کی خلاف ورزی کر بیٹھتا ہے یا اپنے کلام کو مکمل بگاڑ دیتا ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ان تمام امور سے منفرد اور ممتاز نظر آتا ہے۔ آپ کی شاعری میں جو احتیاط پائی جاتی ہے وہ دیگر شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ آپ نے جس مضبوطی سے ادب و احرام کے دامن کو تھاما ہے، اس کی مثال دیگر شعراء کے کلام میں بہت ہی قلت سے پائی جاتی ہے۔ حضرت رضا کے کلام کی عمدگی کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ نے نعت گوئی کے لئے قرآن مجید کو مشعل راہ بنایا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صفات و اعجاز، مناقب و مراتب اور بے مثل صفات کو قرآن مجید کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کیا۔ قرآن سے آپ نے نعت گوئی کی اور نعت گوئی کے منازل کو اس کی تمام تر رعنائیوں سے ملے کرنے کے لئے مداح رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے واقعہ راہ عشق کو حاضر راہ بنایا اور ان کے نقش قدم کو اختیار کیا۔ غور فرمائیے ہیں کہ:

ہوں اپنے کلام سے نہایت محفوظ + بچا ہے اللہ انتہ محفوظ  
قرآن سے میں نے نعت گوئی کیسی + یعنی رہے احکام شریعت محفوظ  
اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ حضرت رضا بریلوی نعت گوئی کی راہ میں ایسے ایسے نازک مراحل سے گذرے ہیں کہ تھوڑی سی بے احتیاطی بھی ارتکاب جرم عظیم کی زنجیروں میں جکڑ دینے کے لئے کافی تھی۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے بڑی احتیاط سے ان مضامین کو نبھایا، نعت گوئی کے احرام و تقدس کو ملحوظ رکھا اور شعراؤں کے زیورات سے



آرامتہ کر کے شاعری کے حسن کو بھی دو بلا کیا ہے۔ ان مراحل کو بآسانی طے کرنے کے لئے آپ نے جو طریقہ اپنایا، اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

رہبر کی رہ نعت میں گر حاجت ہو  
فعل قدم حضرت حسان بس ہے

حضرت رضا بریلوی نے شاعری کے تمام اصناف میں شعر گوئی کی ہے لیکن آپ کے کلام میں زیادہ تر تعزول کا رنگ نظر آتا ہے۔ آپ نے غزل کے انداز میں نعت، حقیقت، قصیدہ وغیرہ نظم فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں حمد، مثنوی، قطعات، رباعیات وغیرہ میں بھی طبع آزمائی فرمائی ہے۔ آپ نے فن شاعری کو حیاتِ نو بخشی ہے اور فن شاعری کی صناعات میں آپ نے اپنی قادر الکلامی کا سکہ بٹھاتے ہوئے جو کمال دکھایا ہے، اس کو دیکھ کر دنیائے اردو ادب کے بڑے بڑے شعراء اور ماہرینِ انجمن بدندان ہیں۔ اس وقت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شاعری پر مزید کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صناعاتِ فن شاعری پر کچھ گفتگو کریں اور اختتامِ مقالہ میں حضرت رضا کی شاعری کے محاسن پر کچھ تحصیل سے تبصرہ کریں گے۔

## (۸) صناعاتِ فن شاعری

فن شاعری میں کچھ صناعاتِ حتمین کی گئی ہیں۔ اور ہر صنعت کے قواعد و ضوابط مقرر کئے گئے ہیں۔ شاعر اپنے کلام کے حسن کو نکھارنے کے لئے ان صناعات کا اپنے اشعار میں استعمال کر کے اہل علم سے داد حاصل کرتا ہے۔ اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء اپنے کلام میں ان صناعات کو استعمال میں کو شاں رہے اور اپنی حسب استطاعت ان صناعات کا استعمال کیا۔ حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ان صناعات کا بھرپور استعمال فرمایا اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کر دی کہ نعتیہ شاعری میں ان صناعات کا حسین انداز میں استعمال



کیا جاسکتا ہے اور فنِ وادب کو اُجاگر کیا جاسکتا ہے۔ حضرت رضّا نے اپنے نعتیہ اشعار میں ان صنعت کو اتنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا ہے کہ اہل ذوق کو مجبور ہو کر اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضا کا مقام فنِ وادب کے اعتبار سے بھی تمام شعرائے اردو سے بلند و اعلیٰ ہے۔ اب ہم صنعت کا ذکر کرتے ہیں اور ہر صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرحمٰن کی مہارت، قدرت، قدرت، اور فوقیت کا تذکرہ کرتے ہوئے اُس صنعت میں حضرت رضا کے اشعار پیش کرتے ہیں۔

## (۹) "صَنَعَتِ اسْتِعَارَةٍ"

اُس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے کلام میں کسی لفظ کے حقیقی معنی ترک کر کے اس کو مجازی معنی میں استعمال کرتا ہے اور ان حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہوتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۴۱) [ Metaphorical ]

کھیل بہاؤنی کا شعر ہے کہ:- (۱) اے میرے ماہِ کامل پھر آشکار ہو جا  
اکٹا گئی طبیعت تاروں کی روشنی سے  
اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے لئے حقیقی معنی ترک کر کے "ماہِ کامل" کے مجازی معنی کا استعمال کیا ہے۔ یعنی ماہِ کامل سے مراد اپنی محبوبہ ہے۔

حضرت رضا فرماتے ہیں:- (۱) آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں میراب  
حج سورج وہ دل آرا ہے اُجالا تیرا  
(۲) لہجیں بانٹا جس ست وہ ذی شان گیا  
سامنے ہی مٹتی رحمت کا قلعہ ان گیا  
(۳) واللہ جو مل جائے میرے گل کا پینہ  
مانگے نہ کبھی عطر، نہ پھر چاہے ذہن پھول



(۴) اٹھا دو پردہ، دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے

زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے قلاب میں ہے

(۵) کعبہ کے بدر العقی تم پہ کروڑوں درود

طیبہ کے شمس العقی تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں شعر نمبر ۱ میں ۵ ہے سورج، شعر نمبر ۲ میں ۵ عقی رحمت، شعر نمبر ۳

میں ۵ گل، شعر نمبر ۴ میں ۵ نور باری اور ۵ مہر، شعر نمبر ۵ میں ۵ بدر العقی اور ۵ شمس

العقی سے مراد حضور اقدس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات تو گرامی ہے۔ ایسے تو کئی

اشعار ”عدالت بخشش“ میں دستیاب ہیں۔

## (۱۰) ”صَنَعَتْ تَشْبِيهًا“

ایکہ چیز کو دوسری چیز کی مانند ٹھہرانا یا اس کی صفت میں شریک قرار دینا۔ (فیروز

اللغات، ص ۳۶۱) [Allegory]

۵ میر تقی میر کا شعر ہے کہ:-

نازکی اُن کے لب کی کیا کہیے

پگھڑی اک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوبہ کے ہونٹ کو گلاب کی پگھڑی سے حائل دی اور اپنی

محبوبہ کے لب کو گلاب کی پگھڑی کی مانند ٹھہرایا۔

۵ حضرت خاندانِ علیؑ فرماتے ہیں:-

پکی پکی گلِ قدس کی چوں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضاؑ اپنے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک اور نازک

ہونٹوں کو ان کی نزاکت کی بنا پر ”گلِ قدس کی پتیوں“ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔



○ آہرہ بھائی کا شعر ہے:- ہمارے چہرے پر کھری ہے وہ زلف تھری  
رات کیوں ہے آج اکی دل رہا مظلوم ہے

اس شعر میں شاعر نے اپنی محبوب کے چہرے کو ہمارے تھید کی ہے۔  
○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- دل کو ٹھٹھا مراء وہ کف پا چاند سا

سیدہ چہرہ رکھ دو ذرا، ہم پہ کروڑوں درود  
اس شعر میں حضرت رضا علیہ السلام نے اپنے آکا دولی سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے  
”سہ پا“ یعنی گودوں کو ہمارے تھید کی ہے۔

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:- ریش بخش محفل مرم ریش ط  
ہائے باد عدت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں حضرت رضا نے حضور اقدس سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک یعنی  
والہی شریف کو ہائے باد یعنی کہ ہمارے گرد گردہ کڈل ہوتا ہے اس سے تھید کی ہے۔

## (II) ”صَنَعَتِ مُبَالَغَةٍ“

کسی بات کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرنا۔ حد سے زیادہ تعریف و بڑائی کرنا۔ (فہرہ  
الفاظ، ص ۱۱۹۳) اس کو غلو بھی کہتے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ مبالغہ کرنا۔ اردو ادب کے  
شعراء نے اس صنعت میں بہت سی گل کھلائے ہیں۔ مثلاً امیر علی کا شعر ہے:-  
”نہیں پڑے آپ تو بکلی چمکی + ہل کوئے تو کھٹا بھٹا آئی“۔

لیکن حضرت رضا کی فقہ شاعری میں مبالغہ یا غلو ضروری نہیں۔ آپ نے اپنے آکا  
دولی سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو کچھ بھی کہا اور لکھا ہے وہ حقیقت ہے اور  
حقیقت حال پر ہی مبنی ہے۔ جس بڑا استہپاک کی تعریف کا جو حق ہے وہ حق ہی کھڑا جب  
لانا نہیں ہو سکتا تو پھر مبالغہ اور غلو کی صورت ہی بڑا نہیں ہو سکتی۔ حضور اقدس سلی اللہ تعالیٰ



علیہ وسلم کی تعریف اور توصیف میں مبالغہ اور غلو کا ستر باب زور شور سے فرماتے ہوئے حضرت رضاؑ نظر آ رہی ہیں۔

■ "اسے خدا خود صاحب قرآن ہے ہمارے حضور و محمدؐ کے بے شک ہے ہمارے خدا جل جلالہ کی جب تعریف و مدح کا جو حق ہے وہی ہم سے اور ہمارا ممکن نہیں تو مگر مبالغہ یا غلو کو دخل ہی نہیں ہے اور حضور اقدس کی تعریف کا کمال حق ادا کرنے سے اپنے غلو کا اقرار کرتے ہوئے حضرت رضاؑ فرماتے ہیں کہ۔

■ "لیکن خدا نے ختم فرمایا اس پر کہ دیا + خالق کا بندہ عقل کا آکا کہوں گے۔"

پھر یہ کہ حضرت رضاؑ علیہ السلام کی طرف سے دوسروں کے کلام میں مبالغہ یا غلو کا امکان ہی نہیں۔ آپ نے جو بھی اپنے آکا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کہا ہے وہ کامل اور حقیقت ہی ہے غلو نہیں۔

## (۱۲) "صَنَعَتِ اقْتِبَاسُ"

پچھا ہوا کلام (فیروز اللغات، ص ۱۰۵) یعنی شاعر اپنے شعر میں قرآن مجید کی آیت یا حدیث کی عبارت کا گھول لے اور اس عبارت کو عربی زبان میں ہی شعر میں گل کرے۔

[Quotation]

مصنف اقتباس کی مثالیں اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں بہت کم پائی جاتی ہیں بلکہ یوں کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ان شعراء کے کلام میں یہ صنعت برائے نام ہی پائی جاتی ہے، بجز ڈاکٹر اقبال صاحب۔ ڈاکٹر اقبال کے کلام میں صنعت اقتباس ضرور پائی جاتی ہے لیکن محدود تعداد میں۔

پچلے ہم اردو ادب کے کچھ نامور شعراء کے کلام سے کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں:

○ مردہ سادہ غالب کا شعر ہے کہ۔ دھوپ کی تابش آگ کی گری

وَلَمَّا زَاغَتِ الْعَذَابُ النَّارِ



مرزا غالب کے دیوان میں صنعت انکسار کے کل دو ہی قصیدے ملتے ہیں۔  
عالم کا دور و دراز سفر کی غرض سے ہے۔

پس طریقت سے حاصل ہونے والی بات ہے

عرب و "خاکِ حریت" میں

۱۰۰ کلامہ فی الجملہ۔ (۱) کتبہ فی الجملہ کتبہ فی الجملہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ

(२) लक्ष्मी : नमः । नमः । नमः ।

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ

(۳) کس کی موت سے ختم ہو جائے گا

حکام کر کے عوام کو لکھ دیتے تھے

(۴) عکث مندر ہے : کہ اشپ فر

لَا يَكْفُرُ لَكُمْ وَالَّذِينَ اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ

(۵) چشم قوام ہے قدامت اور یک رنگی

راہب شامی و غنائت و شکر و زکے

مذاہراتِ اقبال کے کلام سے صنعتِ انہماک کی مثال میں پانچ اشعار درج کئے ہیں۔

ملا سہا قہال کے علاوہ دیگر شعرائے اردو کے کلام میں اس صنعت کی مثالیں مشکل سے ملتی

ہیں۔ جگر مراد آبادی، فیصل احمد لکس، قاتی ہدایونی، غزاقی کور کچھدی، اسفر گڑوی کے کلام تو

اس صنعت سے عزیمت پر ماتم کتاں محسوس ہوتے ہیں۔ لیکن امام عشق و محبت حضرت رضا

بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت اقتباس کی مثالیں اپنی کثرت سے پائی

جانی ہیں کہ عقلیں حیران ہیں۔ کچھ مثالیں پیش خدمت ہیں۔



○ حضرت رضافرا مآے ہیں :- (۱) وَذَقْنَاكَ ذُكْرًا كَاہے سایہ تجھ پر

پہل ہلا ہے ترا، ذکر ہے اونچا تیرا

(۲) لَا تَسْأَلُنَّ جَهَنَّمَ قَاعِدَةً اِذْ لَی

نہ سگروں کا مہٹ پر عقیدہ ہوتا تھا

(۳) لَنْتَ فَفِيْهِمْ نے درد کو مگی لیا دامن میں

میں چلو مبارک تجھے شیدائی دست

(۴) غَنِيْمَةُ الْوَحْشِ کے جو چکے کنسی کے بارغ میں

ہللی سدرہ تک اُن کی بو سے بھی عزم نہیں

(۵) پائے کوہاں پل سے گزریں گے تیری آواز پر

وَبَقِيَّتِهِمْ کی صدا پہ وجد لاتے جائیں گے

(۶) نبی سرور ہر رسول و ولی ہے

نہی ازاد مع التواہلی ہے

(۷) نہ عرش ایمن جلاسی ذلوسب میں مہمانی ہے

وَالْحَقُّ لَنْ يَّأْخُذَ غِيْبًا لَّنْ قَوْلِيْ ہے

(۸) کلمے کیا راز محبوب و محبت مستان غفلت پر

شراہ قلذای لفق ترب جامن زانی ہے

(۹) قِيْلَ فِیْ ثِيَابٍ لب پہ کردل میں گستاخی

سلام اسلام طہر کو کہ تسلیم زبانی ہے

(۱۰) مَنْ زَانِسٍ قَدْ زَاىَ لَفَقِ جَوَہِ

کیا عیاں اُس کی حقیقت کہتے



(۱۱) وَلَقَدْ خَلَقْنَا عَصْرَانِ لَمَّا نَفَخْنَا مِنْ عِلْمٍ

موسمونا امام نجد کچھ

(۱۲) مِمَّنْ زَلَّ تَرْتِيقِي وَجْهَكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي

ان پر درد جن سے لوہ ان بحر کی ہے

(۱۳) اِمَّا اَيُّ كَسٍ لِّئَلَّ مَتَّ كَلَّ اسْتَلَّ هُوَ

کیا کلاہت میں کو افسر ازبک اکثر دم نہیں

(۱۴) اِنِّیْ بِکَلَامِ تَرِّیْ قَلْبِنَا اِلْکُلِّیْ قَسَمٌ

تھیل جس میں قلعہ ہر وقت غنہ کی ہے

(۱۵) عَمْرٌ مَلَّیْ اَیَّیْ هِیْ جَبَّ اَوَّلُکَ هُوَ

پھر رو ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

(۱۶) مَوَسِّنٌ هُوَ، مَوَسِّنٌ پَرْدُوکَ زَحْنِیْ هُوَ

ساکل ہوں سائکوں کو خوشی لا تھہر کی ہے

(۱۷) تَهْلُوکَ اللّٰہِ شَانِ حَرِّیْ تَجِیْ کُزْبَا ہُوَ بے نیازی

کہا تھو لیٰ تروانی کہ تھو حاصل کے تھے

(۱۸) ہر اِن کا یوصا تو نام کو تھا، ہیضہ فعل تھا احر کا

حزروں میں ترقی افزا تلی تدا لی کے سلسلے تھے

(۱۹) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَقْنِیْ کے پدے کئی خیر سے کیا خبر دے

مہارو چاہی نہیں حلی کی نہ کہ کہہ دہی نہ تھہر دے تھے

(۲۰) یعنی جو ہوا ہر منزل تمام

اخر میں ہوئی ہر گشت لگم



(۱۱) مڑگان کی سٹیں چار ہیں، دو ایمو ہیں

والجبر کے پہلو میں لایٰ عَفْسُ

(۱۲) دیکھنے والوں نے کچھ دیکھا نہ بھالا نور کا

مَنْ ذَا الَّذِي كَيْفَا؟ یہ آئینہ دکھایا نور کا

(۱۳) کت گیسو، دہن، کئی ایمو، آنکھیں آج ص

کَلَامُ قَسَمٍ اَنْ كَا هِي چہرہ نور کا

(۱۴) بجالا یادہ امر مَلُوعًا كُو

تیری جانب جو مستحل ہے یا غوث

(۱۵) اُخْتُ فَلَاحِ الْفَلَاحِ رُحْتُ فَرَاحِ الْفَرَاحِ

عُدَّ لِقُودِ الْهِنَا تم پہ کروڑوں درود

(۱۶) گیسو دقت، لام الف کر دو بلا مصرف

لا کے عر تیغ لا تم پہ کروڑوں درود

(۱۷) شَحِيحٌ مَهْنِي خَوْسِي كَمُ كُنْ لَقَا

شرع متن ٹوٹت پہ لاکھوں سلام

(۱۸) لَيْلَةُ الْقَدْرِ مَرَّتْ طَلْعُ الْفَجْرِ

ماگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

(۱۹) حَقٌّ ذَايٌ مَعْدَمٌ طَلْفِي

زکری بارغ قدرت پہ لاکھوں سلام

(۲۰) مَنَزِلٌ مِّنْ قَصَبٍ لَا نَصَبٌ لَا صَفَبٌ

اچھے کوٹک کی زینت پہ لاکھوں سلام



- (۳۱) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کہہ کے ہم کو شہانے  
ایک بندہ کر لیا مگر تم کو کیا
- (۳۲) لَا یَنْفَعُکُمْ اٰیٰتِیْ کہہ کے ہر کام بھی نہیں  
تراگ ہے لَا یَنْفَعُکُمْ اٰیٰتِیْ کہہ کر تم کو کیا
- (۳۳) فَلَمَّا قَرَعْتَ فَقَضٰی یہ ہے تم کو منقص  
جو کلام چاہا اب تم کو بخشا آیا کہ تم کو مست  
(۳۴) وَالَّذِیْ اِلٰہَکُمْ کہہ کر تم کو سب کے مطلب  
کہ تم کو کہتے ہیں سب کو دین پر ایمان لایا۔ ہوشیار  
(۳۵) وہ کہواری پاک مریم وہ فَلَمَّا قَرَعْتَ کہہ کر  
ہے اب تم کو علم کر آنا چاہا۔ سب سے افضل  
(۳۶) یہ ہیں فَلَمَّا قَرَعْتَ کہہ کر تم کو  
صدق وہ کی تھا مانی ہے  
(۳۷) اَلَمْ یَخْلُقْ لَکُمُ یہ ذائقہ سے ذائقہ  
بندہ ذائقہ ہر ذائقہ کے واسطے  
(۳۸) اِلٰہِیْ جب کہ شمشیر چلا ہے  
وہ فَلَمَّا قَرَعْتَ کہہ کر تم کو  
(۳۹) اِلٰہِیْ جو دماغ تک میں تم سے کہیں  
تو سب کے اب سے اَلَمْ یَخْلُقْ لَکُمُ  
حاصل بخشہ اول دوم سے مذکور ۳۹ اشارہ اور کلام سے اخذ ہوا کہ ہیں  
ہر کام میں دلوں میں منت اقبال کے اشارہ کی کلام میں بکثرت ہیں۔ حاکم



کے دونوں حصوں میں قاری کلام بمقابل اردو کلام چوتھائی حصہ (۱/۴) کے برابر نہیں اس کے باوجود قاری کلام میں صنعت اقتباس کے ۵۹ اشعار ہیں۔ حصہ سوم کے اردو اور قاری اشعار ان میں شامل کر لئے جائیں تو ان کی تعداد حسب ذیل ہوگی:-

نمبر	کیفیت	حصہ اول	حصہ سوم	میزان
		دوم کے اشعار	کے اشعار	
۱	اردو اشعار	۳۹	۴۰	۷۹ =
۲	قاری اشعار	۵۹	۵	۶۴ =
			کل اشعار	۱۲۳ =

حضرت رضا بریلوی کا یہ کمال ہے کہ آپ نے صنعت اقتباس میں ۱۲۳ اشعار ارشاد فرما کر ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے، جو کبھی توڑا نہ جاسکے گا بلکہ اردو ادب کے تمام شعراء نے مل کر صنعت اقتباس میں جتنے اشعار کہے ہیں ان سے کئی زیادہ اشعار حضرت رضاؒ نے اکیلے نظم فرمائے ہیں اور وہ اشعار بھی ایسے اعلیٰ معیار و علمی و جاہلیت کے ہیں کہ ایک ایک شعر کی تشریح میں کئی کئی صفحات مرقوم کئے جاسکتے ہیں۔ اردو ادب کے دامن کو حضرت رضاؒ نے گوہر شاداب سے بھر دیا ہے اور اردو ادب کے حسن فن کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ صرف صنعت اقتباس میں اردو زبان کے کل ۹۷ اشعار اور قاری زبان کے کل ۶۴ اشعار نظم فرما کر حضرت رضاؒ نے اپنے فن کا کمال دکھایا ہے۔ راقم الحروف کا جہاں تک خیال ہے وہاں تک آج تک دنیا نے اردو ادب میں ایک بھی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا، جس نے صنعت اقتباس میں اتنی کثرت سے اشعار کہے ہوں۔ اس میدان میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان منفرد اور یکائے زمانہ ہیں۔ ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ جس کو بھی دیکھتے ہیں وہ حضرت رضاؒ کے سامنے ہلکے نظر آتا ہے۔



## (۱۳) "صَنَعَتْ تَضَادَّ"

شعر میں ایسے دو الفاظ جمع کرنا جو معنی اور وصف میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں  
یعنی ضد ہوں۔ پھر خواہ وہ دونوں اسم ہوں یا فعل ہوں۔ اس صنعت کو معیہ طبعی تضاد  
بھی کہا جاتا ہے [Parody]

○ مر رگائب کا شعر ہے۔ فرش سے تا مرش، واں، طوقاں تھا سورج رنگ کا

ہاں زمین سے آسمان تک سونچن کا باب تھا

اس شعر میں فرش و مرش اور زمین و آسمان تضاد الفاظ ہیں۔

○ اکبرؒ آبادی کا شعر ہے۔ تار تار بھال پر تار دل کو کیا

زمانہ دیکھ کے دشمن سے دوستی کرنا

اس شعر میں دشمن اور دوستی ایک دوسرے کی ضد کے الفاظ ہیں۔

○ گل ہارونی کا شعر ہے۔ کفر و خرد کو رہا نہ آئے کی دعا کی

جب تک جنوں ہے مفلح ایمان لے ہوئے

اس شعر میں کفر و ایمان اور خرد و جنوں ایک دوسرے کے تضاد الفاظ ہیں۔

○ اسگر گڑوی کا شعر ہے۔ اس عالم ہستی میں نہ مرنا ہے نہ جینا ہے

تو نے کبھی دیکھا نہیں، مستوں کی نظر سے

اس شعر میں مرنا اور جینا ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

○ فیض ہر قلی کا شعر ہے۔ وصل کی شب تھی تو کس درجہ سبک گزری تھی

ہجر کی شب ہے تو کیا سخت گراں ٹھہری ہے

اس شعر میں وصل کی خند ہجر، سبک کی خند گراں اور "تھی" کی ضد "ہے" ہے۔



○ آئی پانی کا شعر ہے۔ موت ہستی پہ وہ تہمت تھی کہ آسان نہ تھی

دعویٰ مجھ پہ وہ الزام کہ مشکل سے اٹھا

اس شعر میں موت کی خندِ دمی اور آسان کی خندِ مشکل ہے۔

○ جگر مرثیہ پانی کا شعر ہے۔ خدا جانے محبت کوئی منزل کو کہتے ہیں

نہ جس کی ابتداء ہی ہے، نہ جس کی انتہاء ہی ہے

اس شعر میں ابتدا اور انتہاء متضاد الفاظ ہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار میں محبتِ تضاد اتنی کثرت سے

پائی جاتی ہیں کہ ان کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ جن سب کو بطور مثال یہاں پیش کرنا ممکن

نہیں۔ آپ کے کلام میں صنعتِ تضاد کی وہ بہتات ہے کہ ایک ایک شعر میں کئی صنعتیں ملتی

ہیں اور ہر شعر میں صنعتِ تضاد کے لئے نئے نئے اور معنی خیز الفاظ مستعمل ہوئے ہیں۔

الفاظ کی تکرار یا اعادہ بہت ہی کم پایا جاتا ہے۔ بلکہ ہر شعر میں جدت کی لڑتو پائی جاتی

ہے۔ ذیل میں حضرت رضا کے کلام سے چھ اشعار بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان اشعار پر

کوئی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف شعر پیش کرنے کے بعد ان کے ذیل میں صنعتِ تضاد کے

الفاظ درج کر کے شعر میں مستعمل صنعت کی تعداد شمار کی گئی ہے:

○ حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:

■ (۱) بڑھ چلی تیری دنیا اندیرِ عالم سے گھا

گھل گیا گیسو ترہ، رحمت کا بادل گھر گیا

تضاد: (۱) بڑھ چلی v/s گھا (۲) دنیا v/s اندیر (۳) گھل گیا v/s گھر گیا۔

■ (۲) نہ آسان کو ہوں سر کشیدہ ہوا تھا

حضور خاکِ مدینہ خیدہ ہوا تھا



تفان:- (۱) دھوا دھوا (۲) آسمان دھوا خاک (۳) کشیدہ (کھینچا ہوا) دھوا خیرہ  
(ٹھکا ہوا)

■ (۳) ہکا ہے اگر ہکا ہے  
ہماری ہے ترا دھار آگ

تفان:- ہکا دھوا ہماری (۲) اگر دھوا ہے (۲) ہمارا دھوا تیرا (۲) ہکا دھوا دھار

■ (۴) ہار و درخ کو چن کرے ہار عارض  
غلت حشر کو دن کرے ہار عارض

تفان:- (۱) ہار دھوا ہار (۲) روزخ دھوا چن (۳) غلت دھوا ہار

■ (۵) جب آگنی ہیں جوش رمت پہ ان کی آگنیں  
چلے بھاگے ہیں، روتے ہمارے ہیں

تفان:- (۱) چلے دھوا بھاگے (۲) روتے دھوا ہمارے

■ (۶) دھن مٹھوں کا جگر خوف سے پانی پلا  
پاں سے کاروں کا دھن پہ پلا دیکھو

تفان:- (۱) دھن دھوا پاں (۲) مٹھوں دھوا یہ کاروں (۳) جگر دھوا دھن (۴)  
خوف دھوا پلا

■ (۷) سر بنز دل ہے ہے یہ ہن ہر دھ  
ہن دھنوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

تفان:- (۱) سر بنز دھوا یہ ہن (۲) دل دھوا ہر (۳) یہ دھوا دھ

■ (۸) دھن لگ پر ہار دھن لگ دھن لگ دھن لگ دھن  
دھن لگ دھن لگ دھن لگ دھن لگ دھن لگ دھن



**تضاد:-** (۱) وہاں - وہاں (۲) فلک - زمیں (۳) پر (لوہ) - وہاں میں (اعد) (۴) اُدھر - اُدھر (۵) آتے - آتے (جاتے) (۶) انوار - نکات۔

■ (۹) کبھی خاک پر پڑا ہے، سرچرخ زیر پا ہے

کبھی پیش در کھڑا ہے۔ سرمدگی ٹھکا یا

**تضاد:-** (۱) خاک - v/s - چرخ (۲) پر (لوہ) - v/s - زیر (پچے) (۳) سر - v/s - پا (پاؤں) (۴) کھڑا - جھکا یا۔

■ (۱۰) کبھی ٹم کبھی میاں ہے، کبھی سرد کہ تپاں ہے

کبھی زیر لب نکلاں ہے، کبھی پچ کہ دم نہ ہلایا

**تضاد:-** (۱) ٹم - v/s - میاں (۲) سرد - v/s - تپاں (۳) نکلاں - v/s - چپ (۴) ہے - v/s - نہ (نہیں)۔

مذکورہ صرف دس (۱۰) اشعار میں صنعت تضاد کی چھتیس (۳۶) مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اس سے قارئین اندازہ کر لیں کہ حضرت رضایہ علی کے نعتیہ کلام میں عین ہزاروں مثالیں صنعت تضاد کی پائی جاتی ہیں۔

## (۱۴) "صَنَعَتْ تَلْمِیْحُ"

کلام میں کسی قفے کی طرف اشارہ کرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۷۵)۔ یا کسی مشہور شعر اور کہاوت یا قرآن وحدیث کے واقعہ کی طرف اشارہ کرنا۔

○ کھل بہاؤنی کا شعر ہے۔ نئے کپڑے پہاتے ہیں جناب مصطفیٰ شاہ

علی اصغر کے رونے کی صدا کم ہوتی جاتی ہے

اس شعر میں میدان کربلا میں سید الشہداء حضرت سیدنا امام حسین کے شہزادے حضرت

علی اصغر رضی اللہ عنہما کی پیاس اور ان کی شہادت کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔



**○ مردانہ کا شعر ہے:-** قید میں یحیٰی نے لی کوئی ہنس کی خبر

لیکن آنکھیں روڑی دیکھ رہی ہو گئی

اس شعر میں حضرت یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قید ہونے، حضرت یحیٰی علیہ

الصلوٰۃ والسلام کا ان کے فراق میں رود کے کنارے ہونے کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

**○ کئی پہلی کا شعر ہے:-** غور نے جل کر ہزاروں غور پیدا کر دیے

ڈرتے ڈرتے میرے دل کی خاک کا دل ہو گیا

اس شعر میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیکھ رانی کے لئے کوہ غور پہنچا

تشریف لے جانا اور کوہ غور کا انوار الہی کی تھلی کی ایک کرن سے جل کر خاک ہو جانے کے

واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

ڈکڑے شعراء کے دیوان کی اداس گردانی کرنے کے شرے میں شکل سے دفن ہونے کا

اشعار صحت طبع کے نظر آئیں گے اور وہ اشعار بھی کوئی خاص دم دار نہیں۔ لیکن شاعری کی

صفت طبع میں اسلامی تاریخ کے واقعات کی طرف اشارہ کرنے میں اکثر شعراء کی

مطلوبات محدود رہی ہیں۔ اکثریت نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کوہ غور کے

واقعہ حضرت یحیٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کے واقعات

کریلا تک ہی اپنی مطلوبات کو محدود رکھ کر اشعار تمیحات نظم کئے ہیں لیکن حضرت رضا

بریلوی کے عقیدہ دیوان ”حداائق بخشش“ کا حاکم کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اولاً

آخر پھل دیوان تمیحات سے بچک رہا ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ وارضوان کے

کلام کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کا ہر شعر قرآن مجید کی کسی نہ کسی آیت کا ترجمہ یا

تفسیر ہے۔ یا تو ہر کسی حدیث کا مفہوم وحقی ہے یا تو ہر اسلامی تاریخ کے کسی اہم واقعہ کی

روایت و قصیل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت رضا کے کلام میں تمیحات کی گارڈ ہے۔ صرف ان

تمیحات کی تخریج محسوس ہوتی ہے تو علم کا ایک خزینہ وجود پذیر ہو جاتا ہے۔ حضرت رضا بریلوی



طیہ الرحمۃ والرحمن تسمیات کے بیان کے سلسلہ میں علمی معلومات کی حد بندی کی قید میں عقیدہ نہ ہے ہوئے وصح علم کے میدان میں جھلائی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور آپ نے عظیم مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عقل رکھنے والے اکثر واقعات اپنے اشعار میں بحیثیت تسمیات ظہور فرمائے ہیں۔ حضرت رضا کے کلام سے صفت فصیح کے کچھ اشعار گارمبی کے ذوق کے لئے پیش خدمت ہیں:

● حضرت علیؑ کے اشعار

■ (۱) تیری مرضی پا گیا، سوچ بھرا لئے قدم

تیری اہل اٹھ گئی یہ کا کلیا چر گیا

اس شعر میں دو تسمیات یعنی دو واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ مصرعہ اولیٰ میں جنگ خیبر سے واپسی میں مقام صہبا میں حضرت مولیٰ علیؑ کی شکل کو فارسی اللہ تعالیٰ عز کی لہر مصر کیلئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈوبے ہوئے سورج کو واپس پلٹایا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اور مصرعہ ثانی میں مجرؤ شق اقر یعنی چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے مجرؤے کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم

جانور بھی کریں جن کی تعظیم

سنگ کرتے ہیں ادب سے حلیم

بڑ بجدے میں گرا کرتے ہیں

اس شعر میں ان کئی واقعات کا ذکر ہے کہ بارہا جانوروں نے باحیہ تخلیق کائنات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدے کر کے تعظیم بجالائے، مگر یزیدوں نے کمرہ پڑھا، درختوں نے حکم کی بجا آوری اور سجدے کئے۔ ایسے بے شمار واقعات کی طرف صرف ایک شعر میں اشارہ کر دیا گیا ہے۔



■ (۳) ایک ٹوکر میں احد کا ذلہ جاتا رہا

رکتی ہیں کٹا دھار لٹھ اکبر ایڑیاں

ایک مرحہ حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اصحاب حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ احد کے پہاڑ پر ٹھہر گئے۔ احد کا پہاڑ ارنے کا تو حضور قدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اپنے مقدس کی ایک ٹوکر سپرد فرما کر احد کے پہاڑ کا ذلہ دہ فرمادیا۔ اس واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

■ (۴) انہیں ہیں فیض پٹوئے ہی عیسائے مہم کر

عرباں بھاب رحمت کی ہیں چاہی دلا دلا

اس شعر میں ان تمام واقعات کی طرف اشارہ ہے کہ کئی مرحہ یہ اتفاق ہوا ہے کہ کثیر تعداد پر مشتمل فوج اسلام میں پانی ختم ہو گیا۔ ضرورتاً جتنے پانی کے لئے بھی پانی نہیں۔ کہیں سے پانی دستیاب ہونے کی کوئی امید نہیں۔ ایسی حالت میں مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مقدس کی سہاواں لکھیں سے پانی کے دریا جاری ہو گئے اور ہزاروں کی تعداد میں افراد اس مقدس پانی سے سیراب ہوئے۔ کسی نے دھوکا، کسی نے حسد کیا، کسی نے حکم سیر ہو کر نوش کیا، یہاں تک کہ فوج میں موجود برہمن اور ملگیزوں میں پانی بھرا گیا۔

■ (۵) صائے کلیم الوداعے غضبنا

بکروں کا سہارا صائے محمد ﷺ

اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب فرعون نے پورے ملک کے جادو گروں کو حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مقابلہ کرنے کے لئے جمع کیا تھا۔ ان جادو گروں نے اپنے ہاتھوں کی لالچیاں اور ریتیاں زمین پر پھینکیں، تو وہ سب سانپ بن



کر رہ گئے تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ہاتھ میں جو عصا (لاٹھی) تھا اس کو زمین پر ڈال دیا تو وہ زبردست اڑدہا بن گیا اور جادو گروں کے تمام کے تمام سانپوں کو کھل گیا۔

■ (۶) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پینہ  
 مانگے نہ بھی صبر نہ پھر چاہے دہن پھول  
 اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ایک مجلس دُفرب شخص ہارنگ اور رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیٹی کی شادی ہے۔ میں اتنا مجلس الحال ہوں کہ دہن کے لئے صبر بھی نہیں خرید سکتا۔ یا رسول اللہ! کچھ عطا فرمادیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شیشی میں اپنا پینہ مبارک پھر کے اس شخص کو عطا فرمایا۔ جب دہن کو وہ مقدس پینہ لگایا گیا تو ایسی خوشبو ہوئی کہ پورا شہر مدینہ مہک اٹھا اور خوشبو کا یہ عالم تھا کہ اس خوشبو سے بہتر خوشبو کسی نے سو گھسی نہ تھی۔

یہاں تک صرف چھ اشعار کی بہت سی مختصر وضاحت کر دی ہے۔ حضرت رخصا کے نعتیہ کلام میں سیکڑوں اشعار صنعتِ تمجید کے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو تشریح کے بغیر بھی پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا ناظرین کرام کے لطف و فرح کے لئے چند اشعارِ دل میں درج کرتے ہیں:

■ (۷) تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کام نہ کیا دیکھیں  
 کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے گواہ تیرا  
 اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پردہ فرمایا تو آپ کے فراق میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری نے ٹاپٹاپ ہونے کی دعا مانگی تھی اسی دعا کی دعا مقبول ہوئی تھی۔

■ (۸) قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

بیچارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا



اس شعر میں اشارہ ہے کہ حضور غوث اعظم کو اللہ تعالیٰ نے قسمیں دے کر کھلایا اور

پلایا۔

■ (۹) اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پلایا

جو حیدر کرار کہ سولی ہے ہمارا

حضرت علی کو حضور اقدس نے "ابو تراب" لقب سے نور الہی واقع کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۰) کیوں جناب یو ہر وقتا وہ کیا جام شیر

جس سے ستر ماحیوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

ایک پیالہ دودھ سے ستر (۷۰) حضرات اصحابِ مہد کے سیراب ہو جانے کے واقعہ

کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۱) حسن یوسف پہ کشیں مصر میں آنکھت زماں

ترک کھاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال حسن کو دیکھ کر مصر کی عورتوں کا اپنی

انگلیاں کاٹ ڈالنے کے واقعہ کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

■ (۱۲) چاند تک جانا ہر اُگل اُٹھاتے مہد میں

کیا ہی چہا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم شیر خواری میں گہوارے سے اُگل کا اشارہ

فرماتے تو چاند آپ کے اشاروں پر چہا تھا۔

■ (۱۳) جس نے کولے کئے ہیں قر کے وہ ہے

نور وحدت کا کھلونا ہمارا بھی

مجرہ شمسِ اُخر کی طرف اشارہ ہے۔

■ (۱۴) جان ہیں جان کیا نظر آئے

کیوں حد گردِ غار پھرتے ہیں



دوران ہجرت حضور اقدس کا غار ثور میں تشریف فرما ہونے کے باوجود دشمنوں کو نظر نہ آنے کا واقعہ۔

■ (۱۵) اشارے سے چاند چر دیا، چھپے ہوئے غور کو پھیر لیا

گھسے ہوئے دن کو صبر کیا، یہ تاب و توان تمہارے لئے

ہجر کا شوق اتر اور ہجر کا رجعت شوق کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت رضایہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت تلحیح کے سینکڑوں اشعار

پائے جاتے ہیں۔ اہل ذوق حضرات آپ کے عقیدہ و ایمان کی طرف رجوع فرمائیں۔

## (۱۵) "صَنَعَتِ تَلْمِيعٌ" (مُلَمَّعٌ)

اس صنعت کو صنعتِ ملع بھی کہتے ہیں۔ اصطلاح عروض میں ایک زبان کی نظم میں

دوسری زبان کا ایک مصرع یا شعر یا اشعار ملا دئے جائیں۔ (فیروز اللغات، ص

۱۲۸۳)۔ یعنی ایسی نظم کہ جس کا ایک مصرع یا ایک شعر عربی میں ہو اور دوسرا فارسی

میں ہو۔ اس صنعت کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) **مُلَمَّعٌ مَكْشُوفٌ** : یعنی جب ایک شعر ایک زبان میں ہو اور دوسرا شعر دوسری زبان میں ہو۔

(۲) **مُلَمَّعٌ مَعْجُوبٌ** : یعنی جب ایک مصرع ایک زبان میں ہو اور دوسرا مصرع دوسری زبان میں ہو۔

Species of poem, The distichs of which are written in persian and arabic alternate.

(The Royal Persian-Eng. Dict. Page.435)

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے اچھے شاعروں کو لوہے کے چنے چبانے پڑتے



ہیں۔ اردو ادب کے اکثر بیشتر شعراء کے دیوان اس صنعت کی مثال کے اشعار سے محروم ہیں۔ یہاں تک کہ جن کا شمار اردو ادب کے صف اول کے شعراء میں ہوتا ہے۔ ان میں سے مرزا اسد اللہ خاں غالب کے پرے دیوان میں صرف ایک شعر پایا جاتا ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

دوب کی تابش آگ کی کری

وَقَيْنَا وَبُنَا عَذَابَ النَّارِ

یہی شعر ہے جو صنعت اتھار کی مثال میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ یہ شعر دوسرے دیکھو صنعت تلمیح (طبع) کے ضوابط و قوانین کے بے شمار پر ٹھیک اثر بھی نہیں کیونکہ اس صنعت کی اہم شرط یہ ہے کہ اس شعر کا ایک حصہ عربی میں اور دوسرا حصہ فارسی زبان میں ہو۔ جب کہ غالب صاحب کے اس شعر کا پہلا حصہ اردو میں ہے اور دوسرا حصہ عربی میں ہے۔ مگر بھی اگر غالب صاحب کے ساتھ فراخ دلی سے رعایت کرتے ہوئے اس شعر کو صنعت تلمیح میں شمار کیا جائے تب بھی وہ شعر صرف صنعت مقلعہ محجوب کا مانا جائے گا۔ کیونکہ جس شعر کا ایک حصہ ایک زبان میں اور دوسرا حصہ دوسری زبان میں ہو، وہ شعر صنعت مقلعہ محجوب میں شمار ہوگا۔

اردو ادب کے صف اول کے دیگر شعراء مثلاً کلی بدایونی، فیض احمد فیض، جگر مراد آبادی، قاضی بدایونی وغیرہ کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال کرنا کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ ہاتھوں ہاتھوں کے پیچھے چھوٹ جاتے ہیں۔ شاعر کی علمی اور ادبی صلاحیتیں جواب دے سکتی ہیں۔ پروازِ عقل دم توڑ دیتی ہے۔ اقلام جامد اور غیر متحرک ہو جاتے ہیں۔ ایک شعر میں دو زبانوں کا استعمال بہت ہی دشوار مرحلہ ہے۔ اکثر شعراء اس کی طرف اپنی بے مانگی کی وجہ سے قصداً مکتف نہیں ہوتے کیونکہ حاصل کر اوندھے منہ کرنے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ لہذا اردو ادب میں صنعت تلمیح بمائے نام ہی رہ گئی تھی۔ اس صنعت کے اصول اور ضوابط صحت مندرجہ گئے تھے لیکن اس



صنعت کی عملی مثال دیکھنے کے لئے اہل ذوق کی آنکھیں ترستی تھیں لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اہل ذوق کی ترستی آنکھوں کو برف سے زیادہ ٹھنڈک کا لطف بخشا اور آپ نے اس صنعت میں ایک ایسی نعت قلمبند فرمائی کہ اہل ادب بھی عش عش پکار اٹھے۔ آپ نے ایک ایسی نعت نظم فرمائی کہ جس کا ہر شعر صرف دو نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ہے۔ اردو ادب میں دو زبانوں میں مشترک ایک دو شعر کا جہاں قحط پڑا ہوا تھا وہاں حضرت رضا کے علوم و عرفان کی بارش ہوئی اور دو زبانوں سے مرکب ایک دو شعر نہیں بلکہ چار زبانوں سے مرکب ۹ (نو) اشعار پر مشتمل ایک نعت گلدستہ شاداب کی حیثیت سے ہمک اٹھی اور دنیائے عشق و محبت کو عشق رسول کا عالم گیر پیغام دینے کے ساتھ ساتھ دنیائے اردو ادب پر احسانِ عظیم کی حیثیت سے وہ نعت ہر ہر گوشہ میں گونج رہی ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے چار زبانوں سے مرکب جو نعت نظم فرمائی ہے، اس میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ میں عربی اور فارسی زبان اور دوسرے مصرعہ میں بھوجپوری، ہندی اور اردو زبان کا استعمال فرمایا ہے۔ اس نعت کے چند اشعار:-

(۱) لَمْ يَأْتِ نَظِيرُكَ فِي نَظَرٍ ، مِثْلُ تَوْنِهِ لَمْ يَدِ اجَا

بک راج کو تاج تورے ترسو ، ہے تجھ کو فہ دھرا جانا

(۲) اَنَا فِي عَطَشٍ وَ سَخَاكَ اَتَمُّ ، اے گسے پاک اے اکرم

برسن ہارے رم جھم رم جھم ، دو پوند لہر بھی گرا جانا

(۳) السُّؤُخُ فِذَاكَ فَزِدْ حَرْقًا ، يَكْ شَطْلُ دُرِّ بَرْدِنِ مِسْكَ

موراتن من دھن سب بھونک دیا ، یہ جان بھی پیارے جلا جانا

(۴) بَسْ خَامَهُ خَامَ لَوَائِي رِضَا ، نَهْ يَهْ طَرَزْ مَرِي نَهْ يَهْ رَنگِ مَرَا

ارشاد الہیہ مطلق تھا ، تا چار اس راہ پڑا جانا

نو (۹) اشعار صعب التلخیص کے نظم فرمانے کے بعد حضرت رضا نے اس نعت کے مقطع



یعنی آخری شعر میں اس انداز سے یہ نعت تخلیق کرنے کی وجہ بھی ظاہر فرمادی ہے۔ چار زبان پر مشتمل یہ نعت نظم فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ارشاد اور ماحق نام کے دو شاعر جو حضرت رضا کے معتقد تھے، انہوں نے حضرت رضا علیہ الرحمہ کی خدمت میں گزارش کی کہ اردو ادب میں صنعت تلمیح میں بہت ہی کم اشعار پائے جاتے ہیں لہذا آپ دو زبانوں پر مشتمل ایک نعت نظم فرمائیں تو اردو ادب پر آپ کا احسان ہوگا۔ حضرت رضا نے ارشاد صاحب اور ماحق صاحب کی گزارش کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے دو کے بجائے چار زبانوں پر مشتمل مذکورہ نعت نظم فرمائی اور مقطع میں ارشاد اور ماحق لفظ کا استعمال فرما کر دونوں فرمائش کنندہ کے نام کا ذکر بھی فرمادیا ہے۔

اس شعر میں حضرت رضا نے چار زبانوں کا استعمال فرما کر واقعی کمال کر دیا ہے اور ساتھ میں نعت کا اعلیٰ معیار کا مضمون، عشق و محبت کا جذبہ سوز و گداز، الفت کی وارفتگی وغیرہ محاسن اپنی جگہ آپ ہیں۔ علاوہ ازیں چار متفرق زبانوں کا استعمال کرنے کے باوجود ہر شعر میں جو روانی اور ربط ہے، جو تسلسل و تلمیح ہے، اس کا تو لطف ہی نزالا ہے۔ علم عروض اور اصول تلمیح کے مطابق ہر شعرو وزن میں پورا ہے۔ نہ کہیں سکتے ہیں اور نہ کہیں اخطا ہے۔ الفاظ کی بندش اور انداز بیان اتحاد کش اور دل نشین ہے کہ اشعار پڑھنے اور سننے والا بلا قصد و اختیار عشق رسول کے کیف و سرور میں جھومنے لگا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے فن و ادب کی جاں بلب صنعت کو حیات نو بخشی ہے۔ اہل فن و ادب تک نظری اور تعصب کی بنا پر حضرت رضا کے ساتھ چاہے نا انصافی اور احسان فراموشی کریں لیکن فن و ادب رہتی دنیا تک آپ کے مرہون منت رہیں گے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کے کلام میں مذکورہ نعت کے نو (اشعار) کے علاوہ دیگر چونتیس (۳۵) اشعار تلمیح کے پائے جاتے ہیں۔ آپ کے کلام میں کل چوالیس (۴۴) اشعار اس صنعت کے پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں اس



صنعت کے ایک دو اشعار کے بھی لالے پڑتے ہیں لیکن حضرت رضا کے کلام میں اس  
صنعت کے اشعار و فقرات اور اس کی دستیاب ہیں۔

حضرت رضا کے کلام سے صنعت قلمی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

(۱) در ای جلوت بیا از راو جلوت تا خدا یابی

مَنْ مَاتَ لَقِيَ مَنْ تَهْوَى دَمِ الْكُنْيَا وَكُنْهَاتِهَا

(۲) رضائے مست جامِ حقیقت سافر باز می خواہد

أَلَا يَسْلِيهَا السَّلَاسِي أَوْزُكُلسَا وَكُلُوهَاتِهَا

(۳) عیت لعلش بہر قدم ہے ادب

يَخْفِضُهَا تَهْوَى لَهُمْ بَرَقُ الْفَضْلِ

(۴) چہا دایم و حاصل شد فراغ

مَا عَلَيْنَا يَا أَخِي إِلَّا الْبَلَاغُ

(۵) ان کی رحمت میں ہو شامل ان کا نام

يَوْمَ تَلْعَنُوا كُلَّ تَأْسِي بِالْإِسْلَامِ

(۶) یا اہلِ ہذا المرتجی یا عنہ رزاقِ الودی

تاکہ باشد رزق تا عشق تا امداد کن

(۷) قلن فضلُ اللہ یا ذوالفضلِ یا فضلِ الہ

چشم در لعل تو بست این بیخدا امداد کن

(۸) اِنَّا اعطٰكَ نِكَاحَ الْوَقْرِ

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

(۹) قُلْنِي الثَّانِي اِنْخَمَافِي الْفَلِ



میں تار اور فراحت رسول  
(۱۰) وصف ال بیت آہ اے رشید

فَوْقَ أَيْدِيهِمْ يَدُ الْوَالِدِ الْكَافِرِ

تفسیر یہ کہ حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فنِ ادب کی جس صنعت کی طرف اشارات فرمایا، اس صنعت کی قسمت جاگ اٹھی اور اس صنعت سے مہد خزاں کی ویرانی دور ہو کر یہاں شباب دکھانا لگا۔

(۱۶) "صَنَعَتْ حُسْنُ تَقْلِيلُ"

شاعر اپنے کمال سے کسی چیز یا امر کی کوئی ایسی وجہ (علت) بیان کرے جو دراصل اس کی علت نہیں ہوتی (فیروز اللغات، ص ۵۶۹) یعنی کسی وصف کے لئے ایسی علت کا دعویٰ کرنا جو حقیقت میں نہ ہو۔

[ Ascribing to a different cause ]

● کلمہ پہلی کا شعر ہے۔ وہ غم کی تیرگی میں مری آہ کے شرارے

بکھی بن گئے ہیں آنسو بکھی بن گئے ہیں تارے

شاعر نے اپنی آہ کے شرارے (چنگاری) کو ستارے کی تخلیق کی علت بتائی ہے، جو حقیقت

نہیں۔

● مردانہ کا شعر ہے۔ میں چمن میں کیا کیا، کوہِ دبستان کھل گیا

بلبلیں سن کر مرے نالے فزل خواں ہو گئیں

شاعر نے بلبل کے فزل خواں ہونے کی علت شاعر کے نالے سننا بتائی ہے، جو حقیقت نہیں۔

● یہیں ہر لعل کا شعر ہے۔ رنگِ حرا بہن کا، خوشبو زلف لہرانے کا نام



موسم گل ہے تمہارے بام پر آنے کا نام  
شاعر نے رنگ کی علت محبوبہ کا پیرا بہن، خوشبو کی علت محبوبہ کی زلف کا لہرا نا اور موسم  
گل کی علت محبوبہ کا بام پر آنا بیان کیا ہے، جو حقیقی نہیں۔

○ اسگر گڑدی کا شعر ہے۔  
ہے عشق کی سوزش سے رعتائی و زیبائی  
جو خون اچھلتا ہے، وہ رنگ گستاں ہے  
شاعر نے رعتائی و زیبائی کی علت سوزش عشق اور رنگ گستاں کی علت خون کا اچھلتا  
بیان کیا ہے، وہ حقیقی علت نہیں بلکہ شاعرانہ تخیل ہے۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے۔  
برسائی آنسوؤں کی جھڑی چشم یار نے  
کیا اٹھ کے کہہ دیا مری خاک مزار نے  
شاعر نے چشم یار سے آنسو نکلنے کی علت خاک مزار کا کچھ کہہ دینا بیان کیا ہے۔ جو  
حقیقی نہیں۔

○ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے۔  
پھر گئے جنگل میں چھیڑا غم کی دیوی نے ستار  
پھر تھک تاروں کی آنکھیں اٹک برسانے لگیں  
شاعر نے تاروں کی آنکھوں سے اشک برسنے کی جو علت بیان کی ہے، وہ محض تخیل  
ہے حقیقت نہیں۔

○ آئی بہاؤنی کا شعر ہے۔  
کس صبح کے مشاق کا ماتم ہے کہ فانی  
روتی ہے گلے مل کے سحر شع سحر سے  
شاعر نے سحر سے شع ملنا اور اس کی علت بیان کی ہے۔ یہ سب تخیل شاعر ہے۔  
حقیقت نہیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں حسن تعلیل کی مثالیں بہت  
کثرت سے ملتی ہیں۔ ان مثالوں میں حضرت رضائے جن تخیلات کا اظہار فرمایا ہے وہ علم



ادب کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ معیار کے ہیں۔ چار اشعار پیش خدمت ہیں:-

○ حرفِ ضامی کی فرمائے ہیں:-

(۱) غم ہوگی پھٹ فلک اس طعنِ زمین سے

سُن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

کتنا بہترین تخیل ہے کہ آسمان کو اپنی بلندی پر ناز ہو اور اس نے فخر محسوس کیا، تو زمین نے اس کو طعن دیا کہ اکڑ مت! میرا رتبہ تجھ سے بلند ہے کیونکہ مجھ پر مدینہ ہے اور مدینہ منورہ میں وہ ذاتِ گرامی آرام فرما ہے کہ جن کے تخیلِ تیری بلکہ پوری کائنات کی تخلیق ہوئی ہے۔ زمین کا یہ طعن سن کر آسمان کی پشتِ غم یعنی پیٹہ بڑھی ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم آسمان کے کناروں کو زمین سے ملتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آسمان غم دار یعنی ٹھکا ہوا اور ٹیڑھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آسمان کا یہ غم زمین کے طعن کی وجہ سے نہیں۔ جو علتِ آسمان کے غم ہونے کی شعر میں بیان کی گئی ہے وہ حقیقی علت نہیں۔ ایک تخیل ہے لیکن سراپا عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوبا ہوا پاکیزہ تخیل ہے۔

(۲) بھل و بلیہ و کبک بنو پروانو

و خورشید پہ چلتے ہیں چراغانِ عرب

اس شعر میں بھل، بلیہ اور کبک (چکور) کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم تینوں چاند اور سورج کے بجائے مدینہ کے چراغ کے پروانے بن جاؤ۔ کیونکہ چاند اور سورج پر عرب کے چراغ چلتے ہیں۔ اس شعر میں چاند اور سورج پر عرب کے چراغ کے چنے کی جو علت بیان کی گئی ہے وہ ایک تخیل ہے۔

(۳) غلطِ شیخ و شاپ پر چلتے ہیں طفلِ شیر خوار

کرنے کو کہ گدی مٹ آنے لگی بھائی کیں

عوام الناس کا ایک غلط خیال ہے کہ شیر خوار بچہ جب ہنستا ہے تو یہ خیال یا جاتا ہے کہ



پر یاں اس کو گدگدی کر کے ہنساتی ہیں۔ حضرت رضا اس خیال دوہم کے مقابل ایک نیا تخیل پیش کرتے ہیں کہ قوم مسلم کے بوڑھے اور جوانوں کی دین سے جو غفلت ہے، اس غفلت پر شیر خوار بچہ ہنستا ہے۔ حضرت رضا نے شیر خوار بچے کی ہنسی کی جو غلط بیان کی ہے وہ ایک تخیل ہے اور قوم مسلم کو غفلت کی نیند سے بیدار کرتے کے لئے ایک مہذب طرز ہے۔

(۴) جن طیبہ میں سنبل جو سنوارے گیسو

حور بزم کر شکن ناز پہ وارے گیسو

اس شعر میں حضرت رضا فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے جن میں سنبل کا پھول کہ جس میں عورت کے بال کی مانند لمبے لمبے ریٹے ہوتے ہیں۔ اُن ریٹوں کو سنبل کی ریٹیں یا گیسو کہا جاتا ہے۔ ان گیسوؤں میں سنبل کا پھول کنگھی کرے اور گیسوؤں کو سنوارے اور بال سنوارنے کی وجہ سے بالوں میں شکن یعنی چھ پڑیں، تو اُن شکن کی دل کشی پر وارفتہ ہو کر جنت کی حور اپنے گیسوٹار و قربان کر دے۔ اس شعر میں حوروں کا اپنے بالوں کو قربان کرنے کی جو غلط یعنی سنبل کے پھول کا اپنے بالوں کو سنوارنا، یہ ایک تخیل ہے۔

کارکن کرام اس صنعت میں حضرت رضا کے چہا شعار و رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:

(۵) رخ اور کی چھلی جو قر نے دیکھی

وہ کیا بوسہ دو قفل کب پا ہو کر

(۶) یہ اُن کے جلوہ نے کیں گرمیاں صبا سرا

کہ جب سے چرخ میں ہیں نقرہ دھلائے فلک

(۷) رنگ مڑہ سے کر کے نخل یاد شاہ میں

کھینچا ہے ہم نے کانتوں پہ صبر جمال گل

(۸) ہیں عکس چہرہ سے لب گللوں میں سرخیاں

ڈوبا ہے بدر گل سے شوق میں ہلال گل



- (۹) چرخ پہ چڑھتے ہی چاندی میں سیاہی آگئی  
کر چکی ہیں ہر کو کھال باہر اڑیاں
- (۱۰) اے رخصتا مضمون سوز دل کی رخصت نے کیا  
اس زمین سوختہ کو آسمان سوختہ
- (۱۱) مرثی کی گل رنگ ہے، چرخ میں آسمان ہے  
چاہن مراد اب کدھر ہائے تیرا مکان ہے
- (۱۲) ہر اک دیوار درد پہ مہر نے کی ہے جبین سالی  
ظہر مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے
- (۱۳) دوا ہوا ہے شوق میں زخم اور آگہ سے  
جھالے برس رہے ہیں یہ حسرت کدھر کی ہے
- (۱۴) نہا کے نہروں نے وہ چمکا لباس آبِ رواں کا پہنا  
کہ مچھل چڑیاں تیس حد لپکا جابہاں کے قفل کھینچے
- (۱۵) رہا میں شوگی دکھا کے مچھل رہی تھیں کہ پانی پائیں  
بھنود کو پہنچ لگی تھا کہ چلتے آنکھوں میں پڑ گئے تھے
- (۱۶) سبز گردوں ٹھکا تھا، ہر پا یوں براق  
پھر نہ سیدھا ہوسکا کھانا وہ کڑا نور کا
- (۱۷) گس نس نے چاند سورج کو لگائے چار چاند  
پڑ گیا نسک دزد گردوں پہ سستہ نور کا
- (۱۸) ہلال کیسے نہ بننا کہ ماہِ کمال کو  
سلام ابدوسے ہو میں غیبت ہونا تھا
- (۱۹) دعدان دلب کی یاد میں گریاں و خون چکاں



وَرَّ عَدْنٌ نَّمِينٌ هِيَ كَمَا لَعَلَّ يَمِينٌ نَّمِينٌ

(۲۰) کون جاتا ہے کہ بے ہوش ہے جہاں

مگر پڑا ہے آسمان پر آسمان

مذکورہ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے ہیں۔ ایسے اشعار حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ

والرضوان کے کلام میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ حضرت رضا کے اس صنعت میں جو اشعار

ہیں ان میں ایک خوبی یہ ہے کہ تمام اشعار حسن تعلیل میں حضور اقدس شہنشاہ کو عین صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت کا اظہار کرنے کے لئے طرح طرح کے تخیلات پیش کئے گئے

ہیں اور ان تخیلات میں صرف عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جذبہ ہی کارگر ہے۔

## (۱۷) "صَنَعَتْ تَجَاهُلٌ عَارِفَانَهُ"

یعنی جان بوجھ کر انجان بننا۔ شاعر کا کسی معلوم چیز یا بات کو نامعلوم کی طرح بیان

کر کے، اُس کی تمیز میں اپنی حیرانی اور عدم واقفیت کا اظہار کرنا۔ ارادۂ ناواقفیت ظاہر کرنا۔

(فیروز اللغات، ص ۳۳۵) اس صنعت کو مساقی الجہول بھی کہتے ہیں۔

[Pretending ignorance]

○ مرزا غالب کا شعر ہے:- کچھ تو کہتے کہ لوگ کہتے ہیں

آج غالب غزل سرا نہ ہوا

شاعر نے اس شعر میں غزل نظم کرتے ہوئے بھی غزل سرا نہ ہونے کی بات تجاہل

عارفانہ کے تحت کہی ہے۔

○ نبی احمد نقی کا شعر ہے:- یہ خون کی مہک ہے کہ لب یار کی خوشبو

کس راہ کی جانب سے مہا آتی ہے دیکھو

شعر میں مہا کو خون کی مہک یا لب یار سے منسوب کرنے میں تذبذب کا اظہار تجاہل



عارفانہ ہے۔

○ کل بہار کی لاشعر ہے۔ نہ فامری، نہ ہامری، مجھے ابے کل نہ دھوڑے

میں کسی کا حسن خیال ہوں، مرا کچھ وجود عدم نکس  
شعر میں شاعر کا اپنی نہ اپنی ہوا اور اپنے وجود عدم کا انکار کر کے اپنے کو نہ دھوڑے  
کی تحقیر کرتا تھاہل عارفانہ ہے۔

○ کلام ہالی میں لاشعر ہے۔ کے ہے یاد کہ سنی و طلب کی راہوں میں

کہاں کا ہمیں حیرا نکس، کہاں نہ کا  
شعر میں محبوب کے نکس کے نکس کی جگہ سے اپنی بے طبعی کا اظہار شاعر نے  
تھاہل عارفانہ سے کیا ہے۔

○ جگر مراد آبادی لاشعر ہے۔ ہم نہیں جانتے محبت میں

رنگ کیا جڑ ہے؟ خوشی کیا ہے  
شاعر نے رنگ و خوشی سے اپنی عدم واقفیت کا اظہار تھاہل عارفانہ کے تحت کیا ہے۔  
حضرت دضام طری علیہ الرحمۃ وارضوان کے کلام میں معصی تھاہل عارفانہ کی مثال  
کے اشعار بھی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ ان اشعار کا معیار امتا طری ہے کہ حضرت  
رضا کا ایک شعر دیگر شعراء کے کئی اشعار پر بھاری ہے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-  
○ حضرت دضام طری فرماتے ہیں:-

(۱) جنت کو حرم سمجھا آتے تو یہاں آیا  
اب تک کے ہر اک کا منہ کہتا ہوں کہاں آیا  
اس شعر میں جنت کو حرم سمجھنے کے مقابلے کا ذکر اور جنت میں آکر حجب ہو کر سوال کرنا کہ  
میں کہاں آ گیا یہ عشق رسول کا جذبہ ہے کہ مدینہ کے مقابلے میں جنت بھی عاشق صادق  
کے لئے حیرت آمیز مقام معلوم ہو رہی ہے اور کہاں آ گیا؟ کا سوال تھاہل عارفانہ کے  
تحت ہے۔

(۲) کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے



ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ نکتا کیا ہے  
یعنی میدانِ محشر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جلوۂ زیبا اور اس جلوے کے  
صدقے میں حاصل ہونے والا اُجلا یعنی نور دیکھ کر کوئی حیرت زدہ ہر طرف نکتا ہوا  
پوچھے گا کہ یہ اُجالا کیا ہے؟ یہ سوال اور اس کے نکلنے کی حرکت کو تہاقلِ عارفانہ کے تحت  
بیان کیا گیا ہے۔

(۳) ارے اے خدا کے بعد ا کوئی میرے دل کو ڈھونڈو  
مرے پاس تھا ابھی تو، ابھی کیا ہوا خدایانہ کوئی گیانہ آیا  
اس شعر میں حضرت رضا اپنے دل کے کھوجانے کا حادثہ تہاقلِ عارفانہ کے تحت بیان فرما  
رہے ہیں۔

(۴) رخصت کاغذ کا شور فٹ سے ہمیں اٹھائے کیوں  
سوتے ہیں اُن کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں  
(۵) طیبہ سے ہم آتے ہیں کیسے تو جاں والو  
کیا دیکھ کے بیٹا ہے جو واں سے یہاں آیا  
(۶) کس بلا کی سے ہیں سرشار ہم  
دن ڈھلا ہوتے تھیں بھار ہم  
(۷) اِس میں روضہ کا بجد ہو کہ طواف  
ہوش میں جو نہ ہو، وہ کیا نہ کرے  
مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے صرف سات اشعار پر اکتفا کرنے کی کوشش  
کا ارتکاب جرم کرتے ہوئے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ اہل ذوق حدائقِ  
بجش کی طرف رجوع فرمائیں۔



## (۱۸) صَنَعَتِ تَجْنِيسِ كَامِل (تام)

فق شاعری میں معصوبہ جنیس ایک دلچسپ صنعت ہے۔ اس صنعت کے ذریعہ شعر کی معنویت میں ایک نئی جان پیدا کی جاسکتی ہے۔ معصوبہ جنیس کے استعمال سے شاعر کی علمی معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ خصوصاً لغت میں اس کی گہری نظر کی نشان دہی ہوتی ہے۔ صنعت جنیس کی کئی قسمیں ہیں۔ مثلاً جنیس تام، جنیس غلی، جنیس حرف، جنیس زائد، جنیس قلب، جنیس مرکب، جنیس ناقص، جنیس مبالغہ، جنیس مستونی وغیرہ۔ ان اقسام میں کارہنیں کام کو نساں لگواتے ہوئے اور جنیس کی صنعت کو آسانی اور بھی طرح ذہن نشین کرنے کے لئے صنعت جنیس کو دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) جنیس کامل (تام) اور (۲) جنیس ناقص پہلے ہم جنیس کامل (تام) کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں۔ جنیس کامل یعنی شعر میں دو ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو حروف اور اعراب میں سادہ ہوں لیکن دونوں لفظوں کے معنی الگ الگ ہوں۔ یعنی وہ دونوں الفاظ تلفظ میں یکساں ہوں لیکن دونوں کا استعمال مختلف معنوں میں کیا گیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۳۳۶)

[ Analogy, Play on words which sound the same but have different meanings ]

جنیس کامل کی بھی دو قسمیں ہیں۔ (۱) جنیس کامل مبالغہ اور (۲) جنیس کامل

مستونی۔

■ جنیس کامل مبالغہ = شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی میں مختلف

ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ دونوں لفظ بلاواسطہ ہوں۔ یا مثلاً فصل

ہوں۔ یا مثلاً حرف ہوں۔



■ تجنیس کال مستونی = شعر میں ایسے دو لفظ لانا جو لفظ میں یکساں ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان میں سے ★ ایک لفظ اسم ہے تو دوسرا فعل یا حرف ہو ★ ایک لفظ فعل ہے تو دوسرا اسم یا حرف ہو۔

تجنیسات کے اقسام میں نہ اچھے ہوئے صرف دو اقسام ذہن میں رکھیں یعنی تجنیس کال اور تاقص۔ تجنیس کال یعنی دو ایسے الفاظ کا ایک شعر میں استعمال کرنا جو حرف اور اعراب کے اعتبار سے مساوی ہوں لیکن معنی اور مطلب کے اعتبار سے متفرق ہوں۔ مثلاً:-

○ مرہ سادہ علیہ کا شعر:- (۱) جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

مصرعہ ثانی میں پہلی مرتبہ جو لفظ ”حق“ ہے وہ حق کے معنی میں اور دوسری مرتبہ ”حق“ یعنی فریضہ کے معنی میں ہے۔

(۲) کوئی دن گر زنگانی اور ہے

اپنے جی میں ہم نے ٹھانی اور ہے

مصرعہ اول میں لفظ اور کے معنی زیادہ اور مصرعہ ثانی میں لفظ ”اور“ جدید، الگ، نیا،

دیکر و غیرہ معنی میں ہے۔

○ گہل بہاری کا شعر:- آغوشِ حلاطم میں سینہ ہی نہ آیا

ناصح کو محبت کا قرنہ ہی نہ آیا

مصرعہ اول میں لفظ ”آیا“ کے معنی آنا اور مصرعہ ثانی میں ”آیا“ کے معنی جاننا یا معلوم

ہونا ہے۔

○ گہل بہاری کا شعر:- تو نے سب اپنے کام بگڑ کر بنائے

میری وقا، وہ کام جو بن کر بگڑ گیا

مصرعہ اولیٰ میں ”بگڑنا“ بمعنی خفا ہونا ہے اور مصرعہ ثانی میں بگڑنا بمعنی خراب ہونا،



ظاہر ہے

● سورج کی روشنی کا شعریہ۔ صاحب نے اس غلام کو آزاد کر دیا

وہ بنگی کہ بھٹ کے بنگی سے ہم  
سورج کی روشنی کا شعریہ "سورج" کے سنی میں دوسری مرتبہ "ظلالی" کے

سنی میں ہے۔

● تجربہ نامی کا شعریہ۔ دل تو ہیں دل سے علیا کو نہ رکھا میرا

اب ظر کے لئے، کیا غم ظر ہوتا ہے  
سورج کی روشنی کا شعریہ "آکھ" کے سنی میں دوسری مرتبہ "تجربہ نامی" کے

سنی میں ہے۔

● سورج کی روشنی کا شعریہ۔ خاک کو دیں تھیں شمس سے ساری ہستی

پھر اسی خاک کو خاک وہ چٹان کر دی  
سورج کی روشنی کا شعریہ "چٹان" کے سنی میں دوسری مرتبہ "سورج" کے سنی میں اور

تیسری مرتبہ "سنی" کے سنی میں ہے۔

● سورج کی روشنی کا شعریہ۔ رہاں و کوش کی ناکہ میں کا بکھڑا ہے

کہا نہیں ہو کے بھی تجھ سے بھی ہاتھ نہیں ہٹا  
سورج کی روشنی کا شعریہ "سورج" کے سنی میں دوسری مرتبہ "سورج" کے سنی میں اور

مرتبہ "سورج" کے سنی میں ہے۔

● فیروز اللغات میں "سورج" کے کمال اور سنی میں ہے۔

منعت نہیں کمال (نام) تقریباً ہر دور کے کلام میں پائی جاتی ہے لیکن کسی  
کلام میں کم ہے، کسی کے کلام میں زیادہ کم ہے اور کسی کے کلام میں بہت ہی کم ہے۔ علاوہ

از میں ان شعراء اور ادیب کے کلام میں اکثر و بیشتر ایسے شعراء ہیں جن میں منعت نہیں  
کمال کے تحت آنے والا شعریہ ہی پایا جاتا ہے۔ اردو ادب کے تمام شعراء کے دیوان



میں بہت کم ایسے اشعار ملیں گے جن میں کوئی لفظ تین مرتبہ آیا ہے۔ جیسے کہ مندرجہ بالا اشعار کوٹھوی کے شعر میں لفظ ”خاک“ تین مرتبہ آیا ہے۔ لیکن حضرت رضا علیہ السلام کی طرف والرضوان کے دیوان میں کثرت سے ایسے اشعار ملیں گے جن میں کسی لفظ کو تین یا چار مرتبہ الگ الگ سطحوں میں استعمال کیا ہو گا۔ حضرت رضا کے دیوان میں ایک شعر صنعت جنینس کامل کا ایسا ہے کہ جس میں ایک لفظ کو سات مرتبہ الگ الگ سطحوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ وہ شعر ذیل میں پیش ہے۔

● نور و نور و زوہ نور و نور و نور و نور

نور مطلق کی کنیز، اللہ دے لینا نور کا

اس شعر میں لفظ ”نور“ کامل سات مرتبہ استعمال فرمایا گیا ہے۔ یہ شعر جگر پارے صاحب جان مصطفیٰ سیدۃ النساء، خاتون جنت، سیدہ، زہرہ، زاہدہ، عابدہ، طیبہ، طاہرہ، قاطرۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ہے۔ شعر میں لفظ نور سات الگ الگ سطحوں اور مرادوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ (۱) پہلی مرتبہ سے مراد سیدہ قاطرہ (۲) دوسری مرتبہ سے مراد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی (۳) تیسری مرتبہ سے مراد مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم (۴) چوتھی اور (۵) پانچویں مرتبہ سے مراد حضرت سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۶) چھٹی مرتبہ سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کا نور اور (۷) ساتویں مرتبہ جو لفظ نور ہے اس کے معنی ہیں نور ایمان، روشنی، چمک وغیرہ۔ لہذا شعر کے معنی یہ ہوئے کہ سیدۃ النساء خاتون جنت نور ہیں اور وہ نور (نی) کی بی بی ہیں اور نور (علی) کی زوجہ ہیں اور نور (حسن) نور (حسین) کی ولیدہ ہیں اور نور (اللہ تبارک و تعالیٰ) کی کنیز یعنی بنی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نور نصیب فرمائے۔ یعنی ایمان اور ایمان کی چمک دمک عطا فرمائے۔ اور نور ایمان کی روشنی سے ہمہ مند فرمائے۔

حضرت رضا علیہ السلام کی طرف والرضوان کے نعتیہ دیوان ”جہان بخشش“ کے صرف اردو کلام میں سے راقم الحروف نے ایک سو ستر (۱۷۰) اشعار صنعت جنینس کامل کے الگ



چھانٹ کر ان میں سے ایک سو تیس (۱۳۰) اشعار کی تحریر کر دی ہے۔ تحریر کیا کی ہے؟  
 بلکہ تحریر کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو تقریباً ایک ہزار صفحات سے بھی زائد کتابی شکل میں  
 مقرب مہر عام پر آ دی ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ وانشاء فیہ جل جلالہ علی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم) اس کتاب کا نام ”مرقاۃ رضا ودرج مصطفیٰ“ ہے۔ یہ کتاب اہل تا آخر چار ماہ اور  
 ۱۹ دن میں راقم الحروف نے پورے درجہ جمل میں لکھی ہے۔ کبھی کیا ہے؟ بلکہ بارگاہِ رضا کے  
 اس ادنیٰ سوالی سے ہی و مرشد، آگائے نعمت، تاجدارِ اسعد، حضورِ مطلقِ اعظم ہند حضرت  
 مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمۃ وراحمہما نے گھسوائی ہے۔ قارئینِ کرام فقیر کی اس تصنیف کی  
 طرف بھی التفات و رجوع فرمائیں۔ لہذا یہاں پر صنعتِ جنیسِ کمال کے تعلق سے مزید  
 تفصیلی گفتگو نہ کرتے ہوئے بہت ہی اختصار کے ساتھ چند باتیں عرض خدمت کرتا ہوں۔  
 کسی ایک شاعر کے صرف اردو کلام میں صنعتِ جنیسِ کمال کے ۷۰ اشعار پائے  
 جاتا بہت ہی حیرت اور تعجب کی بات ہے۔ اور وہ بھی شوقِ حقیقی میں۔ ہم اپنی کم علمی بلکہ بے  
 علمی کا اعتراف کرتے ہوئے بھی یہ شجاعت کر رہے ہوئی کر سکتے ہیں کہ اردو ادب میں حضرت  
 رضا کا مقابل کوئی ایسا شاعر پیدا ہی نہیں ہوا جو صرف صنعتِ جنیسِ تام (کمال) کے لئے  
 کثیر تعداد میں اشعار نظم کر سکے۔ اردو ادب کے گہن میں حضرت رضا جیسے ادیب دور دیہ و  
 گمان سے دور ہے۔ حضرت رضا نے کئی اشعار میں صنعتِ جنیس کی دو دو اور تین تین مثالیں  
 دی ہیں۔ کئی اشعار میں ایک لفظ کا تین اور چار مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔ کچھ مثالیں قارئین  
 کی خدمت میں پیش ہیں۔

● جنت ہے ان کے جلوہ سے جو پائے رنگ و بو

لے گل، ہارے گل سے ہے گل کہ سہاں گل

اس شعر میں لفظ گل کا چار مرتبہ استعمال کیا گیا ہے۔ چاروں مرتبہ لفظ گل الگ الگ

معنی کا حامل ہے۔ (۱) مکی مرتبہ بمعنی پہلی (۲) دوسری مرتبہ میں مراد ہے محبوب یعنی

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی۔ (۳) تیسری مرتبہ بمعنی ساکن یعنی جنت

اور (۴) چوتھی مرتبہ بمعنی رونق، چمک، نور و حسن و قیو۔



● دو رخا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدد کے سینہ میں مار ہے  
کے چارہ جوتی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے  
اس شعر میں لفظ وار غن مرتبہ الگ الگ معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ پہلی مرتبہ جوصل  
دوسری مرتبہ رقم اور تیسری مرتبہ بھرتا کے معنی میں ہے۔

● میں غار حیرے کلام پہ لٹی میں تو کس کو زباں نہیں  
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہاں ہے جس کا یہاں نہیں  
اس شعر میں لفظ "غن" اور لفظ "بیان" کا دو مرتبہ الگ الگ معنی میں مستعمل کیا گیا  
ہے۔ پہلی مرتبہ جو لفظ غن ہے اس کے معنی "گنگو" اور دوسری مرتبہ "اگر اہل" ہے۔ اسی  
طرح پہلی مرتبہ جو لفظ بیان ہے وہ "خطبہ اور تقریر" کے معنی میں اور دوسری مرتبہ  
"وضاحت" اور "بیان کرنا" کے معنی میں ہے۔ اس شعر میں دو مجہیزات ہیں۔ ایک غن اور  
غن سے اور دوسری بیان اور بیان سے۔

● تراہ مہارک گھن رحمت کی ڈالی ہے  
اُسے لو کر ترے رب نے بنا رحمت کی ڈالی ہے  
پہلی مرتبہ لفظ ڈالی کے معنی "شاخ" ہیں اور دوسری مرتبہ "بھتا" یا "ڈالنا" ہے۔  
● قرون بدل رسولوں کی ہوتی رہی  
چاند بدل کا لفظ ہوتا رہا  
پہلی مرتبہ لفظ بدل کے معنی "تبدیلی" یا "ایک شخص کے کام پر دوسرے کا جانا" ہے۔  
دوسری مرتبہ جو لفظ ہے بدل وہ "بادل کا گھڑا" کے معنی میں ہے۔ لفظ بادل کی اسم تصغیر ہے۔  
● محسوسوں کو ہے عمر میں صرف ایک بار بار  
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھی کی ہے  
پہلی بار لفظ بار کے معنی "مرتبہ" ہیں اور دوسری مرتبہ جو لفظ بار ہے اس کے معنی  
"سورت" ہیں۔

چند اشعار بغیر کسی وضاحت کے دریاں رواں ٹھیلے خدمت ہیں:-



میں تو کیا ہی چاہوں کہ بندہ ہوئے اللہ کا  
 پر لطف ہے کہ وہی اگر وہ جناب ہوئے  
 اللہ کا مرنے والے دیکھ کے وہ جلا کر  
 آپ عزیز ہو مگر آئینہ دار عزیز  
 ہر سال کا ہوں سال نہ کوئی کا چاہا  
 جو بچا جائے گیا را چیتا تھا  
 اے مکمل خاک کو تم خاک نہ کہے  
 ہں خاک میں دفن وہ ہوا ہے  
 اس میں رہے ہے کہ تم اس میں جمے ہو کہ میں  
 کھڑے کھڑے میں رہے کی طرح تم میں  
 سوچن وہ ہے جو ان کی عزت پر میرے دل سے  
عظیم بھی کہتا ہے نہیں تو میرے دل سے  
 ہر سرف ہری سرف دے ہے خود میری  
 ہر حق میں کی جہ ہمتا کے دے  
 ہر نے سوتے طیر کر آمل کی  
 شکل آسان الی مری تھالی کی  
 ہوں طاقت کریں سرف کہ اک ہم ہے  
 اس سے پہلے ہے قاتل نے کیا کیا ہے  
 گو میں عالم طیب، حال طیب کہ نہ ہو  
عظیم ہر کی اور ہی کہ آمل ہے  
 مگر وہاں ہے ہر کے ہر میں ہر ہے  
کب میں دیکھے ہوں، دیکھے کب میں ہے  
 تھا حق ہے کہ اس شوق کا اظہار ہے  
 جو ان کی رہ میں چلے وہ جان دل ہے



تیری قضا علیہ احکام دی الجلال  
 تیری رضا علف قضا و قدر کی ہے  
 آئی بدعت چھائی علف رنگ چلا نور کا  
 ہر سنت ہر طاعت لے لے چلا نور کا  
 گہر وہ لام الف کر دو بلا حشر  
لا کے ع چ لا حم پہ کروڑوں درود  
 سب سب ہر سب معنائے طلب  
علف چلا علف پہ لاکھوں سلام  
 رسل و ملک پہ درود ہو، وہی جانے ان کے عبار کو  
 مگر ایک ایسا دکھا تو دو، جو عبار روز عبار ہے  
 انبیاء کو بھی اجل آئی ہے  
 مگر یکی کر فظ آئی ہے  
 ہے تو رضا نرا ستم جرم پہ مگر لجائیں ہم  
 کوئی بجائے سوز غم ساز طرب بجائے کیوں  
 یہ تو صرف بطور نمونہ چند اشعار پیش کئے ہیں۔ ان اشعار میں کیا خوبی ہے، مضمون کی  
 کتنی گہرائی ہے، قرآن و حدیث کی کس طرح کی ترجمانی ہے، عشق رسول کا کیا جذبہ  
 لافانی ہے، ان تمام محاسن سے کامل طور پر آشنا ہونے کے لئے فقیر سراپا قصیر کی تصنیف  
 ”مرقان رضا و مدح صلی“ کا مطالعہ فرمائیں۔ اس کتاب میں کل ۱۱۱ اشعار کتب معتبرہ کے  
 حوالے دیئے ہیں۔ ۱۳۰ اشعار کی تشریح ایک ہزار صفحات سے بھی زیادہ پر مشتمل ہے اور  
 تقریباً دو ہزار سات سو پچاس (۲۷۵۰) حوالے قرآن، حدیث، کتب سیرت و تاریخ،  
 تصانیف ائمہ دین، کتب لغت و غیرہ سے نقل کئے گئے ہیں۔



## (۱۹) "صُنْعَتِ تَجْنِيسِ نَاقِصُ"

شعر میں ایسے دو الفاظ کا استعمال کہ جو حروف میں یکساں ہوں لیکن اعراب میں مختلف ہوں اور دونوں الفاظ مختلف معنی میں استعمال ہوئے ہوں۔

[ Resemblance, Pair of words whose initial letters only are different ]

○ جڑ تلخ آبادی کا شعر ہے۔ اُدھر میرا دل تڑپ رہا ہے، تڑی جوانی کی جمبو میں  
اُدھر مرے دل کی آرزو میں گل رہا ہے شباب تیرا  
 اس شعر میں لفظ اُدھر اور اُدھر باہم حروف مساوی ہیں لیکن اعراب میں جدا گانہ ہیں۔

○ تجربہ نام آبادی کا شعر ہے۔ اُدھر دامن کسی کا مہلا کر بھٹل سے اٹھ جانا  
اُدھر نظروں میں ہر ہر چیز کا بیکار ہو جانا  
 اس شعر میں بھی اُدھر اور اُدھر کے الفاظ ہیں۔

○ آگ بھڑکی کا شعر ہے۔ اُدھر نہ پھیر کر ذبح کرتے ہو، اُدھر دیکھو  
مری گردن پہ تیر کی روئی دیکھتے جاؤ  
 اس شعر میں بھی اُدھر اور اُدھر کے الفاظ باہم حروف مساوی لیکن باہم اعراب مختلف ہیں۔

○ غلامی نام آبادی کا شعر ہے۔ اُدھر وفا کو گدھے کہہ کر دل لہو نہ ہوا  
اُدھر ختم کو شکست کہہ کر دامن نہ ملا  
 اس شعر میں شاعر نے اعراب کے فرق سے اُدھر اور اُدھر لفظوں کا استعمال کیا ہے۔

○ منزل گدھی کا شعر ہے۔ اس کی گدھا ہار نے پھیرا کچھ اس طرح  
اب تک اُٹھل رہی ہے رگ جاز آرزو



اس شعر میں لفظ اُس اور اس کا باقیا جہیں استعمال ہوتا ہے۔

● فیش و فیش لا شعر ہے۔ اور طے کا بھی تو اس طود کہ چھٹاؤ کے

اُس گھڑی اے دل آلودہ کہاں جاؤ گے

اس شعر میں بھی لفظ اس اور اس کا استعمال کیا گیا ہے۔

● گل بہار ہلی لا شعر ہے۔ تذکرہ عیون نہ حرف مطلب، اوج غوغا اور تھال

تو پھر یہ افسانہ محبت زباں زو خالی و عام کیوں ہے

اس شعر میں شاعر نے تساہلی حرف اور حرق اراپ سے لفظ اوج اور آوج کا

استعمال کیا ہے۔

اردو ادب کے کچھ مسودہ مصنفین کے شعراء کے اشعار میں ایسا اور مثال پیش

کئے ہیں۔ حالانکہ اس صنعت میں شعراء اور ادب کے دیوان میں بہت ہی کم اشعار پائے

جاتے ہیں۔ کسی کے دیوان میں پانچ، کسی کے دیوان میں سات یا آٹھوں کی قلیل تعداد

میں اشعار پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں زبان تراشیدگی اور تکرار، اس۔ اُس

کے الفاظ ہی استعمال کئے گئے ہیں۔ گویا کہ اس صنعت کی مثال میں شعر کہنے کی رسم

وراثت سمجھا کر لیا گیا ہے اور یہ ہے کیونکہ کسی بھی شاعر کے کلام میں اس صنعت

کی مثال کے اشعار میں الفاظ کی جڑت اور تکرار نہیں پایا جاتا۔ تقریباً تمام شعراء اور ادب

اور یا اس شعراء کے مسودہ دائرے میں تکرار اور تکرار کی حد میں اس یا اُس

کلمے کی ہی غمی نظر آتے ہیں۔ لیکن حضرت رضا بریلوی نے اس صنعت میں جڑت

الفاظ کے حسن کو کارکردہ شعراء اور ادب پر اپنی نظر ادبی حیثیت قائم کر دی ہے۔

جیسا کہ اورانی ساہب میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ

دار فاضل کی یہ شان اور کمال ہے کہ آپ نے ادب کی جس صنعت کی طرف التفات فرمایا

وہاں صنعت کو اچا کر فرمادیا ہے۔ ذریعہ بحث صنعت میں مثالی اشعار کی سخت قلت محسوس ہو

رہی ہے اور جو اشعار پائے جاتے ہیں وہ بھی اوج۔ اوج یا اس۔ اُس کے الفاظ سے اوج



سے آخر جسے میں اور ہندو عقائد کا کمر لگا رہا ہے۔ لیکن ایسی ہی سہلی صنعت پر بہادر  
کام کر کے حضرت عثمانؓ نے کتب پر احسان کیا ہے۔ کچھ شمار میں خدمت ہیں:-

○ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں لکھے گئے ہیں:-

(۱) رے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جیل کیا  
کوئی تھو سا ہوا ہے، نہ ہو گا شہا، تیرے خالق حسن و ادا کی قسم  
اس شعر میں خلق کے سی اسحاق اور خلق کے سی یہاں ہے۔ خلق اور خلق  
حروف کے اعتبار سے ساری ہیں لیکن اعراب میں فرق ہیں۔

(۲) مجھے سب کا خدا ایک ہے دیکھ

ایک کا ہیں کا تہا نا طانا

اس شعر میں د اور ن کے فرق سے ط ان اور ا ان ایک سی میں ہو گئے۔

(۳) عالمے علم د عالمے میں حضور

آپ سے کیا مرض طاعت کہتے

اس شعر میں ط عالم = جانتے والا اور ط عالم = جہاں دیا ہے۔

(۴) سونے کو تائیں جب کچھ نیلی ہو یا کچھ نیلی

کیا کام جہنم کے دھڑے کو کھرے دل سے

اس شعر میں ط نیلی = سیاہ، نیلی اور ط نیلی = جڑ، ریشہ، کھدورت وغیرہ ہے۔

ط نیلی اور ط نیلی حروف کے اعتبار سے یکساں ہیں لیکن اعراب میں جہاں گانہ ہیں۔

(۵) تف نہت نہ کمر نہ اسلام سب چہ حرف

کار اچھے کی ہے نہ اچھے کی، اچھے کی ہے

اس شعر میں حضرت عثمانؓ کی نے اعراب کے تفاوت سے اچھے اور اچھے کا

ایک مصرعہ میں استعمال فرما کر کہاں کر دیا ہے۔ اچھے = یہاں (here)، اچھے = وہاں

(there) اور اچھے = چھٹنے والا (hung or suspended) ہے۔



(۶) سونا پاس ہے، سونا بن ہے، سونا زہر ہے اٹھ چارے

تو کہتا ہے مٹھی نیند ہے، تیری مت ہی نرالی ہے

اس شعر کے معرعاولی میں لفظ سونا = زر طلا (Gold) واؤ مجھول کے ساتھ ہے۔ دوسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے اس میں واؤ معروف ہے اس کے معنی ہیں ویران اور سنان۔ تیسری مرتبہ جو لفظ سونا ہے وہ واؤ مجھول کے ساتھ ہے اس کے معنی ہیں نیند لینا یا نیند کرنا۔ (Sleep)

(۷) ہیں طرف روضہ کا نور، اُس نست جبر کی بہار

بچ میں جنت کی پیاری پیاری کیاری واہ واہ

اس شعر میں لفظ ہیں اور اُس حروف میں مساوی اور اعراب میں متعلق ہیں۔

(۸) اک ترے رخ کی روشنی بھن ہے دو جہان کی

اُنس کا اُنس اسی سے ہے جان کی وہ ہی جان ہے

اس شعر میں جو لفظ اُنس ہے اس کے معنی ”انسان۔ آدمی“ ہے اور لفظ اُنس کے معنی

بھردی، پیار، رغبت، میل جول وغیرہ ہے۔ زیر اور پیش کی علامت اعراب نے معنی میں عظیم فرق کر دیا ہے۔

(۹) کس سے کہے کیا کیا کیا ہو گیا

خود ہی اپنے پر طامت کیجئے

اس شعر میں پہلی مرتبہ جو لفظ کیا ہے وہ کلمہ استفہام ہے جس کے معنی چاہ، خواہ، کس

قدر، کتنا وغیرہ ہیں۔ دوسری مرتبہ جو لفظ کیا ہے اس میں حرف کاف کسور ہے یعنی حرف کاف

کے نیچے زیر کی علامت ہے۔ وہ لفظ تالیخ فعل ہے اور اس کے معنی ہے کرنا، عمل کرنا، کیا ہوا کام وغیرہ ہیں۔

(۱۰) اُدھر سے عجم قاضے آئے، اُدھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت اُبھارتے تھے

اس شعر میں لفظ اُدھر اور اُدھر حروف میں یکساں لیکن اعراب میں الگ الگ ہیں



ذکورہ اشعار میں جدت الفاظ کے لحاظ سے فارغین کرام جیسا ملاحظہ ہو رہے

ہوں گے۔

شعر نمبر (۱)	خلق اور خلق	شعر نمبر (۲)	ان اور ان
شعر نمبر (۳)	عالم اور عالم	شعر نمبر (۴)	میل اور میل
شعر نمبر (۵)	اچھا اور اچھا	شعر نمبر (۶)	نوتا اور نوتا
شعر نمبر (۷)	ان کو اس	شعر نمبر (۸)	اس اور اس
شعر نمبر (۹)	کیا، کیا اور کیا	شعر نمبر (۱۰)	اچھا اور اچھا

الفاظ کا استعمال فرما کر جدت الفاظ کے حسن سے اس صنعت کو جاننا کیا ہے۔ علاوہ  
انہی ایک اور کمال یہ ہے کہ شعر نمبر ۶، ۸ اور ۹ میں صنعت جنہیں ناقص کے ساتھ ساتھ  
صنعت تامہ (کامل) بھی ہے۔ ایک شعر میں اس طرح دو صنعت کو جمع کرنا یہ حضرت رضا کا  
کمال اور الوکھا پن ہے۔ صنعت جنہیں ناقص میں حضرت رضا پر بلوی کے تئیں سے بھی  
زانہ اشعار پائے جاتے ہیں اور ان میں مضمون کی گہرائی، الفاظ کی جدت کی زیبائی، فن  
و ادب کی اعلیٰ معیاری اور عشق رسول کے سوز و گماں کی بے مثال پائی جاتی ہے۔

## (۲۰) صَفَعَتِ مُرَاعَاةِ النَّظِيرِ

یعنی شعر میں ایسی کی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں ہا ہم مناسب ہو۔ (فیروز اللغات،  
صفحہ ۱۲۳) اس کو رعایت نظری بھی کہتے ہیں یعنی ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں آپس میں  
تضاد نہ ہو اور ان میں ایک دوسرے کے ساتھ مناسب ہو۔ مثلاً جن کے ذکر کے ساتھ گل  
دلہل کا ذکر کرنا اس کو صنعت تلفیق بتاسب اور لطف بھی کہا جاتا ہے۔

[ Indulgent, Compliant ]

○ مرزا غالب کا شعر ہے۔

قاصد کے آئے آئے خطا اک اور کھ رکھوں

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں



اس شعر میں کا صدمہ خطا آتا ہے، جواب وغیرہ میں آپس میں مناسب ہے۔

○ کیل بہاوتی کا شعر ہے۔ نہ ساغر ہے، نہ چاند، نہ ساقی ہے نہ مٹانہ

کیل اب چنداں کھوں پر گزارا کر رہا ہوں میں

اس شعر میں ساغر، چاند ساقی اور مٹانہ میں آپس میں مناسبت ہے، تضاد نہیں۔

○ نیریز اور یحییٰ کا شعر ہے۔ شمع نظر، خیال کے انجم، جگر کے داغ

چنے چراغ ہیں تری محفل سے آئے ہیں

اس شعر میں شمع، انجم، چراغ، محفل میں آپس میں مناسبت ہے۔ تضاد نہیں۔

○ علامہ اتہل کا شعر ہے۔ نہ ہوا ہے، نہ صراحی، نہ دور چاند

نہ لگا ہے رنگین ہے بزم مٹانہ

اس شعر میں ہوا، صراحی، چاند مٹانہ میں اور رنگین و بزم میں آپس میں مناسب ہے۔

○ حضرت کلاوی کا شعر ہے۔ نہ ہے شیش، نہ ہے ساغر، نہ ہے چاند چنے

جان مٹانہ تری زنگ مٹانہ ہے

اس شعر میں شیش، ساغر، چاند مٹانہ میں آپس میں مناسبت ہے۔

○ کلی بہاوتی کا شعر ہے۔ حیرے پھر داغ میں پھول نہ گل کے نس کے

کوئی بہار کی سی بات اب کے بہار میں نہیں

اس شعر میں داغ، پھول اور بہار کا شاعر نے ذکر کیا ہے۔ ان تینوں میں مناسبت

ہے، تضاد نہیں۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے۔ بجائے کون، ہلکے غفلت فساد کو

محدود کر لیا ہے جن تک بہار کو

اس شعر میں ہلکے، جن اور بہار کا ذکر ہے۔ جن میں آپس میں مناسبت ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ کلام کو نہ ہی اعتبار سے نہیں بلکہ فن



دھب کی حیثیت سے دیکھ کر حضرت امام احمد رضاؒ کے کام کے حلقے میں جس حیثیت سے  
 لکھا جاتا ہے وہ تو ایسا غور سے دیکھا جائے گا کہ امام احمد رضاؒ کی زندگی میں جو کام ہوئے وہ سب  
 کی جو طواری سے لکھ کر لکھے وہ حضرت احمد رضاؒ کی طواری سے لکھا گیا ہے نہ کہ ایک یا دو  
 کو دیا ہے۔ حضرت احمد رضاؒ کے کام میں جو طواری تھیں۔ ان میں دو خاصہ تھیں۔ ایک یہ کہ  
 یہ وہ دیکھ کر حضرت امام احمد رضاؒ کی زندگی میں جو کام ہوئے وہ سب دیکھ کر حضرت امام احمد رضاؒ کی زندگی میں جو کام ہوئے وہ سب  
 دلی قہار سے لکھا گیا ہے۔

### • حضرت احمد رضاؒ کی زندگی میں جو کام ہوئے وہ سب دیکھ کر حضرت امام احمد رضاؒ کی زندگی میں جو کام ہوئے وہ سب

(۱) شارع کرامت دینی عرفہ و حکم و عبادت میں  
 سنی زکریا کی نگہوں قدرت کی کیا بھولی شارع  
 اس شرعی شارع سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح  
 صاحب عرفہ و حکم و عبادت میں کی صاحب ہے۔ عرفہ ایک شرعی حرکت و قیام  
 نے آئیں میں صاحب رکھے دلی کی جی وہ نگہوں کر کے صاحب و عبادت کی اہل  
 حل و حل ہے۔

(۲) یہی میں طوری فعل۔ حل و حل  
 حل و حل میں سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح  
 اس شرعی میں سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح  
 حضرت احمد رضاؒ نے اس شرعی میں سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح  
 رعایت سنی کی دلی میں سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح

(۳) کار و عمل میں سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح  
 بار و رسالت میں ہے سنی زکریا کی نگہوں میں صاحب ہے۔ اسی طرح



اس شعر میں آپس میں مناسب رکھے دلی چو چیزوں کا صرف ایک مصرع میں بیان کیا گیا ہے۔ وہ چھ چیزیں باغ، گل، ٹھنڈا، جڑ، جی اور شاخ ہیں۔

(۴) سرتا ہنرم ہے تن سلطان ذہن پھول

لب پھول، دہن پھول، ذہن پھول، بدن پھول

اس شعر میں سرتا ہنرم، تن، لب، دہن، ذہن اور بدن کا ذکر ہے۔ ان تمام کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تناسب ہے۔ تفساد نہیں۔

(۵) انہیں کی بے مایہ کن ہے، انہیں کا جلوہ دین چمن ہے

انہیں سے گلشن بہک رہے ہیں، انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

اس شعر میں بے مایہ کن، گلشن، رنگت، گلاب کی عبارتیں مناسب ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) لہا کے ٹھروں نے وہ چمکا لباس آپ رواں کا پہنا

کہ سو بھی چھڑیاں تھیں دھار لپکا حباب تاباں کے قفل لگے تھے

اس شعر میں لہا، آپ (پانی)، دھار، حباب (بلبل) اور موج میں آپس کی مناسبیت بیان کی گئی ہے۔

(۷) جہاں میں چمن، چمن میں کن، کن میں بھین، بھین میں دہن

سزائے سخن پہ ایسے فن، یہ امن داماں تہارے لئے

اس شعر میں جہاں، چمن، کن، بھین اور دہن کا ذکر ہے۔ جن میں مناسبیت ہے۔ تفساد نہیں۔

(۸) یہ سن، یہ سون دیا کن، یہ خوش سنل نہیزن

گل درو دلال بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے

اس شعر میں سن، سنل، خوش، کن، سون، دیا، گل، درو، دلال، بھرا، چمن، وہی، ایک، جلوہ، ہزار ہے۔  
 سنل Senl، خوش Violet، کن Jasmine، سون Sona، دیا Dya، گل Flower، درو Cypress، دلال Lala



Red Flower © بزار گلستان نامی Patience کا ذکر کیا گیا ہے۔ گل گیارہ چھوٹا  
آئین کی مناسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

(۹) وہی آگہ ان کا جو حتمہ گئے وہی لب کہیں ہوں نصرت کے  
وہی دل جو ان کے لئے تگے وہی سر جان پہ کار ہے  
اس شعر میں آگہ لب و دل اور سر کا ذکر ہے۔ جن میں آئین کی مناسبت ہے۔  
(۱۰) نظر آگہی سے دو چار ہے وہ جان میں بھی کار ہے  
بہب اس کے گل کی بہار ہے کہ بہار بھل زار ہے  
اس شعر میں بھن، گل، بہار اور بھل کا ذکر ہے۔ جن میں آئین کی مناسبت ہے،  
تضاد ہیں۔

صنعت مراعات الشعر میں فارسی نے دیگر شعرائے اردو ادب کے اشعار کو ملاحظہ  
فرمایا اور حضرت رخصتا بریلوی علیہ الرحمۃ دارقانون کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائے۔ لیکن  
حضرت رخصتا کے اشعار کے مقابلے میں دیگر شعراء کے اشعار یکے معلوم ہوتے ہیں۔  
حضرت رخصتا کے اشعار میں جو فصاحت و بلاغت، رو بہ و تسلل، روانی و شائستگی، رعایت  
لفظی، مضمون کی بلندی، عشق کی پاکیزگی، عنوان کی صراحت اور ہدایت القاصد کی جزو بندی ہے  
وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں۔ خیریت کی بات تو یہ ہے کہ دیگر شعراء شریقی تہذیب سے آزاد  
ہو کر عشق بھاری میں اپنے قلم کو سب کام اور سب کاموں کے باوجود اپنے کلام میں جو  
رعین، برصافی اور حسن بھانڈ کر کے وہ سب حضرت رخصتا نے شریعت کی حد بندی میں رہتے  
ہوئے اپنے کلام میں عشق کی ایسی حسن اسلوبی سے بیان کر دیا کہ بڑے بڑے ادباء اور  
فصحاء کے سرخ لازم ہو گئے اس صنعت میں حضرت رخصتا کے اشعار بیگزوں میں ہے۔



## (۲۱) "صَنَعَتْ تَرْصِيعُ"

شاعری کی اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں دونوں مصرعوں کے الفاظ ہم وزن ہوں  
(فیروز اللغات ص ۲۵۵)۔ یعنی شاعر یا شاعر کہے کہ جس شعر کے دوسرے مصرعے کے تمام الفاظ  
پہلے مصرعے سے ہم وزن ہوں۔ مثال: نام تیرا ہے زعمی میری کام میرا ہے بدی میری۔

[ Both hemistich of distich (verse) consisting of similar rhyme ]

ذکورہ بالا جو شعر بطور مثال پیش کیا ہے، اس کے دونوں مصرعوں کے تمام الفاظ ہم کافی

ہیں۔ جیسے کہ :-

ہم	تیرا	ہے	زعمی	میری
کام	میرا	ہے	بدی	میری

پہلا مصرعہ :-

دوسرا مصرعہ :-

ذکورہ قصیدہ سے فارسی کراما بھی طرح قصیدہ کر چکے ہوں گے کہ پہلے مصرعہ کے تمام

الفاظ دوسرے مصرعے سے ہم کافی ہیں۔ یہ ایک عجیبہ اور بہت مشکل صنعت ہے۔

● ہرذاعالب کے دیوان کی راقم الحروف نے اول تا آخر اور اوراق گردانی کی کہ شاید چھ

اختیار بطور مثال پیش کرنے کو مل جائیں لیکن پورے دیوان غالب میں صنعت ترصیع کی

مثال میں ایک بھی شعر نہ ملا اور اوراق گردانی کی امت ضائع ہوئی۔

● گلشن بہار کی کاغذ دہان "کلیات گلشن" شروع سے آخر تک ہم نے دیکھا لیکن

گلشن صاحب نے اس صنعت کو ناقابل اعتنا سمجھ کر شاید اس کی طرف التفات نہیں کیا

کیونکہ گلشن بہار میں بھی صنعت ترصیع کا کوئی شعر نہیں پایا جاتا۔

● فیض احمد فیض، قاسم علی اور جگر مراد آبادی کے دیوانوں کو سرسری نظر سے دیکھا۔ کہ

شاید ان کے کلام میں اس صنعت میں ایک آدھ شعر ہو لیکن ہم کو ایک بھی شعر نظر نہیں آیا۔

تا کہ بطور مثال اس شعر کو پیش کیا جائے۔

باصر	ہیں	یہ	بسم	ہیں	الل	وفا	ہیں	یہ
قادر	ہیں	یہ	قدیر	ہیں	الل	سقا	ہیں	یہ



اس شعر کے معرودہ اولیٰ کے تمام الفاظ معرودہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔  
صنعت ترصیح میں حضرت عذرا کے قصیدہ۔

حضرت رضامی نے اس شعر میں حضرت علی علیہ السلام کی عظیم الشان شخصیت کا وہ فیض عاں کیا کہ جہاں  
 بڑے بڑے علماء، فضلا، مدبر اور آما کے ذک جاتے ہیں۔ وہیں سے حضرت عذرا چلتا شروع  
 کرتے ہیں۔ یعنی علم و ادب کے کسی معاملہ میں ماہرین زمانہ کے علم کی جہاں انتہا ہوتی ہے  
 وہیں سے حضرت عذرا کی ابتدا ہوتی ہے۔ صنعت ترصیح میں جہاں اردو ادب کے صف  
 الاول کے شعراء کے دیوان دوائے عمر و کی آدھ بکا میں شہک ہیں۔ وہیں حضرت عذرا کا نعتیہ  
 دیوان اس صنعت کے کی افسار چال میں پیش کرنے کے لئے سرگرم ہے۔ چند افسار پیش  
 خدمت ہیں:

● ”دعائے چلے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ حیرا ہمارے کھلے ہیں کا کے وہ ہے ذرہ حیرا“  
 اس شعر کے معرودہ اولیٰ کے تمام الفاظ معرودہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں قابل  
 الفاظ کا ذکر کرتے ہیں:

دعائے	چلے	ہیں	عطا	کے	وہ	ہے	قطرہ	حیرا
دعائے	چلے	ہیں	عطا	کے	وہ	ہے	قطرہ	حیرا
دعائے	چلے	ہیں	عطا	کے	وہ	ہے	قطرہ	حیرا

● حضرت عذرا فرماتے ہیں:

”سب سے اولیٰ دہائی ہمارا ہی ہے سب سے بالا دہلا ہمارا ہی“

اس شعر کے معرودہ اول کے تمام الفاظ معرودہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں قابل

سب	سے	اولیٰ	د	اہل	ہمارا	ہی
سب	سے	اولیٰ	د	اہل	ہمارا	ہی
سب	سے	اولیٰ	د	اہل	ہمارا	ہی



### ○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”کسبی ہوئی نظر میں ادا کس حرکی ہے + چھتی ہوئی جگر میں صدا کس گہر کی ہے۔“

اس شعر کے تمام الفاظ مصرعہ اول ہم قافیہ ہیں مصرعہ ثانی سے:

پہلا مصرعہ: کسبی ہوئی نظر میں ادا کس حرکی ہے

ہم قافیہ: چھتی ہوئی جگر میں صدا کس گہر کی ہے

دوسرا مصرعہ:

### ○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا + تو ہے وہ خیف کہ ہر خیف ہے کیا سا تیرا۔“

اس شعر میں مصرعہ اولی کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ قسیملاحظہ فرمائیں:-

پہلا مصرعہ: تو ہے وہ غوث کہ ہر غوث ہے شیدا تیرا

ہم قافیہ: تو ہے وہ خیف کہ ہر خیف ہے کیا سا تیرا

دوسرا مصرعہ:

### ○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

”افیا چلے ہیں وہ سے وہ ہے باز تیرا + اسفا چلے ہیں سر سے وہ ہے سدا تیرا“

اس شعر میں بھی مصرعہ اولی کے تمام الفاظ مصرعہ ثانی سے ہم قافیہ ہیں۔ ذیل میں

فائل الفاظلاحظہ فرمائیں:

پہلا مصرعہ: افیا چلے ہیں وہ سے وہ ہے باز تیرا

ہم قافیہ: اسفا چلے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

دوسرا مصرعہ:

حضرت رضا علیہ السلامی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”عدائق بخشش“ میں کل

ستائیس (۲۷) اشعار صنعت ترسیع میں پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کو بھی حضرت رضا کی

ذات گرامی پرناز اور فخر ہوگا کہ ایسا ماہر فن، اردو ادب کی پاسداری کر رہا ہے۔



## (۲۲) "صَنَعَتْ مُقَابِلَهُ"

شعر میں پہلے چہرے کا اظہار کرنا جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ ان کا ذکر کرنے کے بعد چہرے کا اظہار کرنا جہاں لفظ کے اظہار ہوں۔  
[Confrontation of words]

○ سرزدگاہ کا شعر ہے۔ غلت کدے میں میرے فہم کا جوش ہے  
اک شمع ہے دلیل سر سونٹوں ہے  
اس شعر میں غلت کو اور شب میں موافقت ہے۔ اسی طرح فہم اور جوش میں بھی موافقت ہے۔ مگر ان الفاظ کے مقابلے میں معروضہ جاتی میں چہرے کا اظہار اس طرح ہیں۔  
غلت کے مقابلے میں شمع کے مقابلے میں سر اور جوش کے مقابلے میں سونٹوں۔  
○ گلن بہار کا شعر ہے۔ ہو کر عود گلشن جنت سے ہے نثار  
دورخ کے ہے پتہ شراروں پہ دھن کر  
اس شعر میں عود کے مقابلے میں دھن۔ گلشن کے مقابلے میں شرارے، جنت کے مقابلے میں دورخ اور ہے نثار کے مقابلے میں ہے پتہ کے اظہار صوبہ مقابلہ کے تحت لائے گئے ہیں۔

○ جوش آہی کا شعر ہے۔ خرا آتے ہیں کہ طعنے سے وہ غلت کے دامن میں  
گلن کلی کی جب تہریں ہو جاتی ہے روزن میں  
اس شعر میں خرا آنا کے مقابلے میں تہریں ہونا، غلت کے مقابلے میں کلی اور دامن کے مقابلے میں روزن ہے۔

○ گلن بہار کا شعر ہے۔ حاصل علم ہو جمل کا مرقاں ہوا  
مر مر جمل سے لکھا کے دامن ہوا



اس شعر میں جمل کے مقابلے میں عرفاں اور گل کے مقابلے میں ناداں ہے۔  
**● جگر مراد آبادی کا شعر ہے:-** حسن ازل تو آج بھی بے پردہ ہے مگر

نظارہ کے جھوم نے مستور کر دیا

اس شعر میں حسن کے مقابلے میں نظارہ اور بے پردہ کے مقابلے میں مستور ہے۔

اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء کے اشعار میں صعب مقابلہ کی مثالیں کافی تعداد میں ہیں لیکن ان میں کی اکثر مثالیں عشقِ مجازی کے ذریعہ ہر اور وصل، شب اور دن، حجاب اور بے نقاب، حسن اور عشق، وغیرہ میں ابھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ ایک رسم و رواجی طرز سے غم عشق اور الہامی ہجر کا اظہار کرنے میں شعراء کی اکثریت ایک ہی پٹری کی گاڑی کی طرح چلتی نظر آتی ہے۔ ایک ہی بات تفرقِ باعد میں معمولی سی تبدیلی کا لحاظ سے بیان کی گئی ہے اور مکرر سکر ایک ہی بات سے مضمون کی لالات کی مرغوبیت پر قرار نہیں رہتی۔ ایک ہی کھانا الگ الگ برتنوں میں پیرا گیا ہوا یا لگا ہے۔ لیکن امام عشق و محبت حضرت رضاؑ علیہ السلام کے کلام میں عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رنگ، رنگ، شاداب اور میٹھے الفاظ کے پھولوں کی خوشبو روح ایمان کو محط کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں مضمون کی جدت اور تشبیل کی جدیدیت دل کو ایسی بھاتی ہے کہ کیفِ سرور کا ساں بندھ جاتا ہے۔ چہا اشعار پیش خدمت ہیں:-

**● حضرت رضاؑ علیہ السلام فرماتے ہیں:-**

(۱) خوار و پیار و خطاوار و گنہگار ہوں میں

رافع و نافع و شافع لقب آکا تیرا

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں خوار، پیار، خطاوار اور گنہگار کا ذکر کیا گیا ہے جن میں آپس میں مواظقت ہے۔ پھر مصرعہ ثانی میں اُن اُصول الذکر کے تضاد کا ذکر کیا گیا ہے۔ خوار کے مقابلے میں رافع یعنی بلند کرنے والا، اُٹھانے والا کا استعمال کیا گیا ہے۔ پیار کے مقابلے میں نافع یعنی فائدہ مند یا نفع دینے والا کا ذکر کیا گیا ہے۔ خطاوار اور گنہگار کے



مقابلے میں شائع یعنی شہادت کرنے والا ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) حسن یوسف پہ کھیں مصر میں اچھوت زبان  
 رکھتے ہیں حیرے نام پہ مرادیں عرب  
 ان شعر میں مصرۂ اولیٰ میں حسن یوسف، ملک مصر، اور مصر کی عورتوں کی انگلیوں کا  
 کٹا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مصر میں واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب مصر کی عورتوں نے  
 حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا جمال و حسن دیکھا تو عالم حیرت میں آکر  
 ہو کر بے ساختہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں۔ اس اعتبار سے یہ شعر صنعت کجائی کی علامت ہے۔  
 صنعت مقابلہ میں حضرت رضا کا یہ شعر اپنی ایک نظریاتی شان رکھتا ہے۔ کیونکہ مصرۂ  
 اولیٰ کے تمام الفاظ کے مقابلے میں مصرۂ ثانی میں الفاظ لائے گئے ہیں اور دونوں مصرعوں  
 کے الفاظ میں ایسا قائل کیا گیا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین، صد آفرین کے الفاظ  
 نکل پڑتے ہیں۔ مروجہ ذیل نحو قائل ملاحظہ ہو۔

## ”تقابلی نقشہ“

مصرۂ اولیٰ	مصرۂ ثانی
(۱) حسن یوسف۔ یعنی حسن کو دیکھ کر اس پر فریفتہ ہوا۔	(۲) حیرانام۔ صرف نام پر بتا خانے بہت قربان ہوا۔
(۲) کھیں۔ یعنی بے ساختگی میں صرف ایک مروجہ کٹ گئی۔	(۲) کھاتے۔ یعنی قصداً اور بار بار اپنے دل کے ارادے سے کھاتے ہیں۔
(۳) مصر میں۔ یعنی انگلیاں کٹنے کا واقعہ مصر میں واقع ہوا۔	(۳) عرب۔ یعنی قہار نام پر پیش اپنے رکھنے کے مقاصد عرب میں رکھتے ہیں۔



(۴) انگلیاں۔ مصر کی عورتوں نے حسن یوسف پہ اپنی انگلیاں کاٹیں۔ اور صرف ایک مرتب۔	(۴) سر۔ ملک عرب کے جوانمردوں نے نام مصطفیٰ پہ اپنے سر کٹوائے۔ ایک مرتب نہیں بلکہ کئی مرتب۔
(۵) زہاں۔ مصر میں حسن یوسف کو دیکھ کر اپنی انگلیاں کاٹ دینے والی عورتیں تھیں اور عورتیں ناقص الحسل ہونے کی وجہ سے کسی سے بہت جلد متاثر اور فریفتہ ہو جاتی ہیں۔	(۶) مرداں۔ ملک عرب میں نام مصطفیٰ پہ اپنے سر کٹانے والے ذی شعور اور دانشمند مرد تھے۔ جو کامل الحسل ہونے کے باوجود قصداً اور ارادہً قریبان اور غار ہوتے ہیں۔

مذکورہ شعر کے ضمن میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن مضمون کی طوالت کا لحاظ کرتے ہوئے تفصیلی تبصرہ نہ کرتے ہوئے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس شعر میں فن وادب، عشق و محبت اور فصاحت و بلاغت کے بیش بہا جواہرات کی لری قلم فرمائی ہے۔ اردو ادب میں صنعت مقابلہ میں یہ شعرا ہی مثال آپ ہے۔

(۳) دندان لب و زلف درخِ حیدر کے فدائی  
ہیں دُرّ عدن، لعلِ یمن، مشکِ حقن پھول  
اس شعر میں مصرعہ اولیٰ میں دندان، لب، زلف، اور درخ کا ذکر کیا گیا ہے، جن میں آپس میں ایک دوسرے سے مواظقت ہے۔ بعد مصرعہ ثانی میں ان کے مقابلے میں دُرّ عدن، لعلِ یمن، مشکِ حقن اور پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی دندان کے مقابلے میں دُرّ عدن یعنی دندان کے موتی، لب کے مقابلے میں ملکِ یمن کا لعل، زلف کی مشک کے مقابلے میں ملکِ یمن کی مشک اور درخ کے مقابلے میں پھول کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کی تشریح کرنے والے یا حضرت رضا کی نعتیہ شاعری پر مقالہ قلم بند فرمانے والے اہل قلم کی اکثریت اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتی ہے اور



اس شعر کو صنعت مقابلہ کے تحت شمار نہیں کیا۔ میں ان تمام اہل قلم کا ادنیٰ خادم ہوں۔ سوالی،  
 ان کا ٹھیک ہونے کے واسطے ان کی خدمت عالی میں مؤدبانہ گزارش کرتے ہوئے اپنی  
 ناقص رائے کا اظہار کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ یہ شعر صنعت مقابلہ میں زیادہ موزوں  
 ہے۔ کیونکہ علم عروض کی اصطلاح کے مطابق صنعت مقابلہ میں پہلے چھ ایسے الفاظ کا ذکر  
 کرنا کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ موافقت رکھتے ہوں۔ اس کی شرط کے موافق اس شعر  
 کے مصرعہ اول میں دانت، لب، زلف اور رخ کا ذکر ہے اور دانت، لب، زلف اور رخ  
 میں آپس میں موافقت ہے۔ صنعت مقابلہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ آپس میں موافقت  
 رکھنے والے الفاظ کا ذکر کرنے کے بعد ان کے مقابلے اور تقابل کے الفاظ کا ذکر کرنا۔ اس  
 شرط کے موافق مصرعہ ثانی میں دُھن، لعل، یمن، مشک، عین اور بھول کا ذکر پایا جاتا ہے۔  
 حالانکہ اس شعر کو صنعت تشبیہ سے ہم خارج نہیں مانتے، صرف یہی عرض کرتے ہیں کہ یہ  
 شعر صنعت مقابلہ میں زیادہ موزوں ہے کیونکہ حضرت رضا بریلوی کا یہ شعر عین، انگ، انگ  
 اور دُھن، معنوں کا حامل ہے۔ اگر اس شعر کو صرف صنعت تشبیہ میں ہی شمار کریں گے تو شعر  
 کے کثیر معانی و مطالب سے انہیں کر کے صرف ایک ہی معنی اپناتا پڑے گا۔ اگر اس شعر کو  
 صنعت تشبیہ کے ساتھ ساتھ صنعت مقابلہ میں بھی شمار کیا جائے گا تو شعر کے کثیر المعنی حسن  
 کی جہو نہائی کا ایک لطیف حاصل ہوگا۔ الحمد للہ اراقم الحروف نہ کسی پر اعتراض کرتا  
 ہے اور نہ ہی تشبیہ صرف اپنی ناقص رائے کا اظہار کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صنعت تشبیہ میں شمار کرتے ہیں جب بھی گنگا ہے اور اس صورت میں شعر  
 کے معنی یہ ہوں گے کہ:-

”اے میرے آقا دوستی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستان، لب، زلف اور رخ پہ فدا  
 ہونے والے عاشق انو جس دستان شریف پر فدا ہو رہا ہے وہ دستان (دانت) دُھن معنی  
 عدن کے موتی ہیں۔ تو جس مقدس لب پر فدا ہو رہا ہے وہ لب لعل یعنی ملک یمن کے  
 لعل ہیں۔ تو جس زلف پر فدا ہو رہا ہے وہ زلف معمری ملک عین کا تازہ ہے



اور تو جس رُخ انور پر فدا ہو رہا ہے اس رُخ انور کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ وہ پھول ہے۔“  
حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس  
اعلیٰ منزل میں پہنچ چکے تھے کہ حضرت رضا بریلوی جب بھی اپنے آقا دہلی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے جسم اقدس کے کسی عضو شریف یا آپ کی کسی صفت کو کسی چیز سے تشبیہ دیتے تو  
مثال میں ایسی چیز کو ہی بیان کرتے کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہ ہوتی۔ مثال کے طور پر اس  
شعر میں:-

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعدان اقدس کو ”دُرّ عدن“ یعنی ”عدن کا موتی“  
سے تشبیہ دی ہے۔ در یعنی موتی (Pearl) ہے۔ عدن کے دو معنی ہیں۔ (۱) بہشت کہ جس  
میں حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رکھا گیا تھا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۹۲)۔ اس کو  
انگریزی میں (Eden) یعنی کہ Paradise کہتے ہیں۔ (۲) عرب کے جنوب مغربی کونے  
میں ایک چھوٹا سا جزیرہ جہاں سے عمدہ موتی حاصل ہوتے ہیں۔ اس کو انگریزی میں  
Aden کہتے ہیں۔

[ Name of a town in the South Arabia which produces fine and costly pearls]

(The Royal Persian- English Dictionary- Page No. 281)

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے شعر میں لفظ ”عدن“ سے اگر بہشت  
مراد لی جائے تو شعر کے معنی یہ ہوں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعدان  
اقدس ”جنت کے موتی“ ہیں اور جنت کے موتی سے بڑھ کر کوئی موتی ہو نہیں سکتا۔ اور اگر  
عدن سے مراد Aden ہے تو دنیا میں سب سے اچھا اور قیمتی موتی عدن (Aden) کا ہی ہوتا  
ہے۔ الحاصل حضرت رضا کے شعر میں دی گئی تشبیہ کو آخرت پر محمول کریں تو جنت کا موتی  
مطلب ہوتا ہے اور اگر دنیا پر محمول کریں تو عدن (Aden) کا موتی مطلب ہوتا ہے۔ جو دنیا  
کے سب موتیوں سے افضل و قیمتی ہوتا ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس لب کو ”لعل یمن“ یعنی ”یمن کا لعل“ سے



تھیہ دی ہے۔ لعل یعنی لعلہ کا ہے۔ اور دنیا میں سب سے اچھا لعل یمن کا ہوتا ہے۔  
فیروز اللغات، ص ۱۴ پر ہے کہ ”یمن = جزیرہ نمائے عرب کے جنوب شرق میں ایک  
جگہ جہاں کا تھنی اور چادری بہت مشہور ہیں“ علاوہ ازیں محبوب کے ہونٹ کو بھی لعل کہا  
جاتا ہے۔ قاری زبان کے شعراء نے محبوب کے ہونٹ کے لیے اکو لعل کا استعمال کیا ہے۔  
حضرت رضائے حضور اقدس کے مقدس لب کو لعل یمن سے تھیہ دی ہے اور دنیا میں یمن کا  
لعل سب سے اچھی قسم کا لعل مانا گیا ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلف معمری کو ”ٹھک ٹھن“ یعنی ٹھن کا ٹھک“  
سے تھیہ دی ہے۔ ٹھک یعنی کستوری اور اس کو نافذ بھی کہا جاتا ہے۔ جو ہرن کے پیپ سے  
دستیاب ہوتی ہے اس کو اگر بڑی میں Musk-door کہتے ہیں۔ ٹھن = ترکستان میں ایک  
ملاقہ جہاں کا ٹھک مشہور ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۵۸۵)۔ دنیا میں پانچ جگہ کا ٹھک  
بہت مشہور ہے۔ (۱) نیپال (۲) تبت (Tibet) (۳) تاتار جہاں چگیز خاں اور ہلاکو نام  
کے عالم بادشاہ ہوئے ہیں۔ (۴) خطا یعنی یمن کا ایک مشہور شہر جہاں کا ٹھک مشہور ہے۔  
بحوالہ فیروز اللغات، ص ۵۹۵۔ (۵) ٹھن = ترکستان میں ایک ملاقہ جہاں کا ٹھک مشہور  
ہے۔ مگر یہ کہ دنیا میں نیپال، تبت، تاتار خطا اور ٹھن کا ٹھک مشہور ہے۔ لیکن ان پانچ  
مقامات میں سے ٹھن کا ٹھک سب سے زیادہ مشہور، خوشبودار اور بہترین ہے۔ حضرت  
رضائے ان میں سے بہترین ٹھک یعنی ٹھن کے ٹھک سے اپنے آکا دہولی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی زلف کی خوشبو کو تھیہ دی ہے۔

لکھنؤ میں امثال سے حضرت دنا بریلوی کی معلومات عامہ (General Knowledge) کا  
بھی احوالہ لکھا ہے کہ سوتی اور لعل کہاں کے مشہور ہیں اور کہاں کہاں کا ٹھک مشہور ہے اور ان  
مشہور مقامات کے ٹھکوں میں سے کس مقام کا ٹھک سب سے بہتر ہے۔

■ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درخ انور کو پھول سے تھیہ دی۔ پھول، خاصیت  
ہے کہ وہ ہمیشہ شاداب و عطر آتا ہے۔ اس میں رنگ کی جو آمیزش ہوتی ہے وہ ایسی



جواب انکار ہوتی ہے کہ دیکھنے والے کو خوشی اور سرور حاصل ہو۔ علاوہ ازیں اس کی خوشبو سے دل و دماغ کو تازگی حاصل ہوتی ہے۔ ان اوصاف اور عاقل کے ساتھ ساتھ نزاکت اور لطافت کا وصف پھول کے حسن و جمال میں حریہ اضافہ کرتا ہے۔ لہذا حضرت رضائے اپنے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درخ انور کو پھول سے تشبیہ دی ہے۔ یہاں تک کی تفصیلی محنگو اس شعر کو صنعت تخیبہ میں شمار کر کے کی گئی ہے۔ حرم طالع کریم اس شعر کو صنعت تخیبہ سے شمار کر کے بھی معنی اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔ راقم الحروف طلاء کلاست کی طبعی وجاہت اور خند و مہبت کا تہہ دل سے نکل اور معترف ہو کر تخیبہ کے ذکر کو معنی اور مطلب سے اتفاق کرتے ہوئے، اپنی اصلاح کی فرض سے دیگر معنی فرض کرتا ہے۔

اگر اس شعر کو صرف صنعت تخیبہ سے نہ شمار کریں، تو ایک اور معنی یہ بھی ہو سکتے

ہیں کہ:-

”حضرت رضائے طبعی طبعی طرحۃ دار فضاں فرماتے ہیں کہ میرے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعدان اقدس، لہجائے نازک، زلیخا محکمو اور چہرہ انور کے کچھ فضائل ہیں۔ جیسا کہ آپ نے مصرعہ اولیٰ میں فرمایا ہے کہ ”دعدان ولب ولف وورعہ کے فضائل“ اور وہ فضائل یعنی کہ فدا اور فدا ہونے والے کون ہیں؟ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ ”ہیں در عدن، لعل یمن، مشک عین پھول“ یعنی کہ میرے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دعدان اقدس کی چمک و شک اور نورانیت کا یہ عالم ہے کہ جنت یا ملک عدن کا بیش بہا موتی اپنی بے مثال کے باوجود ان دعدان اقدس پر فدا ہونے کے لئے نکل رہا ہے۔ یمن کامل (Yemen) اپنی اغراضیت کے باوجود مصطفیٰ جان رحمت کے لہجائے نازک کی سرشتی پر فدا اور فدا ہو رہا ہے۔ میرے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زلیخا معمری پر ملک عین کی مشک فدا ہو رہی ہے اور میرے آقا کے درخ زلیخا پر پھول مع اپنی رنگت، خوشبو،



لافت اور نفاکت قرآن و فدا اور ہے۔

مذکورہ سنی کے علاوہ ایک دیگر سنی میں بھی یہ شعر مستحسن ہو سکتا ہے۔ مذکورہ بالا سنی اور مطلب میں ذرا حیران کے مقابلے میں عدنان، نعل بن کے مقابلے میں اب، جنگ عین کے مقابلے میں ذوق اور بھول کے مقابلے میں درخ کا ذکر کیا گیا ہے۔

● حرفہ حرفہ کی لڑائی ہے۔

(۴) دل بستہ ہے قرار جگر چاک آنکھ ہر

نچہ ہوں، گل ہوں، بستی تپاں ہوں سحاب ہوں

اس شعر میں دل بستہ، ہے قرار، جگر چاک اور انگہار الفاظ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن میں آپس میں مماثلت ہے اس کے بعد مصرعہ ثانی میں ان کے مقابلے میں چھ الفاظ بیان کئے گئے ہیں۔ دل بستہ کے مقابلے میں نچہ، ہے قرار کے مقابلے میں بستی تپاں، جگر چاک کے مقابلے میں گل اور انگہار کے مقابلے میں سحاب یعنی ہادل کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۵) واں مٹیوں کا جگر خوف سے پانی پلا

یاں یہ کاروں کا دامن پہ مچلتا دیکھو

اس شعر میں واں کے مقابلے میں یاں، مٹیوں کے مقابلے میں یہ کاروں، جگر کے مقابلے میں دامن، خوف سے پانی کے مقابلے میں مچلتا اور پلا کے مقابلے میں دیکھو کا استعمال کیا گیا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حقائق بخشش“ میں صنعت مقابلہ کے کئی اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں پر صرف پانچ اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔



## (۲۳) "صَنَعَتِ مُسْتَزَادِ"

علم عروض کی اصطلاح میں وہ غزل جس کے ہر مصرعہ یا شعر کے بعد ایسا زائد لکھوانا ہو، جو اسی مصرعہ کے دکن اول اور دکن آخر کے برابر ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۲)  
[ increased, The name of a kind of verse in which every line has a shorter one annexed to it ]

(The Royal Persian-English Dictionary. Page No. 404)

صنعت مستزاد ایک ایسی صنعت ہے کہ اس کی طرف تقریباً تمام شعراء اردو ادب نے التفات نہیں کیا۔ ہم نے اس صنعت کی مثال کی تلاش میں اردو ادب کے صف اول کے شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی میں کئی گھنٹے صرف کیے لیکن اس صنعت کی مثالی تخلیق کی جستجو میں ناکام رہے۔ ہم نے جن شعراء کے دیوان ٹولے ان کے نام مع دیوان حسب ذیل ہیں:-

- فیض احمد فیض کے نقش فرادی، دستِ مہلب، دستِ تہ سنگ، سروادی سینا اور زنداں نامہ۔ کل پانچ دیوان۔
- اصغر گوٹروی کا دیوان "کلیاتِ اصغر" یعنی نظامِ زندگی اور سرو زندگی۔
- غلام ربانی تاباں کا دیوان "ذوقِ سفر"۔
- مرزا اسد اللہ خاں غالب کا "دیوانِ غالب"۔
- جاں نثار اختر کا دیوان "پچھلے پہر"۔
- جگر مراد آبادی کے دیوان، خطہ طور، تخیلاتِ جگر، آتشِ گل، جذباتِ جگر اور لحاظِ طور۔ کل پانچ دیوان۔
- اکبر الہ آبادی کا "انتخابِ اکبر الہ آبادی"۔
- قاتی بدایونی کا دیوان "کلیاتِ قاتی"۔



● طاقا قبال کا دیوان "بانگ درا"

● انتخاب "نرائی کو رکھو دی"

● میر کھنوی کے کلام کا انتخاب "خزانہ"

● کلیل بدایونی کے دیوان در مختاریاں - مشہور عربی شہتاش در گینیاں۔

● جوش ملیح آبادی کا دیوان "شعلہ جہنم"

ذکورہ شعراء کے دیوانوں کے ایک ایک صفحے کو ہم نے الٹ پلٹ کر دیکھا کہ شاید ان کے کلام میں صنعت مستزاد میں دو چار اشعار پر مشتمل کوئی غزل پائی جائے لیکن غزل تو درکنار ان کے کلام میں اس صنعت میں ایک شعر بھی نہ ملا۔ یہاں غسوس ہوا کہ فی شاعری کی یہ صنعت بڑے نام میں رہ گئی ہے۔ لیکن تمام مشق و محنت، تمام الکلام، امام الشعراء، امام التصفا، امام الادب، امام الفضلاء، امام الحسن، حضرت رشاد علی نے اس صنعت کو بھی اُجاگر فرمایا ہے۔

حضرت رضا کے نقید دیوان حدائق بخشش میں ایک صنعت ۱۵ اشعار پر مبنی پائی جاتی ہے جس کے ہر شعر کے بعد ایک ذائقہ گوارا ہوا ہے۔ صنعت ذیل میں درج ہے۔

● حضرت رشاد علی علیہ الرحمۃ وارضوان فرماتے ہیں:-

■ وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہر تن کرم عطا

میں بیک مانگتے کی ترا آستان عطا۔ تجھے عہد عطا

اس شعر کو علم عروض کے ضوابط و قوانین سے صنعت شعراء کا ثابت کریں۔ صنعت

مستزاد کی شرط یہ ہے کہ جو ذائقہ گوارا ہوتا ہے، وہ اسی مصرع کے رکن اول اور رکن آخر کے

برابر ہوتا ہے۔ مذکورہ شعر میں دو مصرعے ہیں اور ہر مصرعہ رکن پر مشتمل ہے۔

● پہلا مصرع:- وہی رب ہے جس نے تجھ کو، ہر تن کرم عطا

رکن آخر ہے۔

رکن اول ہے۔

ان دونوں مکان کی تطبیق کریں:-



**■ رکن الاول:-** **عی رب ہے جس نے مجھ کو**

رکن کے حروف:- و ہ ی ج س ن ی ت ج ہ ک ہ

تعداد حروف:-  $\times + 2 + 2 + 2 + 2 + 2 + 2 + \times = 15$  حروف

کٹنے کے بعد:-  $2 + 2 + 2 + 2 + 2 + 2 + 1 = 13$  حروف

**■ رکن آخر:-** **ہم تن کرم بتایا**

ہم ہ - تن - ک - رم - پ - ن - ا - ی - ا

تعداد حروف = 3 2 2 2 5

پہلے مصرعہ کے رکن الاول اور رکن آخر دونوں کے حروف ۱۳ اور ۱۳ ہیں۔

**● دوسرا مصرعہ:-** **ہمیں بھیک مانگنے کو** اور **ترا آستان بتایا**

رکن اول ہے رکن آخر ہے

**■ رکن الاول:-** **ہمیں بھیک مانگنے کو**

رکن کے حروف:- ہ م ی ں ب ھ ی ک م ا ن گ ن ی ک ہ

تعداد حروف:-  $\times + 3 + 2 + 6 + \times = 15$  حروف

کٹنے کے بعد بقیہ حروف:-  $3 + 2 + 6 + 1 = 13$  حروف

**■ رکن آخر:-** **ترا آستان بتایا**

رکن کے حروف:- ت ر ا آ س ت ا ں ب ت ا ی ا

تعداد حروف:-  $3 + 5 + 5 = 13$  حروف

**● دایم گلو:-** **تجے حمد ہے خدا کا**

گلوے کے حروف:- ت ج ی ج م د ہ ی خ د ا ی ا

تعداد حروف = 3 3 2 5

مذکورہ قطعی کے حساب سے شعر کے دونوں مصرعوں کے رکن اول اور رکن آخر کے



۱۳ اور ۱۴ حروف ہیں اور ان ارکان کے حروف کی تعداد سے زائد گھڑے کے حروف کی تعداد بھی مساوی ہے۔ لہذا یہ شعر صنعت مستزاد کا ہونے میں علم عروض کی اصطلاح کے اصول و ضوابط پر پورا اترتا ہے۔ مذکورہ تقطیع میں شاعری کی کوہک ہو کہ پہلے مصرعہ کے رکن اول میں چارہ حروف ہیں، انھیں گات کر ان کی تعداد ۱۳ اور کس طرح ہوگی۔ اسی طرح دوسرے مصرعے کے رکن اول کے حروف چارہ سے تیرہ ہو گئے ہیں۔ دونوں ارکان سے حرف ”سی“ اور حرف ”والا“ گاتے گئے ہیں۔ یعنی علم عروض کی اصطلاح میں حذف کے گئے ہیں۔ اور یہ حذف کہ علم عروض کے ضوابط کے تحت ہے۔

■ تقطیع کے اصول و ضوابط کے قانون نمبر ۱۹ کو ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ ہماری واک جس سے پہلے حرف پر بمجول (ہلکا سا) پیش پازیر ہوں، اُسے ضرورتاً شعری کی بنا پر گرایا جاسکتا ہے۔ اور اسے تقطیع میں شمار نہیں کیا جاتا۔ خلافت، سوسو، کو، کو، بگوسا، کو، چا، کو، کو اور انھوں وغیرہ کی واک ضرورتاً گرائی جاسکتی ہے۔ (حوالہ:- ”طنین شاعری“ ص: ۱۰۷)۔ اخلاق حسین دہلوی، ص: ۱۴۵

■ تقطیع کے اصول و ضوابط کے قانون نمبر ۱۸ کو ملاحظہ فرمائیں:-

”وہ ہائے معروف و مجول جو ہماری الفاظ کے درمیان میں آتی ہے۔ وہ بھی گرائی جاسکتی ہے۔ خلا۔ ہیں۔ میں۔ کہیں۔ وہیں۔ ہمیں۔ کریں۔ سنیں۔ رہیں۔ نہیں۔ وغیرہ کی ہائے مجول و معروف گرائی جاسکتی ہے۔“ (حوالہ:- ”طنین شاعری“ ص: ۱۴۸)

مذکورہ قوانین کے تحت اس شعر کے دونوں مصرعوں کے دونوں رکن اول سے حرف ”سی“ اور حرف ”والا“ کو حذف کیا گیا ہے۔

مصحح مستزاد میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی یہ نعت شریف چارہ اشعار پر مشتمل ہے۔ نعت کے بعد ایک ذائقہ نگار ہے۔ خلا:-



تمہیں حاکم برایا، تمہیں قاسم عطایا  
تمہیں دافع بلا، تمہیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا  
بکی بولے سدرہ والے، چمن جہاں کے تھالے

بکی میں نے چھان ڈالے، ترے پایہ کا نہ پایا تجھے یک نے یک عطایا  
ہر شعر کو علم عروض کے ضوابط کے تحت تقطیع کریں گے تو وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو ہم نے  
ایک شعر کی تقطیع کر کے حاصل کیا ہے۔ نعت کا ہر شعر صنعت مستزاد پر کامل اترتا ہے۔ اردو  
ادب میں جہاں دیگر شعراء کے کلام میں اس صنعت کا قحط پڑا ہوا تھا، وہاں حضرت رضائے  
اپنے علم و فن کی بارش سے سرسبز ماحول قائم کر دیا۔ اردو ادب حضرت رضا کی ذات پر جتنا  
فخر کرے وہ کم ہے۔ آپ نے ایسی کئی صنعتیں میں اپنی قادر الکلامی شہرہ فرمائی ہے۔

■ قاری زبان میں صنعت مستزاد کی سات رباعیات حضرت رضا کے کلام میں پائی  
جاتی ہیں۔ ان تمام رباعیات میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ ہر مصرعہ کے بعد ایک  
زائد کھلا لگایا گیا ہے۔ اردو میں صنعت مستزاد میں آپ کی نعت شریف میں ہر شعر  
کے بعد یعنی کہ ہر دو مصرعوں کے بعد زائد کھلا لگایا گیا ہے۔ جب کہ قاری کی آپ  
کی ساتوں رباعیات میں ہر مصرعے کے بعد ایک زائد کھلا لگایا گیا ہے۔ ایک  
رباعی بلور مثال پیش خدمت ہے۔

● حضرت رضا فرماتے ہیں:-

حماک یا مفضل عبدالقادر - یا لذا الافضل  
یا منعم یا مجمل عبدالقادر - انت المتفضل  
مولائے بزم معش با لحد علیہ - من دون سوال  
اشق و احب سائل عبدالقادر - جُد بلا مل

حضرت رضا بریلوی دیگر شعراء کے مقابلے میں یقیناً اہم فن کے تاجدار کی حیثیت  
دیکھتے ہیں۔ آپ نے فن شاعری کی بہت سی صنعتیں کی لاخوری دور فرما کر اسے توانائی بخشی  
ہے۔ حضرت رضا جیسا سخن ور ماضی میں بہت دور تک نظر نہیں آتا اور نہ ہی مستقبل میں بہت



دور تک نظر آئے گا۔ آپ کا ایک کمال یہ ہے کہ آپ ایک ساتھ کئی صنعت کو جمع کر دیتے ہیں اور اس صنعت میں جو شعر نظم فرماتے ہیں وہ شعر بے مثل و مثال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر صنعت مستزاد میں آپ کی اردو صنعت میں آپ نے صنعت مستزاد کے ساتھ ساتھ تجنیس کمال، تلمیح، جمال، عارفانہ، مسط، استعارہ، اقتباس وغیرہ کا استعمال فرما کر کوزے میں سمندر سمودیا ہے۔

## (۲۴) "صَنَعَتِ لَفٌ وَنَشْرٌ"

علم و بیان کی اصطلاح میں وہ صنعت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کریں۔ پھر چھ اور چیزیں بیان کریں، جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں، مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے مل جائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۱۱۵)۔ یعنی متعدد اشیاء کا تفصیلاً یا اجمالاً ذکر کیا جائے۔ پھر ان میں سے ہر ہر شے کے لئے ایک مناسب بات بغیر تھکن کے لائی جائے اور شاعر اپنی طرف سے طے نہ کر سکے کہ فلاں معنی فلاں چیز کے لئے مناسب ہیں۔

[ Twisting and scattering prose ]

فن شاعری کی یہ صنعت بہت ہی آسان صنعت ہے لہذا اردو ادب کے تمام شعراء کے کلام میں اس صنعت کی مثال کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ اس صنعت میں شعر کہنا کوئی مشکل یا دشوار امر نہیں۔ اسی وجہ سے تمام شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے۔

● مردانہ لب کا شعر ہے۔ حیراں ہوں، دل کو روؤں کہ بیٹوں جگر کو میں

مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

اس شعر میں حیراں، رونا، بیٹا، نوحہ گر، جگر وغیرہ کا یکے بعد دیگرے ذکر کیا گیا ہے۔

ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

● امن کوڑھی کا شعر ہے۔ کس قدر پر کیف ہے ٹوٹے ہوئے دل کی صدا

اصل نثر ایک آواز شکست ساز ہے



اس شعر میں پر کیف کے بعد نغمہ اور ٹوٹے دل کی صدا کے بعد آواز گلست ساز کا ذکر ہے۔

● چکر مر لیا ہوا کا شعر ہے۔ عشق میں کیا لالہ دگل کیا چمن کیا قفس

میں خود ہی اپنا گلستاں ہوں خود ہی اپنا قفس

اس شعر میں لالہ دگل بہمن کا ذکر کرنے کے بعد گلستاں اور قفس کا ذکر کیا گیا ہے۔

● گل بہمن کا شعر ہے۔ گل بھی نے تو کوشش کر ڈالی سونی ہو چمن کی ہر ڈالی

کاشتوں نے مبارک کام کیا، پھولوں کی حفاظت کر بیٹھے

اس شعر میں گل بھی، چمن، ڈالی کا ذکر کرنے کے بعد منسوب الیہ سے نسبت رکھنے

والے پھول اور کاشتوں کا ذکر ہے۔

● نظارہ ہلی جہاں کا شعر ہے۔ نظارے اور بھی ہیں عارضِ دجیں کے سوا

اٹھاؤ سر کہ ذرا دور تک نظر جائے

نظارہ، عارض اور جہاں کے ذکر کے بعد سر اور نظر کا ذکر ہے اور ان میں منسوب الیہ

سے مناسبت ہے۔

● آگے بہمنی کا شعر ہے۔ شمع و پروانہ بزمِ احدی ہوں قاتی

عاشق و جلوہ معشوق سراپا میں ہوں

اس شعر میں پہلے شمع، پروانہ اور بزم کا ذکر ہے جن میں نسبت ہے۔ پھر عاشق، جلوہ

اور معشوق کا ذکر کیا گیا ہے۔ ہر ایک کی نسبت منسوب الیہ سے ملتی ہے۔

اردو ادب کے صفِ اول کے کچھ شعراء کے اشعار مندرجہ بالا مثال میں پیش کئے گئے

ہیں۔ ان اشعار کے معانی سے قارئین کرام کو صنعتِ لفظ و تشریح کرنے میں آسانی ہوگی۔ ان

اشعار کے مقابلے میں جب ہم حضرت رخصا بریلوی کے اشعار دیکھیں گے، تو ہم دھوے کے



ساتھ کہتے ہیں کہ حضرت رضا کے اشعار کا معیار بہت ہی بلند و اعلیٰ ہے۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت لفظ و شعر کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ ان تمام اشعار کو الگ چھانٹ کر شہر کرنا بہت ہی مشکل امر ہے۔ لہذا ہم چند اشعار ناظرین کی مرحمت طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) نبوی خور، علوی کوہ، جہول معدن

حسنی فعل، حسینی ہے تجھلا تیرا

اس شعر میں پہلے خور، کوہ اور معدن کا ذکر ہے۔ پھر بعد میں فعل اور تجھلا کا ذکر ہے جو اول الذکر سے نسبت رکھتی ہیں۔ خور اور تجھلا میں اور اسی طرح معدن اور فعل میں منسوب کو منسوب الیہ سے نسبت ہے۔

(۲) گیت کلیوں کی چمک، غزلیں ہزاروں کی چمک

باغ کے سازوں میں بجا ہے ترانا تیرا

اس شعر میں پہلے گیت کا اور بعد میں ترانا کا، کلیوں کے بعد چمک، ہزاروں یعنی بلبلیں کے بعد چمک، ساز کے بعد بجا کا ذکر ہے۔ اب کچھ اشعار رواں رواں ملاحظہ فرمائیں:-

(۳) یہاں چمڑ کا نمک، واں مرہم کا نور ہاتھ آیا

دل زخمی، نمک پروردہ ہے کس کی ملاحات کا

(۴) یاورِ رخ میں آہیں کر کے بن میں میں رویا آئی بہار

جھوٹ میں نسیمیں، نیساں برسا، کلیاں چمکیں مکی شاخ

(۵) دو قبر، دو سچے خور، دو ستارے، دس ہلال

ان کے کوئے چنے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

(۶) ہیں چرو تخت سایہ دیوار و خاک در



شاہوں کو کب نصیب یہ دج کز و فر کی ہے  
(۷) دہن کی خوشبو سے مست کپڑے، نسیم گستاخ آنچلوں سے

غلاف مٹکیں جو اڑ رہا تھا، غزال ٹائے بار ہے تھے  
(۸) مٹک سا زلف رش و نور فشاں روئے حضور

اللہ اللہ طلب جیب و تار دامن  
(۹) یہ شمس و قمر، یہ شام و صبح، یہ برگ و شجر، یہ بارغ و ثمر

یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لئے  
(۱۰) یہ مباسک، وہ کلی چمک، یہ زباں چمک، لب جو چمک

یہ مہک جھلک، یہ چمک دک، سب ہی کدم کی بہار ہے

کارمین کرام حضرت رضا بریلوی کے اشعار اور دیگر شعراء اردو ادب کا بنظر عمیق تقابلی جائزہ لیں۔ حضرت رضا کے اشعار میں بیان کی سلاست، جذبات عشق کی شدت و صداقت، زبان کی شیرینی، محبت کی سرستی میں فرزانہ روی، شستہ رواں اور سلیس جملہ بندی اور الفاظی جدت و ندرت کا جوانو کھاپن پایا جاتا ہے، وہ دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

## (۲۵) "صَنَعَتِ تَضْمِینُ"

فن شاعری کی اصطلاح میں وہ صنعت کہ شاعر کسی دوسرے شاعر کے مشہور اشعار پر مصرعہ یا بند لگائے۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۳)

[ Inserting the verses of another in one's own poem ]

صنعت تضمین کا بھی ایک عجیب معاملہ ہے۔ اردو ادب کے صف اول کے مشہور اور معروف شعراء کے کلام میں تضمین بنائے نام عی ہے، جب کہ غیر مشہور اور نئے نئے (Junior) شعراء کے کلام میں صنعت تضمین کی غزلیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اس کی



ایک وجہ یہ ہے کہ غیر مشہور شاعر کسی مشہور شاعر کی کسی مشہور تخلیق پر اس غرض سے تفسیر لکھتا ہے کہ اس مشہور کلام کی وجہ سے اپنا کلام بھی شہرت حاصل کرے۔ یعنی ”نام بھروسہ کا کھائیں مجاور“ والی مثل پر عمل کرنا۔ صف اول کے شعراء نے کسی دوسرے کے کلام پر تفسیر نہیں لکھی اس کی وجہ شاید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس کے کلام پر تفسیر لکھی جاتی ہے اس کے کلام کی اہمیت تفسیر لکھنے والے کے کلام سے زیادہ ہوتی ہے۔ کسی کے کلام پر تفسیر لکھنا در پردہ اس کے کلام کی فوقیت کا اعتراف کرنے کے مترادف ہے۔ یعنی اس کے کلام کو مقبول اور خود کے کلام کو صالح تسلیم کرنے کا اقرار کرنا ہے، اور در پردہ ایسا اقرار کرنا صف اول کے شعراء نے اپنی شان اور معیار کے خلاف جان کر تفسیر کو متروک کر دیا ہو۔ اس ترک کے پس پردہ خود ستائی، خود پسندی اور انانیت کا جذبہ کارگر ہوا یا لگتا ہے۔ البتہ قافی بدایونی کے کلام میں امیر مینائی کے نوا شعراء کی غزل پر تفسیر پائی جاتی ہے۔ راقم الحروف نے ○ مرزا غالب ○ جگر مراد آبادی ○ گلعل بدایونی ○ جوش ملیح آبادی ○ امیر کوٹلوی ○ غلام ربانی تاباں ○ فیض احمد فیض وغیرہ کے دیوان کی اوراق گردانی کی لیکن صنعت تفسیر سے ان کے کلام کو محروم پایا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ الرضوان اپنے دور کے امام الشعراء اور مقتدا الشعراء ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے آپ کو شاعر نہ کہتے تھے اور نہ سمجھتے تھے۔ آپ کبھی بھی اپنی قادر الکلامی پر اترا تے نہ تھے۔ خود ستائی، انانیت اور خود بینی سے آپ کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ آپ رشک عتادل اور بے مثال فصیح و ادیب ہونے کے باوجود سراپا مجر و انکسار تھے۔ تواضع کے پیکر جمیل تھے۔ آپ اپنی علمی وجاہت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے تھے بلکہ اپنی تلخ مدانی کا اعتراف کرتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ:-

کس منہ سے کہوں رشک عتادل ہوں میں

شاعر ہوں، فصیح بے مائل ہوں میں

تھا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو

ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کامل ہوں میں



حضرت رضا یریلوی نے کسی دوسرے کے کلام پر تفسین لکھنے میں چھوٹا پن محسوس نہیں کیا۔ آپ کے کلام میں صنعت تفسین میں تین نعتیں پائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک نعت وہ ہے جو آپ نے خود اپنے ہی کلام پر تفسین لکھی ہے۔ اس کا ایک بند پیش خدمت ہے۔

● حضرت رضا یریلوی فرماتے ہیں:-

کچھ تو جلوہ نظر آیا مرے اشکوں پر + تارے ٹوٹے ہیں مگر رنگ شفق سے مل کر  
لعل میں آب گہر شیشہ سے میں اختر + پانی میں آتش تر، شعلہ میں آب کوڑ  
دل سوزاں نے کیا خون کا دریا ہو کر

مذکورہ بند میں کل پانچ مصرعے ہیں۔ جن میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ تفسین ہیں۔  
چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل کلام ہے، جس پر تفسین کی گئی ہے۔

● حضرت قاسم کی دو نعتوں پر حضرت رضا کی تفسین:-

حضرت قاسم کی سولہ اشعار پر مشتمل ایک نعت پر حضرت رضا یریلوی علیہ الرحمۃ  
والرضوان نے تفسین لکھ فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع (پہلا شعر) اور مقطع (آخری  
شعر) ملاحظہ ہو۔

مطلع:- دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا  
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا  
مقطع:- حشر کے روز اٹھے شور عجب کیا قاسم  
قبر سے دیکھو وہ مداح عبیر نکلا

تفسین کے بعد مذکورہ مطلع اور مقطع کی صورت حسب ذیل ہے۔

مطلع:- شعلہ شوق نئی سینہ سے باہر نکلا + عمر بجز منہ سے مرے وصف عبیر نکلا  
سازگار ایسا بھلا کس کا مقدر نکلا + دم مرا صاحب لولاک کے در پر نکلا  
اب تو ارمان ترا اے دل مضطر نکلا

مقطع:- ہے رضا گرچہ یہ کار سراپا قاسم + نعت احمد ہے مگر اس کا دیکھہ قاسم



ایک مصرعہ بھی گرا آکا کو خوش آیا قاسم + حشر کے روز اٹھے شہد مجب کیا قاسم  
قبر سے دیکھو وہ دماغ و کبر نکلا

ذکرہ نصیین کے مطلع اور مطلع میں پہلے تین مصرعے حضرت رضائے نصیین میں نظم  
فرمائے ہیں۔ آخر کے دو مصرعے اصل نعت کے ہیں۔ اسی ترتیب سے نعت کے سولہ اشعار  
پر حضرت رضائے قافیہ، بحر اور مضمون کی رعایت و موافقت کے ساتھ نصیین فرمائی ہے۔ یہ  
نعت شریف ”حداائق بخشش“ حصہ سوم، صفحہ ۱۶ پر درج ہے۔

● حضرت قاسم کی ایک دوسری نعت کہ وہ بھی سولہ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت پر بھی  
حضرت رضائے قافیہ نے نصیین فرمائی ہے۔ پہلے اس نعت کا مطلع اور مطلع ملا خطہ فرمائیں:-

مطلع:- حسرت ہے یا الہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لیکر دہن سے نکلے

مطلع:- وہ دن بھی ہو الہی جو صورت شہیدی

حضرت کی جنتو میں قاسم وطن سے نکلے

نصیین کے بعد ذکرہ مطلع اور مطلع حریں ہو کر حسب ذیل صورت اختیار کئے  
ہوئے ہیں:-

مطلع:- لے نکاش شانِ رحمت میرے کنن سے نکلے + جہاں ہو شکل کی صورت بدن سے نکلے

ارماں قلیل نام شاہِ دہن سے نکلے + حسرت ہے یا الہی جب جان تن سے نکلے

نکلے تو نام اقدس لے کر دہن سے نکلے

مطلع:- لاکھوں ہیں سینہ بربیاں گلِ رضاؤ کاآئی + انجامِ کار سب نے اپنی مراد پائی

دشتِ طلب میں ہو کر آوارہ کھو گئے گی + وہ دن بھی ہو الہی جو صورت شہیدی

حضرت کی جنتو میں قاسم وطن سے نکلے

ذکرہ نصیین کے مطلع و مطلع میں پہلا، دوسرا اور تیسرا مصرعہ حضرت رضائے نصیین

فرمودہ ہے۔ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اصل نعت سے ہے۔ یہ نعت شریف ”حداائق بخشش“

حصہ ۴، صفحہ ۲۶ پر درج ہے۔



## (۲۶) "صَنَعَتِ تَشْبِيبُ"

قصیدے کی ابتداء میں عاشقانہ مضامین نظم کرنا۔ (فیروز اللغات، صفحہ ۳۶۱)

[ Love song, Talking of adolescence ]

اس صنعت میں شعراء اردو ادب نے عشق مجازی میں طرح طرح کے عاشقانہ اشعار کہے ہیں۔ حضرت رخصت علیہ الرحمۃ والرضوان کے زمانہ تک اس صنعت کیلئے ایسا نظریہ قائم تھا کہ اس صنعت کا استعمال صرف عشق مجازی میں ہی ہو سکتا ہے۔ عشق حقیقی میں اس صنعت کا استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عشق مجازی میں محبوبہ کی رنگینی حسن اور محبوبہ کے اٹھتے ہوئے شہاب کی بہار کا ذکر کر کے اشعار میں رحمتی اور رنگینی پیدا کرنے کے لئے عاشقانہ مزاج کا اظہار کرنے کے لئے یہ صنعت حصین کی گئی ہے۔ اردو ادب کے کمزری اور صغریٰ تمام طبقے کے شعراء نے اس صنعت میں طبع آزمائی کی ہے لیکن تمام کے تمام محبوبہ کے سراپا کا سیر نظر آتے ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ اکثر نے وہی اور دواچی طرز ہی اختیار کیا ہے۔ مثلاً:-

● جناب آئی بدایونی کا قصیدہ ہے:-

- (۱) سنے ہیں گلشن میں پھر فصل بہار آنے کو ہے
- پھر ہزار انداز سے بانگ ہزار آنے کو ہے
- (۲) پھر نئی کلیاں گلابی رنگ کی کھلنے کو ہیں
- آنکھ ہے زکس کی پھر ہلکا خمار آنے کو ہے
- (۳) پھر کریں گی ٹریاں گلشن میں کو کو ہر طرف
- پھر نئی دھن پہ نرد جو بہار آنے کو ہے
- (۴) پھر کسی کے لب سے مل جائے گا رنگ رنگ گل
- پھر مچھلی کی مہک سے بوئے چار آنے کو ہے



مذکورہ اشعار میں شاعر نے ماحول کی سطر کشی کرتے ہوئے عاشقانہ مضامین نظم کئے ہیں۔

### ● جوش ملیح آبادی کے اشعار۔

(۱) نظر جھکائے عروسِ فطرت، جبیں سے زلفیں ہٹا رہی ہے

سحر کا تارا ہے ڈنڈے میں، افق کی لوتھر تھرا رہی ہے

(۲) روشِ روشِ غمِ طرب ہے، چمن چمن جشنِ رنگِ دیو ہے

طیور شاخوں پہ ہیں غزل خواں، کلی کلی سنگتِ رعی ہے

(۳) ستارہ صبح کی رسی جھپکتی آنکھوں میں ہیں لسانے

تارِ مہتاب کی ٹٹلی نگاہِ جادو جگا رہی ہے

(۴) کلی پہ بیٹے کی کس ادا سے، پڑا ہے شبنم کا ایک موتی

نہیں، یہ ہیرے کی کیل پہنے، کوئی پری مسکرا رہی ہے

مذکورہ اشعار شاعر کی عاشق حراچی کی شاعری کر رہے ہیں۔ اردو ادب کے کلام کے

معائنہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعتِ تہذیبِ عشقِ مجازی کا طرہ امتیاز بن کر رہ گئی تھی۔ اس

صنعت میں عشقِ حقیقی میں اشعار کہنا محال سمجھا جاتا تھا لیکن حضرت رضاؑ نے اس محال امر کو

ممکن بنا دیا اور اہل ادب و اہل فن کو بتا دیا کہ اس صنعت میں عشقِ حقیقی میں بھی اشعار کہے

جاسکتے ہیں۔ صرف اشعار ہی نہیں کہے جاسکتے بلکہ عشق و محبت کے شاداب پھول بھی کھلائے

جاسکتے ہیں۔ محبت رسول کی پاکیزہ رنگت، عشقِ نبی کی سحری رعنائی اور والہانہ عقیدت کے

سنجیدہ جوش و لا کے رنگِ برنگ اور چمکتے گلوں سے فضا کو معطر اور رنگین بنایا جاسکتا ہے۔

اشعار کی رنگینی کا ٹھیکہ صرف عشقِ مجازی نے نہیں لے رکھا ہے بلکہ عشقِ حقیقی کے اشعار میں

وہ لالی اور سرخی پیدا کی جاسکتی ہے کہ عشقِ مجازی کا چہرہ اس کے سامنے زرد ہو جائے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ان کے عشق

کی صداقت کا اس بات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ساتھ بے پناہ عشق و محبت کرنے کے ساتھ ساتھ ہر اس چیز اور امر سے والہانہ عقیدت رکھتے



تھے جس کو آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت ہو۔ ماہ ربیع الاول شریف میں محبوب خالق کائنات اور باعث تخلیق کائنات، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں بظاہر تشریف لائے اور اسی ماہ میں آپ نے ظاہری نظروں سے پردہ فرمایا۔ لہذا ماہ ربیع الاول شریف کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص نسبت ہے۔ اسی نسبت کی وجہ سے امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی ماہ ربیع الاول شریف سے دارگی کے درجے میں محبت کرتے ہوئے اس ماہ مبارک کا عایت درجہ ادب و احترام اور تعظیم و حرمت بجالاتے تھے۔ اس ماہ کی آمد پر آپ بھل جاتے تھے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیف و سرور میں جھوم اٹھتے تھے۔ اس ماہ کا ہر دن آپ کے لئے عید کا دن تھا۔ ہر لمحہ آپ سرور و شادمانی محسوس کرتے تھے۔ روزانہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ محفل نعت کا انعقاد و اہتمام اپنے دولت کدہ میں فرماتے۔ ماہ ربیع الاول شریف کی بہار کی آمد کی خوشی اور طرب میں آپ نے بطرز تشبیب ایک قصیدہ نظم فرمایا ہے۔ اس قصیدے کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

### ● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

- (۱) اودی اودی بدلیاں گمرنے لگیں  
منھی منھی بوندیاں بدسا چلیں
- (۲) جھومتی آئیں نسیمیں نرم نرم  
پتی پتی ڈالیاں لچکا چلیں
- (۳) دل بکھلے کانوں میں رس پڑنے لگے  
خوشنوا چڑیاں ترانے کا چلیں
- (۴) تانوں کی بیڑوں میں پھر لہرا بجا  
گیسوؤں کی ٹانگیں لہرا چلیں



(۵) پھر اٹھا پودوں کے جو بن میں اوبھار

منہ منہ کوئیں ہر چلیں

(۶) پھول مے غنچے چکے گل کھلے

نو بہاریں جا بجا اٹھلا چلیں

(۷) بجرے چھوٹے کشتیاں پڑنے لگیں

نہریں لہروں کے مرے دکھلا چلیں

ایک عاشق صادق کے عشق کے پاکیزہ تصورات کو داد و تحسین دیں کہ جو عاشق اپنے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے مہینے کی محبت میں مذکورہ جذبات عشق و محبت کا حامل ہو، اس کے عشق رسول کے جذبات کا کیا عالم ہوگا۔ مذکورہ قصیدہ ”حداائق بخشش“ حصہ ۳، صفحہ ۵۰ پر درج ہے۔



## (۲۷) "قَصِيدَہ مَرَصَعَہ"

وہ قصیدہ جو مطلع یا حسن مطلع کے بعد کم از کم اٹھائیس اشعار پر اس طرح مشتمل ہو کہ ہر شعر کے پہلے مصرعہ کے آخر میں حروف تہجی کا بالترتیب ایک حرف آئے اور حرف "الف" سے بالترتیب شروع ہو کر حرف "ی" پر ختم ہو۔

[ Rhyming long ode consisting of minimum 28 proses in which first hemistich of each prose ends in alphabetical order ]

○ حضرت رضا علیہ السلام کی کا قصیدہ مصرعہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

شعر نمبر	پہلا مصرعہ	پہلے مصرعے آخر آئے والا حرف	دوسرا مصرعہ
مطلع	کعب کے بدر المعنی تم پہ کروڑوں درود	---	طیبہ کے شمس المعنی تم پہ کروڑوں درود
حسن مطلع	شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود	---	واقع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
" "	جان دل امنیا تم پہ کروڑوں درود	---	آب و گل انبیاء تم پہ کروڑوں درود
۱	اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو ہلا	الف	جب نہ خدای چھپا تم پہ کروڑوں درود
۲	ذات ہوئی انتخاب وصف ہوئے لا جواب	ب	نام ہوا مصطفیٰ تم پہ کروڑوں درود
۳	تم سے جہاں کی حیات تم سے جہاں کا ثبات	ت	اصل سے ہے غل بندھا تم پہ کروڑوں درود
۴	تم ہو حلیف و مفیث کیا ہے وہ دشمن غیث	ث	تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود
۵	وہ شب معراج راج وہ صف محشر کا تاج	ج	کوئی بھی ایسا ہوا تم پہ کروڑوں درود
۶	جان و جہان سک، داد کہ دل ہے جرت	ح	بعضیں چھٹیں دم چلا تم پہ کروڑوں درود
۷	اُف وہ رو سٹکلاخ آہ یہ پا شاخ شاخ	خ	اے مرے مشکل کشا تم پہ کروڑوں درود
۸	تم سے کھلا باب جو تم سے ہے سب کا وجود	د	تم سے ہے سب کی بقا تم پہ کروڑوں درود



۹	خشت ہوں اور تم سزا دیتے ہوں اور تم ملاؤ	آگے جوش کی رضا تم پہ کروڑوں درود
۱۰	کرچہ ہیں یہ حد قصود تم ہو جو وغیرہ	خوش ہو جو مخطا تم پہ کروڑوں درود
۱۱	بے خبر و بے خبر کسی کو ہوسے ہیں مزین	ایک تمہارے سوا تم پہ کروڑوں درود
۱۲	آں ہے کوئی نہ پاس ایک تمہاری ہے پاس	کس ہے بھی آسرا تم پہ کروڑوں درود
۱۳	خادم اعلیٰ کا مرض جس تک پا کا ہے مرض	آنکھوں پہ دکھ دوڑا تم پہ کروڑوں درود
۱۴	کہنے کو ہیں ماسو خاص ایک تمہیں ہو خاص	بند سے کر دورا تم پہ کروڑوں درود
۱۵	تم ہو شگائے مرض خلق خدا خود مرض	خلق کی حاجت بھی کیا تم پہ کروڑوں درود
۱۶	آہ وہ رادہ صراط بندوں کی تھی پناہ	خدا سے دعا تم پہ کروڑوں درود
۱۷	بے ادب وہ لٹا کرتا سا کچھ حیا	محو پہ بھولا رہا تم پہ کروڑوں درود
۱۸	لو تہ دامن کشچ ہوگوں میں سے روز قیامت	آنکھوں سے حشر اٹھا تم پہ کروڑوں درود
۱۹	سینہ کہ ہے دل لٹا کھدو کرے اٹھا لٹا	طیب سے آکر جا تم پہ کروڑوں درود
۲۰	گیسو وقد لام الف کردو بے حشر	کاکے سے تعلق لا تم پہ کروڑوں درود
۲۱	تم نے برنگ خلق جیب جہاں کر کے شق	تور کا تڑکا کیا تم پہ کروڑوں درود
۲۲	نوبت در ہیں ملک خادم وہ ہیں ملک	تم ہو جہاں بادشاہ تم پہ کروڑوں درود
۲۳	خلق تمہاری جیل خلق تمہارا جیل	خلق تمہاری کیا تم پہ کروڑوں درود
۲۴	خلق کے حاکم ہو تم رزق کے حاکم ہو تم	تم سے ملا جو ملا تم پہ کروڑوں درود
۲۵	بر سے کرم کی بھری پھولیں تم کے چمن	ملکی چلا دو ہوا تم پہ کروڑوں درود
۲۶	اپنے خطا واروں کو اپنے ہی طائن میں لو	کون کرے یہ خطا تم پہ کروڑوں درود
۲۷	کر کے تمہارے گناہ، مانگیں تمہاری پناہ	تم کو دامن میں آ تم پہ کروڑوں درود
۲۸	کام وہ لے لےجے تم کو جو راضی کرے	ایک ہو نام رضا تم پہ کروڑوں درود

مندرجہ بالا کروڑوں درود والا حضرت رضا کا قصیدہ مرصعہ ملاحظہ فرما کر ناظرین یقیناً



مطلوبہ ہوئے ہوں گے۔ اردو ادب میں کسی بھی شاعر نے ایسا قصیدہ باعجاز غزل نہیں کہا۔  
 مذکورہ قصیدہ ہم نے اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ یہ قصیدہ کل ۵۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ ہم  
 نے صرف ۳۱ اشعار اس طرح کے پیش کئے ہیں کہ ہر شعر کے مصرعہ اول میں حروف تہجی کا  
 ایک حرف بالترتیب آتا ہے۔ اس طرح حرف ”الف“ سے شروع ہو کر حرف ”ی“ پر ختم ہوا  
 ہے۔ گارنٹی کرام کو حیرت ہوگی کہ دنیا کے اردو ادب کے نامور اور صرف اول کے شعرا اس  
 صنعت میں ایک ایک حرف کی مثال میں صرف ایک ایک شعر پر مشتمل قصیدہ مرتب کرنے  
 سے عاجز اور کمر رہے ہیں، لیکن حضرت رخصانے ایک حرف کی مثال میں کئی اشعار نظم  
 فرمائے ہیں۔

اس قصیدہ میں ایک مطلع اور دو حسن مطلع ہیں۔ ہر حرف تہجی کو ہر شعر کے پہلے مصرعہ  
 میں بالترتیب لایا گیا ہے لیکن حضرت رخصانے صرف ایک ایک شعر پر اکتفا نہ کرتے ہوئے  
 ایک سے زائد اشعار نظم فرمائے ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

○	_____	کی مثال میں	— [۴] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۲] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۲] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۲] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۲] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۵] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۷] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۶] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۳] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۲] —	اشعار۔
○	_____	کی مثال میں	— [۳] —	اشعار۔



ہم نے اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے مذکورہ حروف کے صرف ایک ایک شعر ہی پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ قصیدہ صنعت مرصعہ کے قوانین اور ضوابط کو کامل طور پر نہیں بلکہ اکمل طور سے بھی زیادہ پورا کر رہا ہے۔ جہاں کم از کم ایک شعر کا ہونا لازمی ہے وہاں آپ نے چار، پانچ، چھ اور سات کی تعداد میں اشعار فرما کر ادب کی دنیا میں اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضائے دیکر کئی صنعت بھی شامل فرمائی ہیں۔ مثلاً صنعت حسن تعلیل، صنعت استعارہ، صنعت تلمیح، صنعت تلمیح، صنعت اقتباس، صنعت تجنیس کامل، صنعت تجنیس ناقص، صنعت لف و ثمر وغیرہ۔ ان تمام کی وضاحت کرنا یہاں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ حضرت رضا کا یہ نعتیہ قصیدہ لا جواب ہے، بے مثل ہے، بے نظیر ہے۔ اس قصیدے پر ادب اور اعلیٰ ادب کو بھی ناز ہے۔ فنِ ادب کی بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ حضور اللہ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ارفع و اعلیٰ کا جس والہانہ کیفیت سے بیان کیا گیا ہے، اس کی مثال شاید نہیں بلکہ یقیناً دیگر شعراء کے کلام میں ڈھونڈنے نہ پائی جائے گی۔

## (۲۸) "صَنَعَتْ تَنْسِيقُ الصِّفَاتِ"

کسی کا تذکرہ بہت سی صفات کے ساتھ کرنا۔ پھر چاہے وہ تعریف میں ہو یا مذمت میں ہو۔

[ Arranged praloo ]

اردو ادب کے شعراء نے عشقِ مجازی میں اپنی محبوبہ اور معشوقہ کے حسن و جمال، شباب و نکھار اور جوانی و بائکپن کی تعریف میں بہت گل کھلائے ہیں۔ مثلاً:-

● عرشِ مہمانی کا شعر ہے :- بلا ہے، قہر ہے، آفت ہے، کشہ ہے، قیامت کا

حسینوں کی جوانی کو جوانی کون کہتا ہے؟



○ نوح ناری کا شعر ہے:-  
ادا آئی، جفا آئی، غرور آیا، حجاب آیا  
ہزاروں آفتیں لے کر حسینوں کا شباب آیا

○ کلیں بہاؤنی کا شعر ہے:-  
فصل گل، رنگ چمن، دور خزاں، حسن بہار  
مختلف نام ہیں ساقی میرے چکانوں کے

○ مرزا غالب کا شعر ہے:-  
حسن بے پروا خریدار متاع جلوہ ہے  
آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہے

○ کلیں بہاؤنی کا شعر ہے:-  
جمال بے حجاب تھا کہ جلوہ تھا حجاب کا  
کلم برق طور تھی کہ مار تھا نقاب کا

○ چکر مرانا ناری کا شعر ہے:-  
تجاہل، تغافل، تبسم، ظلم  
یہاں تک تو پیونچے وہ مجبور ہو کر

○ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:-  
وہ کلی چنگی، وہ برسا رنگ، وہ پھوٹی کرن  
ہنس کے وہ انگڑائی لی دیا نے بنے کے لئے

○ امین گڑوی کا شعر ہے:-  
روز روشن یا شب مہتاب یا صبح چمن  
ہم جہاں سے چاہتے، وہ روئے دنیا دیکھتے



منفرد تسبیح الصفات کی مثال میں کارکنین نے اردو ادب کے مشہور شعراء کے اشعار ملاحظہ فرمائے۔ آپ حضرت رضا بریلوی کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

● حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:-

(۱) وہی نور حق، وہی عل رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب  
نہیں ان کی ملک میں آسمان کہ زمین نہیں کہ : ماں نہیں  
اس شعر میں حضرت رضائے اپنے آکا دہلوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کئی صفات کا ذکر کیا ہے۔ خلا نور حق، عل رب، انہیں سے سب، انہیں کا سب، آسمان ملک، زمین ملک، زمان ملک۔

(۲) تو ہے خورشید رسالت پیارے، چھپ گئے تیری خیا میں تارے  
انہیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں  
اس شعر میں خورشید رسالت، تیری خیا، تاروں کا چھپنا، انہیاء کا نور لینا، ماہ پاروں کا تجھ سے نور لینا وغیرہ الفاظ کا استعمال کر کے شعر کو صنعت تسبیح الصفات سے مزین کیا گیا ہے۔

(۳) وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا  
رؤف رحیم ولیم دلی ہے  
اس شعر میں ● نامی (نام والا) ● نام خدا نام تیرا ● رؤف ● رحیم ● ولیم اور علی کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

(۴) شانی و ثانی ہو تم، کافی د وانی ہو تم  
درد کو کر دو دوا، تم پہ کروڑوں درود  
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ● شانی یعنی شفا دینے والے ● ثانی یعنی مرض اور بیماری کو روکنے والے ● کافی یعنی مکمل



● دانی یعنی قلم ● درد کو دوا کرنا بطور صفت عالیہ کے بیان کیا ہے۔

(۵) اے مغیث، اے غوث، اے غیث، اے غیاث نشأتین  
اے غنی، اے مفتی، اے صاحب حیا امداد کن  
اس شعر میں ● مغیث ● غوث ● غیث ● غیاث ● غنی ● مفتی ● صاحب حیا کا  
استعمال بطور صنعت اور مدح مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر کیا گیا ہے۔

(۶) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل  
حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے  
اس شعر میں ● اصالت کل یعنی کائنات کی اصلیت یعنی باعث تخلیق ● امامت کل  
● سیادت کل ● امارت کل یعنی سرداری، دولت مندی ● حکومت کل اور ● ولایت کل  
کے اوصاف کا ایک نہایت ہی دل کش انداز میں استعمال کیا گیا ہے۔

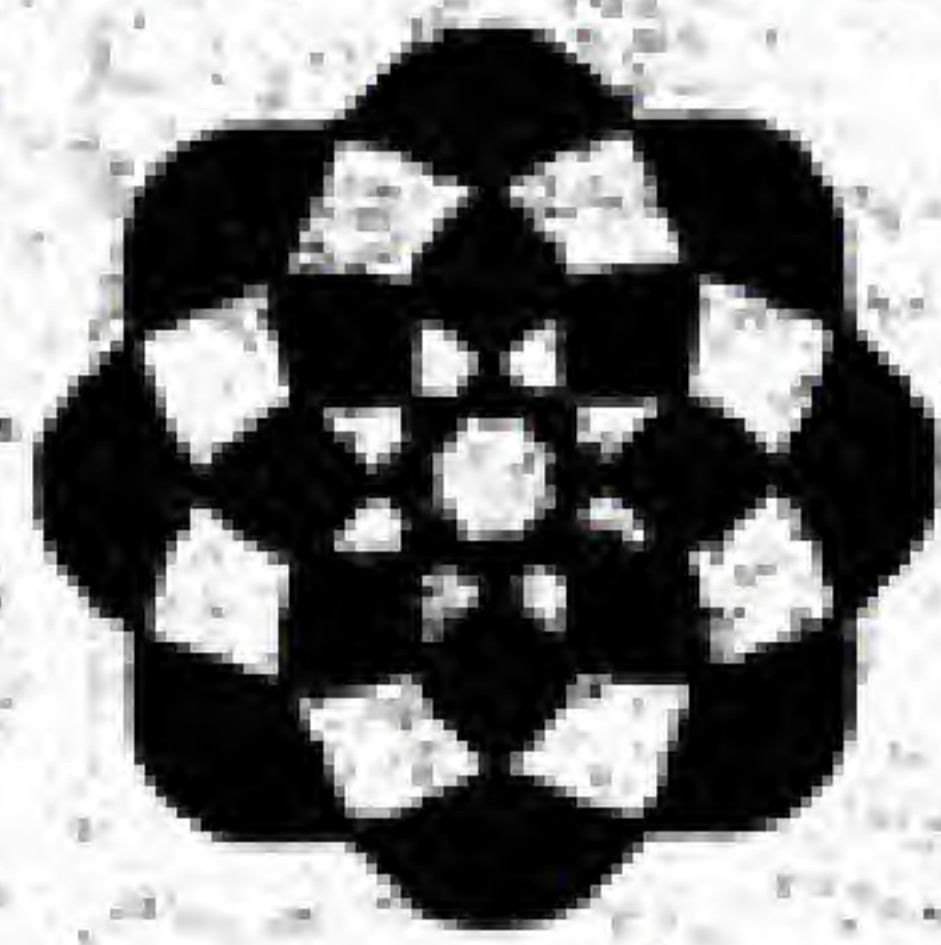
(۷) تمہاری چمک، تمہاری دمک، تمہاری جھلک، تمہاری مہمک  
زمین و فلک، سماک و سمک میں سکہ نشاں تمہارے لئے  
اس شعر میں حضرت رضا بریلوی نے کمال وضاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرتے ہوئے  
● چمک ● دمک ● جھلک ● مہمک ● زمین و فلک ● سماک و سمک اور ● سکہ نشاں کے  
الفاظ نظم کئے ہیں۔

(۸) وہی جلوہ شہر بھر ہے، وہی اصل عالم دہر ہے  
وہی بحر ہے، وہی لہر ہے، وہی پاٹ ہے، وہی دھار ہے  
اس شعر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف عظیمہ کا بیان کرتے  
ہوئے حضرت رضا نے جلوہ ● اصل عالم ● اصل دہر ● بحر، لہر ● پاٹ اور دھار کا استعمال



فرمایا ہے۔

(۹) کل سے اہلی، کل سے ادلی، کل کی جان  
 کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی شان  
 اس شعر میں یہ کمال ہے کہ شعر کے دونوں امصار کا ہر لفظ و جملہ بطور صفت رسول  
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استعمال ہوا ہے۔ تسبیح الصفات میں ایسا بھرپور از صفت شعر  
 دیگر شعرائے اردو ادب کے کلام میں خوردبین سے دیکھنے پر بھی نہیں ملے گا۔ حضرت رضا  
 بریلوی کے اشعار میں پیش شدہ امثال صفت ہیں اور دیگر شعراء کے اشعار میں مذکور  
 صفات میں زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ حضرت رضا کے مذکورہ اشعار میں کچھ الفاظ ایسے  
 ہیں کہ وہ الفاظ کسی شاعر کے پورے دیوان میں نہیں پائے جاتے۔ حضرت رضا بریلوی  
 اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کے مابین قارئین تقابلی و توازن کریں گے، تو بلا شک  
 و شبہ حضرت رضا کے اشعار ستاروں کی انجمن میں آفتاب و مہتاب کی حیثیت سے حاوی اور  
 مسلط محسوس ہوں گے۔





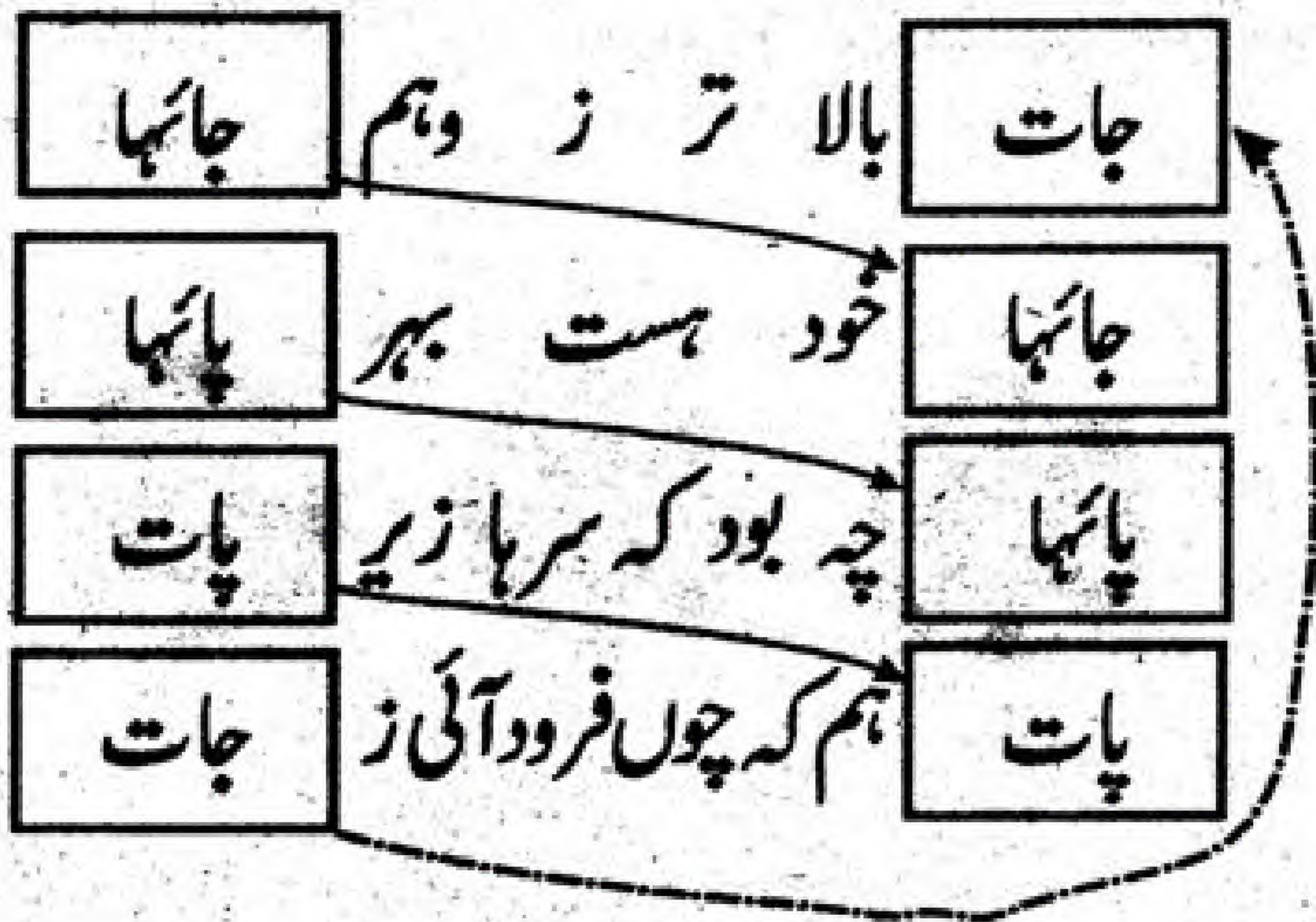
## (۲۹) "صَنَعَتْ اِثَّهٗ اِل تَرْبِیْعِ"

ایسے چار مصرعوں کا مجموعہ کہ ہر مصرعہ کا آخری کلمہ اس کے بعد والے مصرعہ کا ابتدائی کلمہ ہو۔

[ Continuity of last word of hemistich ]

یہ ایک ایسی مشکل صنعت ہے کہ اچھے سے اچھے شعراء بھی اس میں طبع آزمائی کا تصور تک نہیں کرتے۔ اردو ادب کے تقریباً تمام شعراء کے دیوان اس صنعت سے خالی ہیں بلکہ فارسی زبان کے شعراء کے کلام میں بھی یہ صنعت بہت کم پائی جاتی ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی پران کے کریم آقا دامولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ فیض و کرم تھا کہ آپ نے مشکل سے مشکل صنعت میں بھی اپنی قادر الکلامی ثابت فرمادی ہے۔

● حضرت رضا بریلوی کا ایک بند پیش ہے:-



مذکورہ چار مصرعوں کو بغور ملاحظہ فرمائیں:-



- پہلا مصرعہ لفظ ”جائہا“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”جائہا“ سے دوسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
  - دوسرا مصرعہ لفظ ”پائہا“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”پائہا“ سے تیسرا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
  - تیسرا مصرعہ لفظ ”پات“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”پات“ سے چوتھا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
  - چوتھا مصرعہ لفظ ”جات“ پر ختم ہوتا ہے، اسی لفظ ”جات“ سے پہلا مصرعہ شروع ہوتا ہے۔
- مذکورہ بند بزبان فارسی نظم فرمودہ ہے۔ جو ”حداثت بخشش“ ناشر: رضا اکیڈمی، ممبئی، جلد دوم، صفحہ ۲۵ پر درج ہے۔

## (۳۰) ”صَنَعَتْ مَقْلُوبٌ مُسْتَوِي“

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس لفظ کو الٹا کر کے پڑھا جائے، تو بھی وہ سیدھی طرح رہتا ہے۔ یعنی سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے۔ مثلاً شاباش۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷۵) [ Inverted words in ode ]

○ غزل غالب کا شعر ہے۔ پیدا ہوئی ہے کہتے ہیں ہر درد کی دوا

یوں ہو تو چارہ غم الفت ہی کیوں نہ ہو

اس شعر میں لفظ ”درد“ کو الٹا کر پڑھیں گے تو بھی وہ لفظ ”درد“ ہی پڑھا جائیگا۔

○ غزل بدایونی کا شعر ہے۔ عشق نے دل میں جگہ کی تو قضا بھی آئی

درد دنیا میں جب آیا تو دوا بھی آئی

اس شعر میں لفظ ”درد“ کا استعمال ہوا ہے۔ اس لفظ کو الٹا یا سیدھا جس طرح بھی

پڑھیں گے، یکساں ہے۔

○ کلیل بدایونی کا شعر ہے۔ احساس کی شمعیں جلتی تھیں جب تاز و ادا کی محفل میں

دکھنا تھا قدم بدھوشی نے جب ہوش و خرد کی منزل میں

اس شعر میں جو لفظ ”ادا“ ہے، وہ سیدھا یا الٹا کسی طرح سے پڑھا جائیگا ”ادا“ ہی



پڑھا جائیگا۔

○ اسنو کوڑی کا شعر ہے:- رعی نہ وصل کی لذت نہ ہجر کی کلفت

دوائے درد نہ اب درد بے دوا باقی

اس شعر میں جو لفظ ”درد“ ہے، وہ سید ہایا الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا جائے گا۔

○ جگر مراد آبادی کا شعر ہے:- زخم کو مرہم دل، درد کو درماں سمجھا

چارہ گر خوب علاج غم پنہاں سمجھا

اس شعر میں مستعمل لفظ ”درد“ کو صنعت مقلوب مستوی کے تحت شمار کیا جائیگا۔

○ غلام ربانی خاں کا شعر ہے:- رنج شکست بھی ہے، غرور شکست بھی ہے

اس زندگی کو درد کہوں یا اثر کہوں

اس شعر میں الٹا اور سیدھا دونوں طرف سے یکساں پڑھے جانے والے لفظ ”درد“ کا

استعمال کیا گیا ہے۔ صنعت مقلوب مستوی میں اکثر شعراء کے کلام میں زیادہ تر لفظ ”درد“

کا استعمال ہوا ہے۔ اس صنعت کے الفاظ اردو لغت میں بھی بہت محدود تعداد میں ہیں لہذا

الفاظ کی جڑت کا حسن اس صنعت میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت ردّی کے نعتیہ کلام

میں نئے نئے الفاظ کے ساتھ کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار قارئین

کرام کی ضیافت طبع کے لئے ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

○ حضرت رضا علی فرماتے ہیں:-

(۱) دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُزدِ رنجیم

اٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

اس شعر میں لفظ ”دُزد“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ لفظ سید ہایا الٹا یکساں ہی پڑھا

جائیگا۔ لفظ ”دُزد“ کے لغوی معنی چوری کرنے والا ہے (فیروز اللغات، ص ۶۲۵) اس شعر

میں دُزد سے مراد شیطان ہے۔

(۲) اب تو ہے گریہ خوں گوہر دامانِ عرب



جس میں دو لعل تھے۔ لعل کے وہ تھی کا بن عرب  
اس شعر میں جو لفظ "لعل" ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں سے یکساں پڑھا  
جائے گا۔

(۳) زبان خلد کس کس سے ملن کو سناتی ہے

توہنا دھبہ طیب تھی مگر انکار لڑت کا

اس شعر میں لفظ "ور" ہے۔ سیدھا اور الٹا اس طرح کی پڑھو "ور" ہی پڑھا جائے گا۔

(۴) دل عیث خوف سے بکا سا اڑا جاتا ہے

پہ بکا کی بھائی ہے بھروسا تیرا

اس شعر میں مستعمل لفظ "اڑا" کو صنعت غلوپ مستوی کے تحت شمار کیا جائے گا۔

(۵) ٹوٹ پڑتی ہیں ملائیں جن کو ملنا نہیں کوئی باور

ہر طرف سے دُعا رہاں کہیں کہیں مل چکا کرتے ہیں

اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ "ٹوٹ" ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طریقوں میں

یکساں پڑھا جائے گا۔

(۶) دید گل اور بھی کرلی ہے قیامت دل پر

بھٹیر دہمیں بھر جوتے قفس جانے دو

اس شعر کی ابتداء میں جو لفظ "دید" ہے، وہ سیدھا اور الٹا دونوں طرح پڑھنے میں

یکساں ہے۔

(۷) حاکم حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں

مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

اس شعر میں لفظ "داد" سیدھا اور الٹا یکساں پڑھا جائے گا۔

(۸) باب عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر ادھر

کیسی خرابی اس گھرے در بدر کی ہے



اس شعر میں لفظ ”باب“ ہے، وہ سیدھا اور الفاظوں طریقوں میں یکساں پڑھا جائے

کا۔

حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں صنعتِ مقلوبِ مستوی کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف آٹھ اشعار بطور نمونہ پیش کئے گئے۔ ان تمام اشعار میں صنعتِ مقلوبِ مستوی کے تحت ● دُزد ● لعل ● درد ● اُڑا ● ٹوٹ ● دید ● داد اور ● باب کا استعمال فرمایا گیا ہے۔ یعنی جہتِ الفاظ کے میدان میں جولانی کرتے ہوئے دنیائے اردو ادب کے شہسوار کی حیثیت سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نظر آتے ہیں۔ الفاظ کی جہت کے ساتھ ساتھ شعر کی روانی، مضمون کی عمدگی، اور عشق کا سوز و گداز اشعار کے محاسن میں مزید اضافہ کر رہے ہیں۔ حضرت رضا کا کلام ربانے اردو ادب کے شعراء کو ایک نئی راہ دکھا رہا ہے۔ بلکہ دعویٰ اور دلیل کے شواہد سے ثابت کر رہا ہے کہ شعر و ادب کے حُسن اور رنگینی کے لئے عشقِ مجازی کے بجائے عشقِ حقیقی میں نظم کیئے گئے اشعار میں زیادہ رنگت اور بکھار لایا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صداقت اور خلوص پر مبنی ہو۔

## (۳۱) ”صَنَعَتْ مَقْلُوبٌ كُلُّ“

شعر میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا کہ اس کو بالترتیب الفا دیں تو با معنی لفظ بن جائے۔ مثلاً مان کو الٹا دیا تو ”نام“ بنا۔ اناج کو الٹا دیا تو ”جانا“ بنا۔ (فیروز اللغات، ص ۱۲۷)۔

● غلامِ ربانی تباہاں کا شعر ہے۔ یہ اتفاقِ زمانہ ہے، اس کا رونا کیا

ملا ملا کوئی دل کا مزاج داں نہ ملا

اس شعر میں جو لفظ ”ملا“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”الم“ یعنی رنج، غم، بنتا ہے۔

● جگر مراد آبادی کا شعر ہے۔ ساقی ہے، شراب ہے، سبک ہے

اول وہ بڑھے جو با وضو ہے



اس شعر میں جو لفظ ”شراب“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”بارش“ بنتا ہے۔

● کھیل بہاؤنی کا شعر ہے۔ لم عاشقی سے کہہ دو رو عام تک نہ پہنچے

مجھے خوف ہے یہ تہمت مرے نام تک نہ پہنچے

اس شعر میں جو لفظ ”نام“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”مان“ (عزت) بنتا ہے۔

● آئی بہاؤنی کا شعر ہے۔ کچھ نظر کہہ گئی، زبان نہ کھلی

بات اُن سے ہوئی مگر نہ ہوئی

اس شعر میں جو لفظ ”بات“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”تاب“ (چمک) بنتا ہے۔

● مرزا غالب کا شعر ہے۔ چمک رہا ہے بدن پر لبو سے حیران

ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

اس شعر میں جو لفظ ”جیب“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”جج“ (اصل، نطفہ) بنتا ہے۔

● امیر کھڑکی کا شعر ہے۔ توڑ ڈالے مہ و خورشید ہزاروں میں نے

اُس نے اب تک نہ دکھایا رخِ زیبا مجھ کو

اس شعر میں جو لفظ ”رخ“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”خز“ (گدھا) بنتا ہے۔

● جوش ملیح آبادی کا شعر ہے۔ کھلونا تو نہایت شوخ و رنگیں ہے حمدن کا

متحرف میں بھی ہوں لیکن کھلونا پھر کھلونا ہے

اس شعر میں جو لفظ ”شوخ“ (شریر) ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”خوش“ بنتا ہے۔

● ماں شاعر کا شعر ہے۔ روشِ روش پہ جو کانٹے مہک اٹھے بھی تو کیا

چمن سے دور گلابوں کا قافلہ تو رہا

اس شعر میں لفظ ”روش“ (باغ کی ہٹوی) کو الٹا دینے سے لفظ ”شود“ (دھوم) بنتا ہے۔

● نصیر احمد نقوی کا شعر ہے۔ سب قتل ہو کے تیرے مقابل سے آئے ہیں

ہم لوگ سرخ رو ہیں کہ منزل سے آئے ہیں



اس شعر میں جو لفظ ”لوگ“ ہے، اس کو الٹا دینے سے لفظ ”گول“ (دائرہ) بنتا ہے۔  
 صعب مقلوب کل میں ہم نے اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء کے چند اشعار مثال  
 میں پیش کئے ہیں۔ ناظرین کرام معائنہ سے ملاحظہ ہوئے ہوں گے۔ حضرت رضا بریلوی  
 مدیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں  
 کہ جن کو شمار کرنا بہت ہی مشکل مرحلہ ہے اور بطور مثال ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا امر  
 محال ہے۔ لہذا ہم چند اشعار پر اکتفا کرتے ہیں۔ ذیل میں چند اشعار پیش خدمت ہیں:-  
**● حضرت رضا بریلوی مدیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-**

(۱) فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں  
 خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا  
 اس شعر میں لفظ ● ”فرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرف“ (بزرگی) بنتا ہے  
 ● ”کیا“ کو الٹا دینے سے ”ایک“ بنتا ہے۔ ● ”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“  
 (مذہب) بنتا ہے۔

(۲) نہ روح امیں، نہ عرش بریں، نہ لوح مبیں، کوئی بھی کہیں  
 خبر ہی نہیں، جو رمزیں کھلیں، ازل کی نہاں تمہارے لئے  
 اس شعر میں لفظ ● ”روح“ کو الٹا دینے سے لفظ ”حور“ بنتا ہے۔ ● ”امیں“ کو الٹا  
 دینے سے لفظ ”نہا“ (آدھا) بنتا ہے۔ ● ”عرش“ کو الٹا دینے سے لفظ ”شرع“ بنتا ہے۔  
 ● ”لوح“ کو الٹا دینے سے لفظ ”حول“ (ارد گرد) بنتا ہے۔

(۳) نزع میں، گور میں، میزاں پہ، سر پل پہ کہیں  
 نہ چھٹے ہاتھ سے دامان معلیٰ تیرا  
 اس شعر میں لفظ ● ”گور“ کو الٹا دینے سے لفظ ”روگ“ (بیماری) بنتا ہے ● ”میں“  
 کو الٹا دینے سے لفظ ”نیم“ (آدھا) بنتا ہے۔ ● ”سر“ کو الٹا دینے سے لفظ ”رس“  
 (عرق) بنتا ہے اور ● ”پل“ کو الٹا دینے سے لفظ ”پ“ (مٹھی) بنتا ہے۔



(۴) ہے کلام الہی میں شمس و مہر سے چھوڑ کر نور و فزا کی قسم  
قسم شب و ناز میں رات پہ تھا کہ حبیب کی زلف و دہا کی قسم  
اس شعر میں لفظ ● "کلام" کو الٹا دینے سے لفظ "مالک" بنتا ہے۔ ● لفظ "مین" کو  
الٹا دینے سے لفظ "نیم" (نصف) بنتا ہے۔ ● لفظ "کی" کو الٹا دینے سے لفظ "یک"  
(ایک) بنتا ہے۔ ● لفظ "ناز" (اندھیری) کو الٹا دینے سے لفظ "رات" بنتا ہے ● لفظ  
"راز" کو الٹا دینے سے لفظ "زار" (نالہ و فریاد) بنتا ہے۔

(۵) عارض شمس و مہر سے بھی ہیں نور ایڑیاں  
عرش کی آنکھوں کے مارے ہیں وہ خوش تر ایڑیاں  
اس شعر میں ● لفظ "انور" کو الٹا دینے سے لفظ "نور" (نوح) بنتا ہے۔ ● لفظ  
"عرش" کو الٹا دینے سے لفظ "شرع" (شریعت) بنتا ہے۔ ● لفظ "کی" کو الٹا دینے سے  
لفظ "یک" بنتا ہے۔ ● لفظ "خوش" کو الٹا دینے سے لفظ "شرع" (شرع) بنتا ہے۔ ● لفظ  
"تر" کو الٹا دینے سے لفظ "رت" (موسم) بنتا ہے۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرفوان کے کلام میں صنعت مقلوب کل کے بہت  
سارے اشعار پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف پانچ اشعار قارئین کرام کی خاطر واری کے  
لئے پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا اور دیگر شعراء اردو ادب کے اشعار کا تقابلی جائزہ لینے سے  
ایک بات یہ سامنے آئے گی کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک شعر میں اس  
صنعت کے کئی کئی الفاظ پائے جاتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام میں یہ خوبی نہیں۔ اس  
صنعت میں بھی حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ دیگر شعراء پر فوقیت و سبقت لے گئے ہیں۔



## (۳۲) "صنعتِ حُسنِ طلب"

لطف اشارہ کر کے کوئی چیز مانگنا۔ مانگنے کا اچھا طریقہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۹)  
یعنی دل پسند طریقے سے کسی چیز کو کسی سے طلب کرنا۔

[ Nice way of asking ]

ہر مانگنے والا اپنے مطلوب سے اچھے طریقے سے مانگنے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھے طریقے سے مانگنے کا صرف یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس کی التجا شرفِ قبولیت سے نوازی جائے اور اس کا مدعا حاصل ہو۔ سب مانگنے والوں نے کسی نہ کسی سے، کسی نہ کسی طریقے سے، بہت کچھ مانگا ہے۔ کسی نے خدائے تعالیٰ سے اور خدا کے محبوب سے مانگا ہے۔ تو کسی دل پھینک عاشق نے اپنے معشوق سے مانگا ہے۔ اور ہر مانگنے والے نے یہی کوشش کی ہے کہ اس کے مانگنے کا طریقہ اور انداز دلنشین ہو۔ اردو ادب کے صفِ اول کے کچھ شعراء کے چند اشعار پیش ہیں:-

● گل بہارِ بونی کا شعر ہے:- کن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ

رحمتوں کا حساب کون کرے

اس شعر میں شاعر نے خدائے تعالیٰ کی بیشمار رحمتوں کو سراہتے ہوئے گناہوں کی مغفرت طلب کی ہے۔

● آل بہارِ بونی کا شعر ہے:- تیری قدرت کا نظارہ ہے، مرا عجز گناہ

تیری رحمت کا اشارہ ہے، عداوت میری

اس شعر میں شاعر نے اپنے عجز گناہ کا اعتراف کرتے ہوئے عداوت سے خدا کی رحمت کی اُمید کا اظہار کیا ہے۔

● مرزا غالب کا شعر ہے:- آتا ہے داغِ حسرتِ دل کا شمار یاد

مجھ سے مرے گناہ کا حساب اے خدا نہ مانگ



۱- کیسے پڑھیں

۱- کیسے پڑھیں ۲- کیسے پڑھیں ۳- کیسے پڑھیں

۴- کیسے پڑھیں ۵- کیسے پڑھیں

۶- کیسے پڑھیں ۷- کیسے پڑھیں

۸- کیسے پڑھیں ۹- کیسے پڑھیں

۱۰- کیسے پڑھیں

۱۱- کیسے پڑھیں ۱۲- کیسے پڑھیں

۱۳- کیسے پڑھیں ۱۴- کیسے پڑھیں

۱۵- کیسے پڑھیں ۱۶- کیسے پڑھیں

۱۷- کیسے پڑھیں ۱۸- کیسے پڑھیں

۱۹- کیسے پڑھیں

۲۰- کیسے پڑھیں ۲۱- کیسے پڑھیں

۲۲- کیسے پڑھیں ۲۳- کیسے پڑھیں

۲۴- کیسے پڑھیں ۲۵- کیسے پڑھیں

۲۶- کیسے پڑھیں ۲۷- کیسے پڑھیں

۲۸- کیسے پڑھیں ۲۹- کیسے پڑھیں

۳۰- کیسے پڑھیں ۳۱- کیسے پڑھیں

۳۲- کیسے پڑھیں

۳۳- کیسے پڑھیں ۳۴- کیسے پڑھیں

۳۵- کیسے پڑھیں ۳۶- کیسے پڑھیں

۳۷- کیسے پڑھیں ۳۸- کیسے پڑھیں

۳۹- کیسے پڑھیں

۴۰- کیسے پڑھیں ۴۱- کیسے پڑھیں



صنعتِ حسنِ طلب میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بہت ہی کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ آپ نے بارگاہِ خدائے تعالیٰ اور بارگاہِ محبوبِ خدا میں جس انداز سے حسنِ طلب کا اظہار فرمایا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ پہلے چند اشعار حضرت رضا کے بارگاہِ خداوندی میں حسنِ طلب کے پیش ہیں:-

### ● حضرت رضا بریلوی بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتے ہیں:-

(۱) نقصان نہ دے گا تجھے عصیاں میرا ÷ غفران میں کچھ خرچ نہ ہوگا تیرا  
جس سے تجھے نقصان نہیں کر دے معاف ÷ جس میں تیرا کچھ خرچ نہیں دے موٹی  
راقم الحروف سے ایک کالج کے پروفیسر صاحب نے ایک مرتبہ ٹیلی بدایونی کا وہ شعر  
”گن تو لیتے ہیں انگلیوں پہ گناہ ÷ رحمتوں کا حساب کون کرے“ سنایا اور کہا کہ ٹیلی صاحب  
کا طرزِ بیان اچھوتا اور بے مثل ہے۔ اس سے بہترین شعر میں نے نہیں پایا۔ ان پروفیسر  
صاحب کو راقم الحروف نے حضرت رضا بریلوی کی مذکورہ رباعی سنائی، تو وہ تڑپ اٹھے اور  
ایک کیف و سرور اُن پہ طاری ہو گیا اور انہوں نے اعتراف کیا کہ حسنِ طلب میں حضرت  
رضا کے مقابلے میں ٹیلی صاحب کی حیثیت مقتدی کی ہے۔ حضرت رضا بلا شک و شبہ مقتدا  
نظر آتے ہیں۔

(۲) کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما  
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے  
ایک صاحب الملِ ادب سے تھے۔ وہ ہمیشہ مرزا غالب کا شعر ”آتا ہے داغِ حسرت  
دل کا شمار یاد ÷ مجھ سے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ“ گنگنایا کرتے تھے اور اس شعر  
کی غایت درجہ تعریف کیا کرتے تھے۔ انہوں نے غالب کے اس شعر کو اپنا وظیفہ بنا رکھا تھا۔  
راقم الحروف نے غالب صاحب کے اس شعر کے مقابلے میں حضرت رضا بریلوی کا مذکورہ  
شعر سنایا، تو وہ محسوس محسوس پکارا اٹھے اور ایک وجدانی کیفیت میں مستغرق ہو گئے۔ حضرت رضا



کے اور مرزا غالب کے شعر کے الفاظ پر چند لحاظ غور و فکر کرنے کے بعد انہوں نے کہا کہ خدائے تعالیٰ سے گناہوں کا حساب نہ لینے کی التجا کرنے میں حضرت رضا کا انداز بیان غالب صاحب کے انداز سے اعلیٰ معیار کا، مؤدبانہ، عاجزانہ اور مہذبانہ ہے۔ اس کے بعد سے انہوں نے حضرت رضا کے مذکورہ شعر کو اپنا وظیفہ بنالیا۔

(۳) اپنی ستاری کا یا رب واسطہ

ہوں نہ رسوا برسر دربار ہم  
اللہ تبارک و تعالیٰ کا صفاتی نام ”ستار“ ہے۔ جس کے معنی ہیں بچھپانے والا اور ڈھانپنے والا۔ (فیروز اللغات، ص ۷۷۸)۔ حضرت رضا نے قیامت کے دن رسوائی سے بچنے اور عیب پوشی کے کرم سے بہرہ مند ہونے کے لئے خدائے تعالیٰ کو اس کی شان ستاری کا واسطہ دیا ہے۔ گویا کہ موصوف کو صفت سے متصف کیا ہے۔ ایک اچھوتے انداز میں بارگاہ خداوندی میں التجا کی گئی ہے۔

(۴) تو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا، ہے تجھی پہ عروسا تجھی سے دعا

مجھے جلوۂ پاک رسول دکھا، تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم  
عشق مجازی میں امنر گوئدوی کا اپنے شعر میں اپنی محبوبہ کو اس کے لب گل رنگ کی قسم دے کر یہ کہنا کہ ”تجھے اپنے لب گل رنگ کی خوشبو کی قسم“ اور اس قسم کے ذریعہ شام بھراں کی ہواؤں کو خوشبودار کرنے کی گزارش کرنا محض شاعرانہ تخیل ہے۔ لیکن حضرت رضا کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مقدس جلوہ دیکھنے کی استدعا کرتے ہوئے رب جل جلالہ تعالیٰ سے ”تجھے اپنے ہی عز و علا کی قسم“ عرض کرنا جذبہ عشق صادق کی صداقت کی عکاسی کرتا ہے۔

(۵) ہم یہ کاروں پہ یا رب تہش محشر میں

سایہ آئین ہوں تیرے پیارے کے پیارے گیسو



میدانِ محشر کی دھوپ سے بچنے کے لئے اللہ کے پیارے کے پیارے گیسو کا سایہ کرم حاصل ہونے کی یہ دعا حسنِ طلب کی صنعت میں اپنی مثال آپ ہے۔

(۶) ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے، تو ہوئے ہم تیرے

اس سے بڑھ کر تری ست اور وسیلہ کیا ہے

کتنا دلکش اندازِ بیان ہے۔ کتنے حسین طریقے سے اپنی طلب کا بارگاہِ خداوندی میں اظہار کیا گیا ہے اور نسبت کا کیسا بہترین تعلق عرض کیا گیا ہے۔ ہم حضور اقدس کے غلام ہونے کے ناطے حضور کے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے ناطے اللہ کے، لہذا اس نسبت سے ہم بھی اللہ کے ہوئے اور اللہ کے ہونے کے لئے اس سے بڑھ کر کونسا وسیلہ ہے؟

یہاں تک بارگاہِ الہی میں حُسنِ طلب کے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار ناظرین کی خدمت میں پیش کیئے گئے۔ اب چند اشعار بارگاہِ رسالت میں حُسنِ طلب کے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان سے پیش خدمت ہیں:-

(۷) سرکار ہم کینوں کے اطوار پر نہ جائیں

آقا حضور اپنے کرم پر نظر کریں

کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت رضا عرض کرتے ہیں کہ حضور! ہمارے طور طریقے اور ہمارے کردار کو نہ دیکھیں بلکہ آپ اپنی شانِ کربی سے اپنے کرم کو دیکھتے ہوئے ہم کینوں پر کرم فرمائیں۔

(۸) ہے یہ اُمیدِ رضا کو تری رحمت سے شہا

نہ ہو زندانیِ دوزخ ترا بندہ ہو کر

یا رسول اللہ! میں آپ کا غلام ہوں اور آپ کا غلام ہونے کے ناطے مجھے دوزخ کی قید نہ ہوگی، یہی امید مجھ کو آپ کی رحمت سے ہے۔



(۹) میرے عیسیٰ ترے صدقے جاؤں  
 طور بے طور ہیں بیماروں کے  
 اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو  
 ”میرے عیسیٰ“ کے محبت آمیز لقب سے پکارتے ہوئے بے طور بیمار پر کرم نوازی فرمانے کی  
 حسن طلب کے تحت التجا کرتے ہیں۔

(۱۰) مجرم بلائے آئے ہیں جَا \_\_\_\_\_ اُوک ہے گواہ  
 پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے  
 اپنا سوال شرف قبولیت سے نوازا جائے اور رد نہ ہو، اس طلب میں حضرت رضا  
 قرآن مجید کی آیت وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ کی طرف اشارہ کرتے  
 ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہم فرمان الہی کے تحت آپ کے دربار میں بھرمانہ حیثیت سے  
 حاضر ہوئے ہیں۔ ہم آپ کے حضور بکلائے گئے ہیں اور کوئی بھی کرم نواز آقا اپنے در پر کسی  
 کو بکلا کر پھر اس کا سوال رد نہیں کرتا۔ لہذا یا رسول اللہ آپ اپنی شان کریمہ سے ہمارا سوال  
 پورا فرمائیں۔ اب چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

(۱۱) یا نبی جس کی امان چاہے رضائے خست

تیرے دامن کے سوا اور ہے دامن کس کا

(۱۲) کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے

دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

(۱۳) دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر

دفتر میں عاصیوں کے شاہ انتخاب ہوں

(۱۴) تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری

جس دن اچھوں کو طے جام چھلکا تیرا



(۱۵) ہاتھ اٹھا کر ایک ٹکڑا اے کریم

(۱۶) ہیں غنی کے مال میں حقدار ہم  
مانگیں گے، مانگے جائیں گے، منہ مانگی پائیں گے

(۱۷) سرکار میں نہ ”لا“ ہے، نہ حاجت اگر کی ہے  
بد ہیں تو آپ کے ہیں، بھلے ہیں تو آپ کے

(۱۸) ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے، رزخ کدھر کریں  
خلق کے حاکم ہو تم، رزق کے قاسم ہو تم

(۱۹) تم سے ملا جو ملا، تم پہ کروڑوں درود  
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی

(۲۰) دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے  
نبی، رحمت، شفیع اُمت، رضا یہ لہو عنایت

اے بھی اُن خلعتوں سے حصہ، جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

صنعتِ حسنِ طلب میں حضرت رضائے ودُسن پیدا کیا ہے کہ جس کی وجہ سے فن

و ادب کا دُسن بھی وہ چند ہو گیا ہے۔ بطور مثال چند اشعار ہم نے پیش کئے ہیں۔ اہل

ذوق حضرات ”حدائقِ بخشش“ کی طرف رجوع فرمائیں تاکہ مزید اشعار سے لطف

اندوز ہوں۔



## (۳۳) ”صنعتِ ترجیعِ بند“

شاعر کا چند ایسے بند نظم کرنا جو بحر میں موافق اور قافیہ میں مختلف ہوں اور وہ بند اس طرح نظم کرنا کہ ایک ہی بیت ہر بند کے آخر میں متواتر آئے اور ہر بند کے آخری شعر کے مضمون سے موافقت کرے۔ (فیروز اللغات، ص ۲۵۵)۔

صنعتِ ترجیعِ بند کی مثال میں اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کی تخلیق پیش کرنے کی غرض سے ہم نے کئی شعراء کے دیوان کی اوراق گردانی کی۔ لیکن محدود دے چند کے علاوہ اکثر و بیشتر کے کلام اس صنعت سے محروم ہیں۔ قارئین کرام کو حیرت ہوگی کہ اردو ادب کے شہرہ آفاق شعراء میں جن کا شمار ہوتا ہے وہ ● مرزا غالب ● قالی بدایونی ● جگر مراد آبادی ● فیض احمد فیض ● امیر گوٹوی وغیرہ کے دیوان صنعتِ ترجیعِ بند سے تشنہ ہیں۔ اور جن کے دیوان میں راقم الحروف نے ترجیعِ بند کو پایا اس میں بھی کلام ہے یعنی کہ وہ صنعتِ ترجیعِ بند کے شرائط پر مکمل نہیں۔

### ● کلیل بدایونی کے دیوان میں ترجیعِ بند کی مثال :-

(۱) چراغِ بزمِ تمنا بجھا نہیں سکتا ÷ میں نُھول کر یہ قیامت اٹھا نہیں سکتا

نشاطِ راحتِ ہستی مٹا نہیں سکتا ÷ تمام عُمرِ مین تجھ کو بھلا نہیں سکتا

تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

(۲) یہی تو باعثِ ضبطِ فغاں ہے میرے لئے ÷ یہی تو حاصلِ عمر رواں ہے میرے لئے

یہی تو زندگی جاوداں ہے میرے لئے ÷ یہی تو دولتِ کون و مکاں ہے میرے لئے

تیرا خیال مرے دل سے جا نہیں سکتا

کلیل بدایونی کی یہ تخلیق سات بند پر مشتمل ہے اور ہر بند کے بعد ”تیرا خیال مرے

دل سے جا نہیں سکتا“ یہ ایک مصرعہ بار بار آتا ہے۔ حالانکہ صنعتِ ترجیعِ بند میں ہر بند کے



بعد ایک مصرعہ نہیں بلکہ ایک بیت آنا چاہئے اور بیت = ایک وزن کے دو مصرعے = شعر (فیروز اللغات، ص ۲۵۲)۔ مذکورہ نظم میں ہر بند کے بعد دو مصرعے آنے ضروری تھے لیکن صرف ایک مصرعہ ہی آیا ہے۔ اسی طرح ٹکلیں بدایونی صاحب کی دوسری نظم جو ”کلیات ٹکلیں“ میں ص ۱۳۰ پر ”بے خودی“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں ہر بند کے بعد ”مجھے کسی کا ڈر نہیں میں اپنی دُھن میں مُست ہوں“ والا صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ ٹکلیں بدایونی کے دیوان میں صرف یہی دو نظمیں صنعت ترجیع بند کی پائی جاتی ہیں لیکن دونوں کا حال یہ ہے کہ ہر بند کے بعد بجائے دو مصرعوں کے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ دراصل یہ نظم مخمس ہے۔

● جوش ملیح آبادی کے دیوان میں ترجیع بند کی مثال:-

(۱) کیا جوانی ہے فضا میں، مرجا صد مرجا ÷ چل رہی ہے روح کو چھوٹی ہوئی ٹھنڈی ہوا  
آ رہی ہے دور سے کافر پیسے کی صدا شمع حسن اٹھا ہے خاک سے انگڑائیاں لیتا ہوا  
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

(۲) آرزو میں ہے غلام، جوش سامانوں میں ہے ÷ حسرتوں میں دلوں لے ہیں، تازگی جانوں میں ہے  
نوجوانی کا تبسم سرد میدانوں میں ہے ÷ روشنی ہے دشت میں، خوشبو بیابانوں میں ہے  
جھوم کر برسی ہے کیا برسات کی پہلی گھٹا

گیارہ بند پر مشتمل یہ نظم ”شعلہ اور شبنم“ (دیوان جوش ملیح آبادی، ص ۱۱۵۰) پر درج ہے۔ اس نظم میں ہر بند کے بعد ایک شعر (بیت یعنی دو مصرعوں) کے بجائے صرف ایک مصرعہ آتا ہے۔ جوش ملیح آبادی کے مذکورہ دیوان کے ص ۲۶، ص ۳۹ اور ص ۸۲ پر بھی ترجیع بند کی صنعت میں ایک ایک نظم پائی جاتی ہے لیکن ان تینوں میں بھی ہر بند کے بعد صرف ایک مصرعہ ہی ہے۔

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں ترجیع بند کی مثال:-

(۱) یہ وہ درگاہ ہے کہ جُرم آئے تو غفراں ہو جائے ÷ اٹھا شوق شفاعت میں گنہ یار ہو جائے  
نار بھی آئے تو نور چمنستاں ہو جائے ÷ غارِ رُوحِ شامِ غریباں ہو جائے



بے ادب پامنہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست  
 سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ ست  
 (۲) ہر تن قلب ہوں افلاک نہ کھائیں چکر ÷ موج دریا نہ بڑھے نوح کا طوقاں ہو کر  
 پاؤں پھولوں پہ ادب سے نہ رکھے بادِ بحر ÷ گرچہ ایں بار کہ رحمت عام ست مگر  
 بے ادب پامنہ ایں جا کہ عجب درگاہ ست  
 سجدہ گاہ ملک و روضہ شاہنشاہ ست  
 (حدائق بخشش، حصہ ۳، ص ۲۹)

### ● کلامِ رضا میں ترجیع بند کی دوسری مثال :-

(۱) غنچہ دل ابھی کھلنے بھی نہ پایا تھا کہ آہ ÷ آنکھ کو دل سے ہی تھا شوقِ نظارہ بخدا  
 بلبل زار کو اک دم بھی نہ خوش گزرا تھا ÷ کہ ہوا پھر گئی، گلزاری موسم بدلا  
 حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد  
 روئے گل سیرِ ندیم و بہار آخر شد  
 (۲) کس قدر تیز گئی تیری سواری اے ماہ ÷ حسرتیں دل کی مدہیں دل ہی میں داندہ بالہ  
 پھر کے اے گل نہ کی اس شیفہ پر تو نے نگاہ ÷ تیرا بلبل یہی کہتا رہا بانگ و آہ  
 حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد  
 روئے گل سیرِ ندیم و بہار آخر شد  
 صنعتِ ترجیع بند میں حضرت رضا کے اشعار تمام شرائط اور ضوابط پر کامل طور پر پورے  
 ہیں۔ علاوہ ازیں اشعار میں الفاظ کی بندش، عنوان کا طرزِ بیان، ماحول کی منظر کشی، اور عشق  
 کا دالہانہ جذبہ اشعار کے معیار کی بلندی کی گواہی دے رہے ہیں۔



## (۳۴) ”صنعتِ مستط“

وہ نظم جس کے ہر شعر میں تین تین ٹکڑے ہم قافیہ ہوں۔ اس نظم میں تین سے لے کر دس اشعار ہوں اور ان تمام اشعار میں کئی جگہ ایک قسم کا قافیہ ہو۔ (فیروز اللغات، ص ۱۳۷)۔  
صنعتِ مستط عموماً لمبی بحر کے اشعار میں ہوتی ہے۔ شاعر اپنی لمبی بحر کی کئی نظموں میں سے ایک دو نظمیں اس صنعت میں نظم کرتا ہے۔ اس صنعت میں نظم کہنا شاعر اپنے لئے باعثِ فخر جانتا ہے اور اس صنعت سے شاعر کے علم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔

● جگر مراد آبادی کی ایک غزل صنعتِ مستط میں :-

(۱) کبھی شاخ دبیزہ و برگ پر، کبھی غنچہ و گل و خار پر

میں چمن میں چاہے جہاں رہوں، مرا حق ہے فصلِ بہار پر

(۲) مجھے دیں نہ غیظ میں دھمکیاں، گریں لاکھ بار یہ بجلیاں

مری سلطنت یہی آشیاں، مری ملکیت یہی چار پر

(۳) مری ست سے اُسے اے صبا، یہ پیامِ آخر غم سنا

ابھی دیکھنا ہو تو دیکھ جا، کہ خزاں ہے اپنی بہار پر

شعرِ نمبر ۱ مطلع ہے۔ شعرِ نمبر ۲ میں دھمکیاں، بجلیاں، اور آشیاں تین ہم قافیہ الفاظ ہیں

اور شعر کے تین ٹکڑے ہوئے ہیں۔ اسی طرح شعرِ نمبر ۳ میں بھی شعر کے تین ٹکڑے صبا، سنا اور

جا ہم قافیہ الفاظ کے ساتھ استعمال کئے گئے ہیں۔ جگر مراد آبادی کی مذکورہ غزل کل نو ۹ اشعار

پر مشتمل ہے۔ لیکن اس غزل کے شعرِ نمبر ۳ اور نمبر ۵ میں صنعتِ مستط کا التزام نہیں ہے۔

● جگر مراد آبادی کی دیگر غزل صنعتِ مستط میں :-

(۱) وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سارے ہیں

یہ چل رہے ہیں، وہ پھر رہے ہیں، وہ آرہے ہیں، وہ جارہے ہیں



(۲) شراب آنکھوں سے ڈھل رہی ہے، نظر سے مستی اُبل رہی ہے

چھلک رہی ہے، اُتھل رہی ہے، پیسے ہوئے ہیں پلار ہے ہیں

(۳) یہ مست ٹھیل بہک رہی ہے، قریب عارض چبک رہی ہے

گلوں کی چھاتی دھڑک رہی ہے، وہ دست رنگیں بڑھا رہے ہیں

جگر مراد آبادی کی یہ غزل بین<sup>۱۲</sup> اشعار پر مشتمل ہے لیکن اس غزل کے صرف نو<sup>۹</sup> ہی

اشعار میں صنعتِ مستط کے قواعد و ضوابط کا التزام پایا جاتا ہے۔

مذکورہ دو غزلوں کے علاوہ جگر مراد آبادی کی صنعتِ مستط میں ایک غزل ان کے

دیوان ”شعلہ طور“ کے صفحہ نمبر ۳۶ پر ہے لیکن اس غزل کے تیرہ<sup>۱۳</sup> اشعار میں سے چار اشعار

میں مذکورہ صنعت پائی جاتی ہے۔ جگر مراد آبادی کے دیوان میں لے دے کر یہی تین غزلیں

صنعتِ مستط میں پائی جاتی ہیں۔

● مرزا غالب کے دیوان میں اس صنعت میں ایک غزل بھی نہیں پائی جاتی۔

● فانی بدایونی، فیض احمد فیض، اصغر گوٹوی، جوش ملیح آبادی اور غلام ربانی تاباں کے کلام

میں بھی یہ صنعت مفقود ہے۔ البتہ:-

● ٹھیل بدایونی کے دیوان میں اس صنعت کی ایک غزل ”کلیاتِ ٹھیل“ ص ۱۲۸ پر

پائی جاتی ہے لیکن اس کا عنوان اور بیان عنوان دلکش نہیں اور نہ ہی اس کے اشعار

میں الفاظ کی بھرپوریت ہے، نہ کوئی فصاحت و بلاغت ہے۔ جھونپڑی، کوٹھے، طوائف کے،

گھر، پڑوسی، کینہ، مکار، ظالم، لیڈر، جتنا (پلیک)، دال، مرغی، جو، ستو جیسے روزمرہ کے

عوامی مستعمل الفاظ سے ہی پوری غزل اُبل رہی ہے۔ ادب کا اعلیٰ معیار یا مضمون کی

عہدگی نہیں پائی جاتی۔

صنعتِ مستط میں جب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تیسرے دیوان

کی اوراق گردانی کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صنعتِ مستط درِ رضا کی کثیر حیثیت

سے قلم رضا کی جنبش کے اشارے پر مطیع اور فرمانبردار ہو کر حاضر خدمت ہے۔ اس صنعت



میں حضرت رضا کے کلام میں اتنی کثرت پائی جاتی ہے کہ عقلیں دنگ ہیں، گمان چرخ میں ہیں۔ چند مثالیں پیش ہیں:-

### ● حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں:-

ایک نعت صنعت مسنط میں ۱۷ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس نعت کے ہر شعر میں یہ اہتمام ہے کہ ہر شعر میں تین تین ہم قافیہ ٹکڑے ہیں۔ اس نعت شریف کا مطلع یہ ہے:-

(۱) وصف رُخ اُن کا کیا کرتے ہیں، شرح والشمس وخی کرتے ہیں

اُن کی ہم مدح و ثنا کرتے ہیں، جن کو محمود کہا کرتے ہیں

مطلع کے بعد کے چند اشعار قارئین کی فرحت طبع کے لئے پیش خدمت ہیں:-

(۲) اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم، جانور بھی کریں جن کی تعظیم

سج گزرتے ہیں ادب سے تسلیم، چڑ سجدے میں گرا کر جتے ہیں

اس شعر میں عظیم، تعظیم اور تسلیم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کا حسن بڑھا

رہے ہیں۔

(۳) تو ہے خورشید رسالت پیارے، ٹھپ گئے تیری ضیا میں تارے

انبیاء اور ہیں سب مہ پارے، تجھ سے ہی نور لیا کرتے ہیں

اس شعر میں پیارے، تارے اور پارے کے تین ہم قافیہ ٹکڑے زینت شعر بنے

ہوئے ہیں۔

(۴) لب پر آجاتا ہے جب نام جناب، منہ میں گھل جاتا ہے شہد نایاب

وجد میں ہو کے ہم اے جاں جناب، اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

اس شعر میں جناب، نایاب اور بیتاب کے قافیہ کے ساتھ تین جملے ہیں۔

(۵) اپنے دل کا ہے انہیں سے آرام، سوئے ہیں اپنے انہیں کو سب کام

لو لگی ہے کہ اب اس در کے غلام، چارہ در و رضا کرتے ہیں

اس شعر میں آرام، کام اور غلام کی قافیہ بندی کے ساتھ تین ٹکڑے شعر کے حسن



و جمال میں اضافہ کر رہے ہیں۔

اس نعت شریف کے تمام اشعار مذکورہ طور پر ہم قافیہ تین تین ٹکڑوں کے ساتھ نظم کئے گئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کی یہی ایک نعت شریف ہی صنعتِ مستط میں تمام شعراء اردو ادب کے کلام پر حاوی ہے۔

### ○ حضرت رضا کا صنعتِ مستط میں عظیم شاہکار:-

صنعتِ مستط کی مثال میں اردو ادب کے شہرہ آفاق اور نامور شاعروں کے دیوان سے کوئی غزل پیش کرنے کے لئے ہم نے ان شاعروں کے دیوان کی گہری نظر سے اوراق گردانی کی تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم کسی صحرا میں بیٹھے پانی کے چشمہ کی جستجو میں بھٹک رہے ہیں۔ بڑی مشکل سے جگر مراد آبادی اور ٹکلیل بدایونی کے کلام میں غیر تسلی بخش مثالیں نظر آئیں۔ صحرا میں سرد اور شیریں پانی کی تلاش میں مارے مارے پھرنے والے کو جس طرح تلخ اور گولے پانی سے سبکدوش ہونا پڑتا ہے، اسی طرح ہم کو بھی ان غزلوں سے سبکدوش ہونا پڑا۔ لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں اس صنعت کی مثال نظم کی جستجو کی زحمت ہی نہ ہوئی۔ حضرت رضا کے کلام میں اس صنعت کی اتنی بہتات اور کثرت ہے کہ تلاش و جستجو کی حاجت نہیں۔ جس طرح شیریں اور شفاف پانی سے ٹھانھیں مارتے ہوئے دریا کے لب ساحل استادہ شخص کو پانی کی تلاش کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ پانی کی موجیں خود اُچھل اُچھل کر اس تک رساں ہوتی ہیں۔ اسی طرح حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دیوان سمندرِ عشق کی موجیں صنعتِ مستط جیسی کئی صنعت کے گوہرِ شاداب کے ہمراہ خود پیش قدمی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان میں ایک نعت شریف صنعتِ مستط میں ۲۵ رباعیوں اشعار پر مشتمل ہے۔ وہ نعت پیش خدمت ہے:-

(۱) زمین و زماں تمہارے لئے، مکیں و مکاں تمہارے لئے

چمن و چٹاں تمہارے لئے، بنے دو جہاں تمہارے لئے



یہ شعر نعت کا پہلا شعر ہے لہذا مطلع کی رعایت کرتے ہوئے اس شعر میں زماں، مکاں، چناں اور جہاں چار ہم قافیہ ٹکڑوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس نعت کے چند مزید اشعار ملاحظہ فرمائیں:-

(۲) فرشتے خدم، رسول حشم، تمام اُمم، غلامِ کرم

وجود و عدم، حدوث و قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے

صنعت مستط کے لحاظ سے اس شعر میں حشم، کرم اور قدم ہم قافیہ کے ساتھ تین ٹکڑے آنے ضروری تھے اور ان تین ٹکڑوں کے لیے تین قافیہ لازمی تھے لیکن حضرت رضائے اس شعر میں تین قافیوں کے بجائے خدم، حشم، اُمم، کرم، عدم اور قدم کل چھ قافیے ایسے حسین انداز میں نظم فرمائے ہیں کہ کسی بھی شاعر کے کلام میں ایسا بامعنی اور باوقار شعر نہیں پایا جاتا، ایسا لگتا ہے کہ حضرت رضا کو قافیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی بلکہ قافیے پھل پھل کر ازخ و کلک رضا پر ثار ہونے چلے آتے تھے۔

(۳) اصالت کل، امامت کل، سیادت کل، امارت کل

حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

اس شعر میں بجائے تین آ کے چھ قافیے استعمال کئے گئے ہیں

(۴) کلیم و نجی، مسیح و صفی، خلیل و رضی، رسول و نبی

عتیق و وصی، غنی و علی، ثا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعت مستط کے ہم قافیہ تین ٹکڑوں میں تین قافیوں کی ضرورت تھی لیکن حضرت رضا بریلوی نے کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے تین کے بجائے نجی، صفی، رضی، نبی، وصی، غنی اور علی کل سات قافیوں کا التزام فرما کر فن و ادب کے ماہرین کو ششدر کر دیا۔

(۵) جنان میں چمن، چمن میں سمن، سمن میں بھجن، بھجن میں دلہن

سزائے محن یہ ایسے فن، یہ امن و اماں تمہارے لئے

اس شعر میں مستقل ہم وزن قافیہ کے علاوہ تین زائد قافیوں کی ضرورت تھی لیکن



حضرت رضائے تین کے بجائے چمن، چمن، سمن، سمن، پھمن، پھمن، دہمن، دہمن، سمن۔ کل نو الفاظ ہم قافیہ استعمال فرما کر اپنی قادر الکلامی کا پرچم نصب فرما دیا ہے۔ مقطع پیش خدمت ہے:

(۶) صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے

لوا کے تلے ٹا میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

اس شعر میں صنعتِ مستط کے لوازمات کے تحت مستقل قافیہ کے علاوہ تین حرید قافیہ درکار تھے لیکن حضرت رضائے تین کے بجائے چلے، پھلے، کھلے، بھلے، تلے، اور کھلے کل چھ قافیہ نظم فرما کر ملکِ سخن میں اپنی شاہانہ شان قائم فرمادی ہے۔

مختصر یہ کہ ۲۵ اشعار پر مشتمل اس نعت شریف میں غزل کے لوازمات کے تحت مستقل طور پر آنے والے قافیوں کے علاوہ صنعتِ مستط کے لوازمات کے تحت کل پچتر (۷۵) زائد قافیوں کی ضرورت تھی۔ لیکن حضرت رضائے پوری نعت شریف میں بجائے پچتر (۷۵) کے ایک سو پچاس (۱۵۰) قافیوں کا استعمال فرما کر دنیائے ادب کے ناموروں کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

● حضرت رضا کے کلام میں حیرت ہی حیرت :-

یہاں تک کی گفتگو میں صنعتِ مستط میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو نعتوں کا ذکر ہوا۔ ان میں سے ایک نعت ۷۱ اشعار پر اور دوسری نعت ۲۵ اشعار پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں صنعتِ مستط میں ایک نعت ستائیس (۲۷) اشعار کی پائی جاتی ہے۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) نظر اک چمن سے دو چار ہے، نہ چمن چمن بھی ثار ہے

عجب اُس کے گل کی بہار ہے، کہ بہار بلبل زار ہے



مطلع کے اس شعر میں دو چار، ثار، بہار (بست)، بہار (خوشی) اور زار کل پانچ قافیوں کا استعمال ہوا ہے اور شعر کا ہر مصرعہ دو ٹکڑوں کا ہے۔ یعنی شعر چار ٹکڑوں سے مرکب ہے۔

(۲) یہ سمن، یہ سون و یامن، یہ بنفشہ سنبل و نستر  
گل و سر و لالہ بھرا چمن، وہی ایک جلوہ ہزار ہے  
اس شعر میں صنعتِ مستط کے تحت تین ہم قافیہ زائد الفاظ درکار تھے لیکن حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بجائے تین زائد قافیوں کے سمن، سون، یامن، نستر اور چمن پانچ قافیوں کا استعمال فرمایا ہے۔

(۳) یہ صبا سنک، وہ کلی چنک، یہ زباں چنک، لب جو جھلک  
یہ مہک جھلک یہ چنک دمک، سب اسی کے دم کی بہار ہے  
اس شعر میں لازمی تین ۳ زائد قوافی کے بجائے سنک، چنک، چنک، مہک، جھلک، چنک، اور دمک آٹھ ۸ زائد قوافی مستعمل کئے گئے ہیں۔

(۴) وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے، کہ عدد کے سینہ میں غار ہے  
کے چارہ جوئی کا وار ہے، کہ یہ وار، وار سے پار ہے  
اس شعر میں مار، غار، وار (حوصلہ) وار (زخم) وار (بھرتا) اور پار، کل چھ ۶ قافیوں کا استعمال کیا گیا ہے۔ ستائیس اشعار پر مشتمل اس نعت کا ہر شعر فنِ وادب کا ایسا نمونہ ہے کہ جس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ اشعار میں الفاظ کا ربط، جملوں کی روانی، مضمون کی عمدگی، بیان کے انداز کی ندرت، اور کلمات کی جدت وغیرہ اوصاف و محاسن کے اظہار کے لئے کما حقہ موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ آئیے! مذکورہ تین نعت کے علاوہ حضرت رضا کی ایک بے مثال نعت دیکھیں:-

○ فضل الہی کے بغیر ممکن ہی نہیں:-

مذکورہ تین نعتیں بربان اردو ہیں۔ حالانکہ اردو زبان میں بھی صنعتِ مستط میں تخلیق



نظم میں اچھے اچھے شاعروں کے پسینے چھوٹ جاتے ہیں لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ کمال ہے کہ آپ نے اپنی مشہور نعت جو صنعت تلمیع (مقطع مکشوف) میں ہے۔ اس چار زبان والی مشہور نعت میں بھی صنعت مستط کا استعمال کیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے عربی، فارسی، ہندی (بھوجپوری) اور اردو چار زبانوں سے مرکب ایک نعت نظم فرمائی ہے۔ اس نعت کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ جس کا مطلع ہے:

(۱) لم یسات نظیرک فی نظر، مثل تو نہ شدید ا جانا

جگ راج کو تاج تورے سر سو، ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا

اس نعت کے کل دس (۱۰) اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے تمام اشعار میں صنعت مستط پائی جاتی ہے۔ مثلاً:-

(۲) البحر علا والموج طفی، من یکس وطوقاں ہو شربا

منجد حار میں ہوں بگڑی ہے ہوا، موری تیا پار لگا جانا

اس شعر میں ● طفی ● ہو شربا اور ● ہوا تین ٹکڑوں کے آخر میں مزید قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) لنافی عطش و مسخک لقم، مائے گیسوئے پاک لے کر

برسن ہارے رم جھم رم جھم، دو بوند ادھر بھی گرا جانا

اس شعر میں پہلے ٹکڑے کے آخر میں ”اتم“ دوسرے ٹکڑے کے آخر میں ”کرم“ اور تیسرے ٹکڑے کے آخر میں ”رم جھم“ صنعت مستط کے تحت تین مزید قافیوں کی حیثیت سے ہیں۔

(۴) یا قافلتنی زیدی اجلک، رتے بر حسرت تشنہ لبک

مورا جیرا رتے درک درک، طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ● اجلک ● لبک اور ● درک صنعت مستط کے تحت مزید قافیہ کی حیثیت سے وارد ہوئے ہیں۔



حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان پر اللہ اور اللہ کے محبوب (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا خاص فضل و کرم تھا کہ آپ نے وہ علمی جو ہر دکھائے ہیں جو عام طور پر کسب و تعلم سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ علم لدنی کے ذریعہ وہی ہوتے ہیں۔ دیگر شعراء کے کلام صرف اردو زبان میں صنعت مستط میں خزاں رسیدہ معلوم ہوتے ہیں لیکن حضرت رضا کا کلام چاہے جس زبان میں ہو، بہار نو کے شاداب پھولوں کی طرح مہک رہا ہے۔ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ چار زبانوں سے مشترک نظم میں صنعت مستط میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی بھی شاعر کی ایک غزل تو کیا بلکہ ایک شعر بھی نہیں پایا جاتا اور نہ ہی مستقبل میں دور تک پایا جائے گا۔ جو شعراء عشق مجازی میں زیبا، نازیبا، روا، ناروا بلکہ شریعت کی سرحد کو پھلانگ کر آزادانہ تخیل کے اشعار کہہ گئے ہیں اور ان شعراء کو صفِ اول کے اردو شعراء میں شمار کرانے میں جن کے پاؤں زمین پر نہیں رہتے، ہم اُن اہل ادب سے عرض کرتے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا ایک شاعر تو دکھلاؤ! جو ہر صنعت میں کمال مہارت کا دھنی ہو۔ مذہبی علوم اور عشق رسول کی حیثیت سے نہیں بلکہ اردو ادب اور فنِ شاعری کے اعتبار سے بھی حضرت رضا کا کوئی مدّ مقابل نظر نہیں آتا۔

### ● صنعت مستط میں حضرت رضا کی ایک اور نعت:-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صنعتِ مستزاد میں ایک حمد نظم فرمائی ہے۔ یہ حمد بھی ملک و بیرون ملک کے گوشے گوشے میں گونج رہی ہے۔ ملاحظہ ہو:-

(۱) وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا  
ہمیں بھیک مانگنے کو، تیرا آستان بتایا تجھے حمد ہے خدایا  
اس حمد میں کل پندرہ اشعار ہیں۔ مطلع کے بعد کے بقیہ چودہ اشعار میں صنعتِ مستط ایک دلکش انداز میں پائی جاتی ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-

(۲) تمہیں حاکم برایا، تمہیں قاسم عطایا  
تمہیں دافع بلایا، تمہیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا



اس شعر میں شروع کے تین ٹکڑوں کے آخر میں بالترتیب ● برایا ● عطایا اور ● بلایا کے الفاظ صنعت مستط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۳) کبھی وہ تپک کہ آتش، کبھی وہ فپک کہ بارش  
کبھی وہ ہجوم ٹالش، کوئی جانے ابر چھایا بڑی کوششوں سے آیا  
اس شعر میں ● آتش، بارش اور ● ٹالش شروع کے تین ٹکڑوں میں بالترتیب زائد قافیہ کی حیثیت سے صنعت مستط کے تحت وارد ہوئے ہیں۔

(۴) کبھی وہ چپک کہ بلبل، کبھی وہ مہک کہ خود گل  
کبھی وہ لہک کہ بالکل، جمن جنان کھلایا گل قدس لہلہایا  
اس شعر میں ● بلبل ● گل اور ● بالکل صنعت مستط کے تحت زائد قافیہ کی حیثیت سے استعمال کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں چپک، مہک اور لہک کی مزید قافیہ بندی نے شعر میں ندرت پیدا کر دی ہے۔

اس نعت کا ہر شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا اور قابل دید ہے۔ اس نعت کے دو اشعار میں تو صنعت مستط کے ساتھ صنعت مستزاد، صنعت اقتباس، صنعت تلمیح، صنعت حسن طلب، صنعت مقلوب، وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ ایک شعر میں اتنی کثیر تعداد میں صنعت کو جمع کر دینا اور شعر کے اوزان و ابھار کو برقرار رکھتے ہوئے شعر کے حسن کو دوبالا کرنا بازوچہ اطفال نہیں اور نہ ہی یہ ہر کسی سے ممکن ہے۔ یہ تو حضرت رضا کا خاصہ اور کمال ہے کہ چھوٹی سی ڈیپا میں بڑا خزانہ بند کر دیا۔ **يا ذاك فضل الله**۔

### ● قصیدہ معراج میں صنعت مستط :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ”تہنیت شادی اسرا“ کے نام سے قصیدہ معراج قلم بند فرمایا ہے۔ اس میں صنعت مستط کے تینتیس ۳۳ اشعار پائے جاتے ہیں چند اشعار پیش خدمت ہیں :-

بچا جو تلوؤں کا اُن کے دھوون، بناوہ جُست کارنگ و روغن



جنہوں نے دولہا کی پانی اُترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے  
 شعر کے پہلے تین ٹکڑے ● دھوون ● روغن اور ● اُترن کے زائد ہم قافیہ سے موزین ہیں۔  
 ■ نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سر، عیاں ہوں معنی اول آخر  
 کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر، جو سلطنت آگے کر گئے تھے  
 شعر کے شروع کے تین ٹکڑے ● سر ● آخر اور ● حاضر کے زائد قافیوں کے ساتھ  
 نظم کئے گئے ہیں۔

■ ادھر سے یہم تقاضے آتا، ادھر تھا مشکل قدم بڑھانا  
 جلال و ہیبت کا سامنا تھا، جمال و رحمت ابھارتے تھے  
 صفتِ مستط کے تحت ● آتا ● بڑھانا اور ● تھا کے زائد قافیے شعر کے ابتدائی تین  
 ٹکڑوں میں ہیں۔

■ وہ برج بطحا کا ماہ پارہ، بہشت کی سیر کو سدھارا  
 چمک پہ تھا خلد کا ستارہ، کہ اس قمر کے قدم گئے تھے  
 اس شعر کے شروع کے تین ٹکڑوں میں ہم قافیہ الفاظ ● پارہ ● سدھارا اور ● ستارہ  
 وارد ہیں۔

● صنعتِ مستط میں حضرت رضا کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ سب کا تذکرہ  
 ممکن نہیں لہذا ان اشعار کی طرف صرف اشارہ کرتے ہیں:-

- |   |          |
|---|----------|
| ■ ”پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں“ اس نعت میں | ۱۳ اشعار |
| ■ ”ہے کلامِ الہی میں شمسِ دہلی“                             | ۵ اشعار  |
| ■ ”بندہ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر“                  | منقبت // |
| ■ ”درخِ دن ہے یا مہرِ سماں“                                 | نعت //   |
| ■ ”اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ“                               | // //    |
| ■ ”صبحِ طیبہ میں ہوئی بٹنا ہے بازہ نور کا“                  | قصیدہ // |



■ ”کعبہ کے بدرالمنی تم پہ کروڑوں درود“ // // ۴ اشعار

مختصر یہ کہ حضرت رضائے تن تھا صنعت مستط میں جتنے اشعار نظم فرمائے ہیں، اتنے اشعار اردو ادب کے نامور شاعروں کی ایک جماعت مجموعی طور پر بھی نظم نہیں کر سکی۔ راقم الحروف نے مجلس اور سرسری نظر سے حضرت رضا کے نعتیہ دیوان کا طائرانہ معائنہ کیا تو ایک سو بہتر (۱۷۲) اشعار صنعت مستط میں پائے۔ اگر بنظر عمیق کوئی ورق گردانی کرے تو یہ تعداد متجاوز ہو سکتی ہے۔ صرف ایک صنعت میں اتنی کثرت سے اشعار واقعی ایک انفرادی حیثیت اور قادر الکلامی کی بین دلیل ہے۔

## (۳۵) ”صَنَعَتِ عَزْلُ الشُّفَتَيْنِ“

وہ اشعار کہ جن میں ایسے الفاظ کا استعمال کیا جائے کہ شعر پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ الگ رہیں یعنی ہر لفظ پر لب سے لب الگ رہیں۔ اس صنعت کو ”وَاِصْنَعِ الشُّفَتَيْنِ“ بھی کہتے ہیں۔

یہ ایک بہت ہی مشکل صنعت ہے۔ کیونکہ حروف جھ کے وہ حروف کہ جن کو ادا کرتے وقت لب سے لب ملتا ہے، ایسے حروف والے الفاظ کو مطلقاً ترک کر کے شعر کہنا بہت مشکل مرحلہ ہے۔ کیونکہ ایسے الفاظ کے عدم استعمال کی صورت میں تحملہ بندی، اظہار بیان، شعر کا وزن وغیرہ ضروری لوازمات کی رعایت کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی مشکل سے پائے جاتے ہیں۔ ہم نے اس صنعت میں اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کے اشعار ڈھونڈنے کے شوق میں مسلسل دوشب کی بیداری کی مشقت برداشت کر کے ● مرزا غالب ● فانی بدایونی ● فیض احمد فیض اور ● کلیل بدایونی کے دیوان ”الف“ سے لے کر ”ی“ تک پڑھ ڈالے۔ ایک ایک شعر کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا، تو ہم نے حسب ذیل نتیجہ پایا یعنی صنعت



عزل الشغنین میں مذکورہ شعراء کے دیوان سے حسب ذیل تعداد میں اشعار پائے۔

## ”مرزا غالب“

مرزا غالب کے دیوان میں صرف پانچ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی کسی ایک غزل میں نہیں بلکہ متفرق غزلوں میں ایک ایک شعر کے پائے جاتے ہیں۔ ۳۱۲ صفحات پر مشتمل مرزا غالب کے دیوان کی ۲۳۲ غزلیں، ۷۱ قطعات، ۱۸ رباعیات، دو دیگر صنعتیں مثلاً قصائد، منقبت، و متفرق اشعار کا ہم نے ایک ایک لفظ بغور پڑھا۔ گمان تو یہ تھا کہ غالب صاحب کے دیوان میں اس صنعت کے اشعار کافی تعداد میں ہوں گے لیکن پورے دیوان سے لے دے کر صرف پانچ اشعار ہی دستیاب ہوئے۔ غالب صاحب کے تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

- جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی ÷ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو (غزل نمبر ۲۶)
  - یار سے چھیڑ چلی جائے اسد ÷ گر نہیں وصل تو حسرت ہی کی (غزل نمبر ۱۳۶)
  - دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے ÷ آخر اس درد کی دوا کیا ہے (غزل نمبر ۱۶۰)
- مذکورہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ پورا شعر پڑھنے کے دوران کسی بھی حرف یا لفظ کے تلفظ میں پڑھنے والے کے ہونٹ نہیں ملیں گے یعنی لب سے لب مس نہیں ہوگا۔

## ”قانی بدایونی“

قانی بدایونی کا دیوان جو ”کلیات قانی“ کے نام سے ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کی ۳۸۱ غزلیں، نظمیں، مخمس، ۷۱ قطعات، ۸۸ رباعیات اور دیوان کے آخر میں مطبوعہ تقریباً ایک سو کے قریب متفرق اشعار کو ہم نے بہت ہی آہستہ آہستہ، رک رک کر، غور و فکر کرتے ہوئے بنظر مہینق پڑھا۔ قانی بدایونی کے وسیع الخلق دیوان سے صرف سترہ



۷۱ اشعار غزل الشعین کی صنعت میں پائے گئے۔ لیکن وہ بھی متفرق طور پر۔ اس صنعت میں قافی صاحب کی کوئی پوری غزل نہیں۔ بلکہ متفرق غزلوں سے ایک ایک شعر کر کے کل ۷۱ اشعار پورے دیوان میں پائے جاتے ہیں۔ بڑی محنت و مشقت کر کے قافی صاحب کے دیوان کا ایک ایک لفظ مطالعہ کیا لیکن مذکورہ تعداد میں ہی اشعار ملے۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:

- دیکھا نہیں وہ جلوہ جو دیکھا ہوا سا ہے
- اس طرح وہ عیاں ہیں کہ گویا عیاں نہیں (کلیات قافی، ص ۱۳۱)
- کچھ حیرت کے آثار سے ہیں، کچھ دل سا ٹھہرا جاتا ہے
- دشت سے گزرے جاتے ہیں انداز ترے دیوانے کے (کلیات قافی، ص ۲۰۵)
- شیوہ عاشقی ہے یہ، حاصل زعمی ہے یہ
- آہ جگر گداز کھینچ، ملے دل خراش کو (کلیات قافی، ص ۹۹)
- دل خوگر اندوہ ہے، کیا وصل سے خوش ہو
- ہر چند کہ ناشاد نہیں، شاد نہیں ہے (کلیات قافی، ص ۲۲۵)
- مذکورہ اشعار میں یہ کمال ہے کہ ان اشعار کو پڑھنے والے کے دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے نہیں ٹس ہوں گے۔

## فیض احمد فیض

فیض احمد فیض کے دیوان (۱) نقش فریادی (۲) دستِ مبارک (۳) دستِ بزرگ (۴) سر وادی سینا اور (۵) زنداں نامہ کا مجموعہ ”کلیات فیض“ جو ۲۲۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی کثیر التعداد جلیقات سے صرف چار اشعار صحتِ واضح الشعین کے پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف دو اشعار پیش خدمت ہیں:-



- قصہ سازشِ اغیار کہوں یا نہ کہوں
- ہلکوة یا طرحدار کروں یا نہ کروں (کلیات فیض، ص ۸۲)
- تیری صورت جو دل نشیں کی ہے
- آشنا شکل ہر حسیں کی ہے (کلیات فیض، ص ۱۰۶)

## ”دھکیل بدایونی“

دھکیل بدایونی کے دیوان (۱) رعنایاں (۲) صنم و حرم (۳) شبستان اور (۴) رنگینیاں کا مجموعہ ”کلیات دھکیل“ جو ۳۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس دیوان کو بھی ہم نے سابق الذکر دیوانوں کی طرح پڑھا۔ لیکن دھکیل بدایونی صاحب کے دیوان میں صرف تیرہ اشعار اس صنعت میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں صرف تین اشعار پیش خدمت ہیں:-

- نظر سے قید تعین اٹھائی جاتی ہے
- تھکی رُخ جاں دکھائی جاتی ہے (کلیات دھکیل، ص ۱۰۸)
- ذرا حضرتِ دل کی جرأت تو دیکھو
- یہ نظارہ حُسنِ جاں کریں گے (کلیات دھکیل، ص ۵۸۷)
- کسی کا وہ چہرے سے آنچل اٹھاتا
- کسی کا کسی سے نگاہیں پُراتا (کلیات دھکیل، ص ۹۱)

مذکورہ اشعار پڑھتے وقت دونوں لب ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ ارادہ تو یہ تھا کہ مذکورہ چار نغور شعراء کے علاوہ دیگر شعراء کے کلام کا بھی جائزہ لیں لیکن وقت کی عجلت، مضمون کی طوالت اور کم ہمتی نے حوصلہ افزائی نہ کی لہذا ان چار شعراء کے کلام پر ہی اکتفا کیا ہے۔ حالانکہ ان کے کلام کے جائزے سے اندازہ آ گیا کہ اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کے کلام میں صنعتِ واسع الشفقین کی کیا پوزیشن ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جن



کے کلام کا جائزہ پیش کیا ہے وہ اردو ادب کے شعراء کی فہرست میں صفِ اول کے نامور شعراء کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اب ہم حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان کی طرف رجوع کریں۔ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ کوئی زیادہ ضخامت پر مشتمل نہیں۔ لیکن حضرت رضا کا دیوان باعتبار ضخامت نہیں بلکہ باعتبار وقار و کمال فن تمام شعراء اردو ادب کے کلام پر بھاری ہے۔

### ○ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں صنعت و اسرار العظیمین :-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۲ اشعار پر مشتمل ایک نعت شریف نظم فرمائی ہے۔ اس نعت شریف میں یہ خوبی ہے کہ پوری نعت پڑھ جائے۔ کسی شعر کے کسی لفظ پر ہونٹ سے ہونٹ مس نہ ہوگا۔ وہ نعت شریف ذیل میں درج ہے:

- (۱) سید کونین سلطانِ جہاں ÷ قلن یزداں، شادِ دیں، عرش آستاں
- (۲) کل سے اعلیٰ، کل سے ادنیٰ، کل کی جان ÷ کل کے آقا، کل کے ہادی، کل کی شان
- (۳) دلکشا، دلکش، دل آرا، دلستان ÷ کانِ جان و جانِ جان و شانِ شاں
- (۴) ہر حکایت، ہر کنایت، ہر ادا ÷ ہر اشارت دل نشین و دل نشاں
- (۵) دل دے، دل کو جان، جاں کو نور دے ÷ اے جہانِ جان و اے جانِ جہاں
- (۶) آنکھ دے اور آنکھ کو دیدار نور ÷ روح دے اور روح کی راہِ جناں
- (۷) اللہ اللہ یاس اور اس آس سے ÷ اور یہ حضرت، یہ در، یہ آستاں
- (۸) تو نہ تھا تو کچھ نہ تھا، مگر تو نہ ہو ÷ کچھ نہ ہو، تو ہی تو ہے جانِ جہاں
- (۹) تو ثنا کو ہے، ثنا تیرے لئے ÷ ہے ثنا تیری ہی دیگر داستاں
- (۱۰) تو ہو داتا اور ادوں سے رجا ÷ تو ہو آقا اور یادِ دیگران
- (۱۱) التجا اس شرکِ دثر سے دور رکھ ÷ ہو رضا تیرا ہی، غیر از این و آن



(۱۲) جس طرح ہونٹ اس غزل سے دور ہیں ÷ دل سے یوں ہی دور ہو ہر غن و ظاں

صنعت واسع الشغنین میں اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار تو ضرور ملتے ہیں لیکن اس صنعت میں پوری غزل کسی کے بھی کلام میں نہیں پائی جاتی۔

● حضرت رضا بریلوی کے کلام میں اس صنعت کے متفرق اشعار:-

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں صنعت واسع الشغنین کے کل کتنے اشعار ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے ہم نے ”حدائق بخشش“ میں مرقوم اردو کلام کا ایک ایک لفظ پڑھا، تو مذکورہ نعت شریف کے ۱۲ اشعار کے علاوہ دیگر ۱۵ اشعار اس صنعت میں پائے گئے۔ یعنی حضرت رضا بریلوی کے صرف اردو کلام میں اس صنعت کے کل ستائیس (۲۷) اشعار ہیں۔ وہ متفرق پندرہ (۱۵) اشعار پیش خدمت ہیں:-

(۱) دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرہ تیرا

(۲) وہ تو چھوٹا ہی کہا چاہیں کہ ہیں زیرِ خضیف

اور ہر اوج سے اونچا ہے ستارہ تیرا

(۳) آنکھیں رو رو کے سجانے والے

جانے والے نہیں آنے والے

(۴) کوئی ان تیز روؤں سے کہہ دو

کس کے ہو کر رہیں تھکنے والے

(۵) دور جانا ہے رہا دن تھوڑا

راہ دشوار ہے کیا ہوتا ہے

(۶) اک ترے رخ کی روشنی چمکن ہے دو جہان کی

انس کا انس اُسی سے ہے، جان کی وہی جان ہے

(۷) وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو



جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے  
(۸) ذکرِ خدا جز اُن سے جدا چاہو نجدیو

واللہ ذکر حق نہیں کنجی ستر کی ہے  
(۹) یہ حق کی تواضع کا تقاضا ہی نہیں

تصویر کھینچے ان کو گوارا ہی نہیں  
(۱۰) تو ہے سایہ نور کا، ہر عضو کھڑا نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا، ہے نہ سایہ نور کا  
(۱۱) جو سر دے کر ترا سودا خریدے

خدا دے محل وہ عاقل ہے یا غوث  
(۱۲) غذائے وق بھی خوں استخوان گوشت

یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث  
(۱۳) قصر ”دنی“ تک کس کی رسائی

جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں  
(حدائقِ بخشہ ۳، ص ۵۲)

(۱۴) جس کو کوئی نہ گھلوا سکا  
وہ زنجیر ہلاتے یہ ہیں

(حدائقِ بخشہ ۳، ص ۵۲)

(۱۵) کیوں نہ ہو سینہ کشادہ دلکشا  
حاشیہ ہے شرح صدر شاہ کا

(حدائقِ بخشہ ۳، ص ۸۴)

مذکورہ چندرہ اشعار میں یہ خوبی ہے کہ ان اشعار کو پڑھتے وقت کسی بھی لفظ پر پڑھنے والے کے ہونٹ ایک دوسرے سے جدا رہیں گے۔ ناظرین کرام فن و ادب کے اعتبار



سے حضرت رضا اور دیگر شعرائے اردو ادب کا تقابلی اور توازنی جائزہ لیں اور فیصلہ کریں کہ فنِ وادب میں کس کا مقام اعلیٰ وارفع ہے۔

## (۳۶) ”صَنَعَتِ اِيْهَامُ“

اصطلاح شعر میں وہ صنعت جس میں شاعر اپنے کلام میں ایک ایسا لفظ لائے جس کے دو معنی ہوں۔ ایک معنی قریب کے اور دوسرے معنی بعید کے ہوں۔ سننے والے کا خیال قریب کے معنی کی طرف جائے لیکن شاعر بعید کے معنی مراد لے۔

(فیروز اللغات، ص ۱۵۲) [ Suspicion, doubt ]

اس صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور ان اشعار میں صنعت ایہام کا استعمال کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ذو معنی الفاظ (Double meaning words) کا ایسے حسین انداز میں استعمال فرمایا ہے کہ زبان سے بے ساختہ آفرین آفرین کے الفاظ نکل پڑتے ہیں۔ چند اشعار بطور مثال پیش خدمت ہیں:-

● حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں:-

(۱) خورِ جاناں ستم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا

چھیڑ کے پردہ حجاز دیس کی چیز گائی کیوں

یہ شعر اتنا وسیع المعنی ہے کہ اس کی بالتفصیل وضاحت یہاں ممکن نہیں۔ اس شعر کے

مصرعہ ثانی میں ”پردہ حجاز“ کا جو کلمہ ہے اس سے عموماً ”حجاز کا پردہ“ سننے والا مراد لیتا ہے

لیکن یہاں پر ”پردہ حجاز“ سے مراد حجاز یعنی عرب کا پردہ نہیں بلکہ ”پردہ حجاز“ موسیقی کی ایک

دھن ہے۔ اسی طرح مصرعہ ثانی میں ”دیس“ کا لفظ ہے۔ عموماً دیس کے معنی ملک، وطن یا

علاقہ لیا جاتا ہے لیکن یہاں ”دیس“ وطن یا ملک کے معنی میں نہیں بلکہ دیس یعنی ”ایک راگ



کا نام، جو نصف شب کے وقت گایا جاتا ہے۔ (فیروز اللغات، ص ۶۷۱) پردہ = حجاب، راگ، آلاپ (فیروز اللغات، ص ۲۸۸)۔ لہذا اس شعر میں پردہ حجاز موسیقی کی ایک ذہن یعنی آلاپ یعنی سر کے معنی میں ہے، اسی طرح دیس بھی۔ اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علم اور علوم عامہ میں مہارت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کو علوم عامہ (General knowledge) میں اتنی وسیع معلومات حاصل تھی کہ فن موسیقی میں ”دیس“ راگ کے مقابلہ میں ”پردہ حجاز“ راگ اونچا اور اعلیٰ راگ ہے۔ یہ حقیقت آپ کو معلوم تھی، اسی لئے تو شعر میں فرمایا ہے کہ پردہ حجاز کا راگ چھیڑنے کے بعد اس راگ سے ہلکا راگ ”دیس“ کیوں گاتے ہو۔

(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا

جان کی اکیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

اس شعر کے مصرعہ اولیٰ میں لفظ ”عشق“ اور لفظ ”سونا“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر سننے یا پڑھنے والے کا خیال ”عشق“ کے معنی میں اُلفت، محبت، پیار وغیرہ کی طرف اور ”سونا“ کے معنی میں نیند کرنا (Sleep) کے معنی کی طرف جائے گا۔ بظاہر شعر کے معنی بھی ان معنوں پر صحیح ہیں کہ عشق میں خاک ہو کر اب قبر میں آرام سے سونا یعنی نیند کرنا میسر ہوا لیکن حضرت رضائے لفظ ”عشق“ سے مراد محبت و اُلفت نہیں بلکہ ”عشق بیجاں“ لیا ہے۔ علم کیا (Chemistry) میں سیسب یعنی پارہ (Mercury) کو سونا یعنی طلا (Gold) میں تبدیل کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پارے کو ”عشق بیجاں“ نام کی نیل کے چوں پر رکھ کر جلا کر خاک کر دیتے ہیں۔ نتیجہ پارہ سونے میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ عشق بیجاں کے معنی میں وارد ہے کہ ”ایک نیل جس کا پھول سرخ اور چیاں باریک ہوتی ہیں۔ فیروز اللغات، ص ۸۹۷) اس شعر میں جو لفظ ”سونا“ ہے اس سے مراد زرِ طلا یعنی گولڈ ہے۔

(۳) نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا

ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا



ذوالنورین حضرت امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے۔ شعر پڑھنے والے کا خیال اس طرف جائے گا کہ نور یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے حضرت ذوالنورین کو دو شمالہ کا جوڑا یعنی ایک سی دو اونی چادریں ملیں۔ دو شمالہ یعنی پشینہ کی دوہری چادر۔ (فیروز اللغات، ص ۶۵۶) اور پشینہ یعنی اونی (Wool) کپڑا۔ (فیروز اللغات، ص ۶۹۸)۔ جوڑا یعنی ایک سی دو چیزیں (Pair) اس شعر سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مراد نہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے پشینہ کی دوہری چادر دو عدد ملیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اُن کے عقد میں حضور اقدس کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں۔ یہاں جوڑا سے مراد زوجہ یعنی بیوی ہے۔

اس صنعت میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار اتنی کثرت سے ہیں کہ بلا کسی وضاحت و تشریح صرف اشعار پیش کرنا بھی دشوار ہے۔ اس صنعت میں حضرت رضا کے اشعار یکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ خصوصاً قصہ سوم میں علم ہیئات و نجوم کی اصطلاح میں جو نعتیہ قصیدہ ہے، وہ قصیدہ اس صنعت کے اشعار سے جھلک رہا ہے۔ ناظرین کی خیافت طبع کی خاطر چند اشعار ”حدائق بخشش“ حصہ اول و دوم سے پیش کر رہے ہیں لیکن بلا کسی تبصرے اور تفصیل کے صرف رواں رواں پیش کر رہے ہیں:-

(۴) صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلاخی تیری

شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں نچرا تیرا

(۵) ہوئی کم خوابی ہجراں میں ساتوں پردے کنواری

تصور خوب باعدھا آنکھوں نے استاد تربت کا

(۶) چرخ پر چڑھتے ہی چاندی میں سیاحی آگئی

کر چکی ہیں بدر کو نکال باہر ایڑیاں

(۷) اشک برساؤں چلے کوچہ جاناں سے نسیم

یا خدا جلد کہیں نکلے بخار دامن



(۸) کیوں مالہ سوز نے کروں، کیوں خون دل پیوں

سج کہاں ہوں نہ میں جام شراب ہوں

(۹) بوئے کہاں سوختہ آتی ہے سے کٹو

تھلکا شراب چشت سے جام ابوالحسن

(۱۰) سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل

کیا کام جہنم کے دھڑے کو کھرے دل سے

(۱۱) ذبح ہوتے ہیں وطن سے پھڑے

دیس کیوں گاتے ہیں گانے والے

(۱۲) عرش کی محل دمک ہے چرخ میں آسمان ہے

جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے

(۱۳) نہ چوٹکا دن ہے ڈھلنے پر تری منزل ہوئی کھوئی

ارے او جانے والے خند یہ کب کی نکالی ہے

(۱۴) سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے

تو کہتا ہے خند ہے مٹھی تیری مت ہی زالی ہے

(۱۵) کچھ نعت کے طبعے کا عالم ہی نکالا ہے

سکتہ میں پڑی ہے محل چلر میں گماں آیا

مضمون کی طوالت کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو ادب کے نامور شعراء کے اشعار کا جائزہ

ترک کر کے صرف حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار ہی پیش کئے ہیں۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ صنعت ایہام کے اشعار جس کثرت سے حضرت رضا بریلوی رحمۃ

اللہ علیہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں، وہ کثرت تعداد دیگر شعراء کے کلام میں نہیں پائی

جاتی۔ علاوہ ازیں حضرت رضا کے کلام میں جس نفاست اور معنویت کے ساتھ ذوقی الفاظ

کا استعمال اور مراد پائی جاتی ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔



## (۳۷) "خَطِ تَوَام"

لفظ توام کے لغوی معنی ہیں جڑواں۔ ایک ساتھ کے پیدا شدہ بچے (فیروز اللغات، ص ۳۸۷)۔ اور عام طور پر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ایک ساتھ پیدا ہونے والے جڑواں بچے شکل، صورت اور میرت میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ اسی لغوی لفظ "توام" کے ساتھ لفظ "خط" کی اضافت کر کے "خط توام" ایجاد کیا گیا ہے۔ کیونکہ خط توام دو ورقوں میں ہوتا ہے اور دونوں اوراق میں صرف حروفِ حقّی منفرد طور پر لکھے ہوتے ہیں اور دونوں اوراق بنظر ظاہر بالکل مشابہ ہوتے ہیں۔

خط توام اس خط کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے عاشق و معشوق کے درمیان کے نازک ترین معاملات اور عشق و محبت کے راز اور پیغام ایک دوسرے تک پہنچائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں ملکی، فوجی، سیاسی اور حکومت سے تعلق رکھنے والے اور دیگر نوعیت کے اہم اور خفیہ راز اور احکام و فرامین بھی اس خط کے ذریعے پہنچائے جاتے ہیں کیونکہ اس خط کے طرزِ تحریر اور اس کے ارسال کے ضوابط کی وجہ سے افشاءِ راز کا اندیشہ نہیں ہوتا بلکہ پوشیدہ رہتے ہیں۔ خط و کتابت کا یہ طریقہ نہایت سلامت و محفوظ ہونے کی وجہ سے ازراہ احتیاط معاملات کی سنجیدگی اور اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے خط توام کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔

خط توام لکھنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے خط کا مضمون طے کیا جاتا ہے۔ پھر ایک کاغذ کے دو ٹکڑے کر کے اس مضمون کو ان دو ٹکڑوں میں اس طرح تقسیم کر دیا جاتا ہے کہ صفحہ نمبر ۱ پر مضمون کے جملے کے لفظ کا ایک حرف اور صفحہ نمبر ۲ پر دوسرا حرف لکھ دیا جاتا ہے۔ اسی ترکیب سے پورا مضمون خط ان دونوں ٹکڑوں میں لکھ کر پورا کیا جاتا ہے۔ پھر مکتوب الیہ کو ان میں کا ایک ٹکڑا پہلے بھیجا جاتا ہے۔ جب مکتوب الیہ کی طرف سے مکتوب منہ (خط لکھنے والے) کو اطلاع ملتی ہے کہ پہلا حصہ خیریت سے پہنچ گیا ہے، تب وہ دوسرا حصہ ارسال کرتا ہے۔



مکتوب الیہ دونوں ٹکڑے مل جانے پر دونوں کو ملا کر مضمون حل کر لیتا ہے۔ اس خط لکھنے کے کئی طریقے ہیں۔ قارئین کی آسانی کیلئے ہم ذیل میں ایک سہل طریقہ پیش کرتے ہیں:-



6	5	4	3	2	1
ا	ک م	م ن	ا ت	خ ن	م ب ب



6	5	4	3	2	1
و	ای ب	ی	م ح ن	ا	ح د

مذکورہ دو صفحات میں سے اگر کسی کے ہاتھ میں ایک صفحہ آگیا یا نامہ بر نے راہ میں خط کو لفافے سے نکال کر پڑھنے کی کوشش کی، تو اس کے پتے کچھ بھی نہ پڑے گا۔ لیکن مکتوب الیہ جو اس خط کے طور پر تھے سے واقف ہے، وہ دونوں ٹکڑوں کی وصولی پر آسانی سے خط مل کر لے گا۔

مندرجہ بالا جو دو ٹکڑے لکھے ہوئے ہیں، اس کو حل کرنے کی ترکیب یہ ہے۔ صفحہ اول اور صفحہ دوم میں خط کا مضمون دو حصوں میں لکھا ہوا ہے۔ دونوں مضمون پر نمبر ۱ سے نمبر ۱۵ تک کے کل چھ الفاظ ہیں۔ اس کو حل کرنے کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ہر لفظ کا پہلا حرف صفحہ اول سے لیا جائے اور دوسرا حرف صفحہ دوم سے لیا جائے۔ صفحہ اول کے لفظ نمبر ۱ کے کالم میں ”م“۔

ب۔ ب۔ ”حروف ہیں۔

صفحہ دوم کے لفظ نمبر ۱ کے کالم میں ”ح۔“ حروف ہیں۔

اب صفحہ اول سے پہلے حرف ”م“ کو اس کے بعد صفحہ دوم سے ”ح“ لو۔ پھر صفحہ اول سے ”ب“ لو۔ پھر صفحہ دوم سے ”و“ لو۔ پھر صفحہ اول سے ”ب“ لو۔ نتیجہ یہ آیا ”م۔ ح۔ ب۔ و۔ ب۔“ یعنی ”محبوب“۔ اس طریقے سے صفحہ اول اور دوم دونوں کے الفاظ کے کالم نمبر ۱ سے ”محبوب“ کا لفظ حاصل ہوا۔ اسی طریقے پر پھر صفحہ نمبر ۲ کے الفاظ نمبر ۲



سے حرف لینے کی ابتداء کر کے تمام الفاظ حل کریں گے تو حسب ذیل نتیجہ آئے گا:-

6	5	4	3	2	1
ھوا	کامیاب	میں	امتحان	خان	محبوب

6	5	4	3	2	1
ہوا	کامیاب	میں	امتحان	خان	محبوب

مذکورہ ترکیب سے صفحہ نمبر ۱ اور نمبر ۲ کو حل کرنے سے ”محبوب خان امتحان میں کامیاب ہوا“ کا جملہ حاصل ہوا۔ یعنی دو ٹکڑے جمع ہوئے اور اُن دونوں ٹکڑوں کو عارف یعنی جاننے والے کی نظر نے دیکھا، تو اُس نے دونوں ٹکڑوں کو ملا کر ایک مضمون حاصل کر لیا۔ اسی طرزِ خطِ توام میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایمان افروز مثال پیش کی ہے جو ذیل میں ملاحظہ ہو:

○ حضرت رضا فرماتے ہیں:-

ایک سینہ تک مشابہ، اک وہاں سے پاؤں تک  
حُسنِ بطلین اُن کے جاموں میں ہے نیا نور کا  
صاف شکلِ پاک ہے دونوں کے ملنے سے عیاں  
خطِ توام میں لکھا ہے یہ دو ورقہ نور کا

یعنی شہزادہ رسول، سیدنا سرکارِ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے نانا جان، حضور اقدس، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سینہ تک مشابہ تھے اور شہیدِ کربلا، دافعِ کرب و بلا، شہزادہ گل کوں قبا سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سینے سے لے کر پاؤں تک اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشابہ تھے۔ سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک جگہ ساتھ میں جمع کر دیا جائے، تو ان دونوں شہزادوں کو ایک ساتھ دیکھنے سے



حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پورا جسم اقدس اپنے پورے وجود نورانی کے ساتھ صاف اور نمایاں طور پر نظر آئے گا۔ یعنی جس طرح خط توام کے دو ٹکڑوں کو ملا دینے سے خط کا مضمون سامنے آ جاتا ہے، اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر کے دو نورانی ٹکڑوں کو ملا دینے سے حضور کا سراپا نظر آ جائے گا۔ اسی مضمون کو حضرت رضا بریلوی نے ایک نرالی ایمانی انداز میں اپنی رباعی میں اس طرح بیان کیا ہے:-

معدم نہ تھا سایہ شاو فکین  
اُس نور کی جلوہ گر تھی ذاتِ حسین  
تخیل نے اُس سایہ کے دو حصے کئے  
آدم سے حسن بنے ہیں آدم سے حسین

خط توام کے ذکر کے ساتھ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو دو اشعار نظم فرمائے ہیں، اس کی مثال میں اردو ادب میں کسی بھی شاعر کا ایسا شعر نہیں پایا جاتا۔ علاوہ ازیں حضرت رضائے دو شہزادوں کے ملانے پر ناتاجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سراپا نظر آنے کا جو تخیل بیان کیا ہے، ایسا تخیل عربی، فارسی، اردو، ہندی یا دیگر کسی بھی زبان کے شاعر کے کلام میں نہیں پایا جاتا۔

## (۳۸) "صَنَعَتِ اِشْتِقَاق"

اشتقاق = ایک کلمہ سے دوسرا کلمہ بنانا۔ (فیروز اللغات) یعنی شاعر کا اپنے شعر میں ایسے چند الفاظ کا استعمال کرنا جو ایک ہی ماخذ اور ایک ہی اصل سے ہوں۔ نیز وہ الفاظ معنی کے اعتبار سے بھی موافقت رکھتے ہوں۔

[ Derivation of one word from another word ]

اس صنعت میں اردو ادب کے صنفِ اوّل کے شعراء نے اشعار کہنے کی ضرورت کی



ہے۔ ان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بھی پائے جاتے ہیں لیکن بہت ہی محدود تعداد میں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ قارئین کرام کی فرح طبع کی غرض سے چند اشعار پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:-

● مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے

نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چہ چا تیرا

اس شعر میں ● مٹ ● مٹتے ● مٹ جائیں گے ● مٹے گا کے الفاظ ہیں۔ یہ

تمام الفاظ ایک ہی ماخذ سے اور معنی میں بھی موافقت رکھتے ہیں۔

● طور پر کوئی کوئی چرخ پہ یہ عرش سے پار،

سارے بالاؤں پہ بالا رہی بالائی دوست

اس شعر میں تین متفرق الفاظ ● بالاؤں ● بالا اور ● بالائی کا استعمال کیا گیا ہے۔ یہ

تمام الفاظ کی اصل ایک ہی ہے۔ ان تمام الفاظ کے معنی الگ ہونے کے باوجود ان تمام الفاظ میں باعتبار معنی موافقت پائی جاتی ہے۔

● سارے اچھوں سے اچھا سمجھئے جسے،

ہے اس اچھے سے اچھا ہمارا نبی

اس شعر میں ● اچھوں ● اچھا ● اچھے اور ● اچھا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

● قادری کر قادری رکھ، قادریوں میں اٹھا،

قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

اس شعر میں ● قادری ● قادری ● قادریوں ● قدر ● قادر ● قدرت کے الفاظ

کا استعمال کیا گیا ہے۔ ان تمام الفاظ کا ایک ہی ماخذ ہے۔

● مانگ من مانتی منہ مانگی مرادیں لے گا،

نہ یہاں ”نا“ ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا ”کیا ہے“



اس شعر میں • مانگ • مانگی اور • منگا کے الفاظ ایک ہی ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ • نہ • اور • نا • بھی ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

○ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو،

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

اس شعر میں • تھے اور • تھا ایک ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ • ہوں اور • ہو کا ماخذ بھی ایک ہے۔ • ہیں اور • ہے یہ دونوں الفاظ کی اصل بھی ایک ہے۔

○ ذیبت فی ثیپ، لب پہ کلہ دل میں گستاخی،

سلام اسلام طہ کو کہ حلیم زبانی ہے

اس شعر میں • سلام • اسلام اور • حلیم کے الفاظ ایک ماخذ سے ہیں۔

○ رفع ذکر جلالت پہ ارفع درود

شرح صدر صدارت پہ لاکھوں سلام

اس شعر میں لفظ • رفع اور • ارفع ایک ماخذ سے ہیں۔ اسی طرح لفظ • صدر اور

• صدارت بھی ایک ماخذ سے ہیں۔

○ ان کو تملیک ملک الملک سے،

مالک عالم کیا پھر تجھ کو کیا

اس شعر میں لفظ • تملیک • ملک اور • مالک ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

○ نصر و بنصر اس کے نصر نصیر،

ناصر اپنا ہے احمد نوری (حاتی، حصہ ۳، ص ۵۷)

اس شعر میں لفظ • نصر • نصیر اور • ناصر ایک ہی ماخذ سے ہیں۔

مندرجہ بالا صرف دس (۱۰) اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے اشعار

حضرت رضابریلی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) سے بھی زائد ہیں۔



## (۳۹) "صَنَعَتْ شُبَّهَ اِشْتِقَاقِ"

**شُبَّه = گمان، دوہم (فیروز اللغات، ص ۸۳۷)۔** یعنی اشتقاق کا گمان کرنا۔ یہ اس صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر اپنے شعر میں چند ایسے الفاظ لائے جو آپس میں ملتے جلتے ہوں لیکن ایک ماخذ سے نہ ہوں۔ حالانکہ ظہر ظاہر وہ الفاظ ایک ماخذ سے محسوس ہوں۔

صنعت اشتقاق کے مقابلے میں صنعت "شہ اشتقاق" شکل ہے۔ اس صنعت میں شعر گوئی کے لئے شاعر کائنات پر کمال عبور ہونا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں علم الصرف اور علم النحو میں بھی کمال مہارت کا حامل ہونا لازمی ہے۔ اسی وجہ سے اردو ادب کے نامور شعراء کے کلام میں اس صنعت کے اشعار بہت ہی قلیل تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ کچھ شاعریں کے دیوان اس صنعت کے اشعار سے خالی پائے جاتے ہیں۔ اردو ادب کے اصغر شعراء کو تو اس صنعت کی بھک بھک بھی محسوس ہونا دشوار ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فقید دیوان "صدائق بخشش شریف" میں اس صنعت کے اشعار اتنی کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ عقلیں حیران و دنگ ہیں۔ خوبی کی بات تو یہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی نے مختلف اور متفرق ماخذ و معنی کے یکساں محسوس ہونے والے الفاظ کو اتنی عمدگی سے استعمال فرمایا ہے کہ داد و تحسین کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔ چند اشعار بخش خدمت ہیں:-

● ہن زہرا سے تیرے دل میں ہیں یہ زہر بھرے

مل بے ہو مگر بے پاک یہ زہرا تیرا

اس شعر میں لفظ ● زہرا ● زہرا اور ● زہرا ● زہرا کا استعمال کیا گیا ہے۔ تینوں

الفاظ ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن تینوں الگ ماخذ سے ہیں اور تینوں الگ معنوں میں ہیں۔ ● زہرا = حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب



ہے۔ ● زہر = سم، پس، ہلاک (Poison) ● زہرا = حوصلہ، دلیری۔ القاط کے معنی جانے کے بعد اب شعر کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

”ہن زہرا یعنی سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بچے یعنی حضور قلب الاقطاب، غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیرے دل میں زہر بھرا ہوا ہے۔ یعنی تیرے دل میں کھل اور عداوت ہے۔ ”زہر بھرا ہونا“ عداوت ہے جس کے معنی ہیں کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ ہونا یا کسی کی طرف سے بغض یا بدی ہونا۔ (فیروز اللغات، ۷۵۵)۔ یہ خطاب منکروں سے کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ منکر بارگاہ غوثیت کو حبیہ فرماتے ہیں کہ ”تل بے“ یعنی آپ۔ واہ۔ خوب (فیروز اللغات، ص ۲۱۰)۔ اے منکر! تو اتنا بے باک یعنی بے ادب اور بے پروا ہو گیا ہے کہ تیری دلیری پر اور تیرے آوارہ حوصلوں پر تعجب ہے۔“

● منک بو کوچہ یہ کس بھول کا جھاڑا ان سے

حور و حیر سارا ہوئے سارے گیسو

اس شعر میں لفظ ● سارا اور سارے ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن

دونوں کے ماخذ الگ ہیں۔ ● سارا = خوشبودار (فیروز اللغات، ص ۷۶۳) اور

● سارے = تمام، کل (ایضاً) معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

● سونا پال ہے سونا کی ہے سونا ہر ہے سونا

تو کہتا ہے میر ہے بھی تیری مت لی نہ لے

اس شعر میں ● سونا = طلا (Gold) ● سونا = دیران اور سونا = نیند کرنا ظاہر ایک ہی

ماخذ کے الفاظ محسوس ہوتے ہیں لیکن جوں جوں کے ماخذ الگ الگ ہیں۔

● شر خیر شور شر دور مار نور

بشری کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے



اس شعر میں ● شر ● شور ● شرر یہ تینوں بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں۔  
 اسی طرح ● بشری اور ● بشر بھی بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ  
 کے الگ الگ ماخذ ہیں۔ ● شر = بدی، برائی (فیروز اللغات، ص ۷۳۸) ● شور = غل،  
 غوغا (فیروز اللغات، ص ۸۳۹) ● شرر = آگ کی چنگاری، کینہ (فیروز اللغات، ص  
 ۸۳۹) ● بشری = بشارت، خوشخبری اور ● بشر = آدمی، انسان (فیروز اللغات، ص ۲۰۵)  
 کے معنی میں الگ الگ ماخذ سے استعمال ہوئے ہیں۔

○ کیا بنا نام خدا سرا کا دولہا نور کا  
 سر پہ سہرا نور کا بر میں شہانہ نور کا  
 اس شعر میں لفظ ● اسرا ● سراور ● سہرا بظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن  
 ان تینوں الفاظ کے ماخذ جدا ہیں۔

○ مدینہ جانِ جنان و جہاں ہے وہ سن لیں  
 جنہیں جنون جتاں سوئے زاغ لے کے چلے  
 اس شعر میں ● جان ● جنان ● جہاں ● جنون اور ● جتاں کے الفاظ بظاہر ایک  
 ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن یہ تمام الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

○ جو تیرا طفل ہے کامل ہے یا غوث  
 طفیلی کا لقب واصل ہے یا غوث  
 اس شعر میں لفظ ● طفل اور ● طفیلی بظاہر ایک ماخذ کے معلوم ہوتے ہیں لیکن  
 دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ● طفل = لڑکا، بچہ (فیروز اللغات، ص ۸۷۸) اور  
 ● طفیلی = دوسروں کی بدولت گزارہ کرنے والا (فیروز اللغات، ص ۸۷۹)۔

○ فرشتے خدم، رسول حشم، تمام اُم، غلام کرم  
 وجود و عدم، حدوث قدم، جہاں میں عیاں تمہارے لئے  
 اس شعر میں ● خدم ● حشم ● عدم ● قدم ● اُم ● تمام ● کرم ● غلام کے



الفاظ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ ان کا ماخذ ایک ہے لیکن الفاظ الگ الگ ماخذ سے ہیں۔

● بر میں ساری ہے برز پاک ترے

بر یہ سارا ہے احمد نوری (حدائق، حصہ ۳، ص ۷۲)

اس شعر میں ● برز ● ساری ● برز اور ● سارا بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن ان کا ماخذ ایک نہیں۔

● رحم فرمائیے یا شاہ کہ اب تاب نہیں

تاب کے خون زلالتے غم بھراں ہم کو

اس شعر میں لفظ ● تاب اور تاب کے بنظر ظاہر ایک ماخذ سے محسوس ہوتے ہیں لیکن دونوں الگ الگ ماخذ سے ہیں۔ ● تاب = مبر، برداشت، تحمل، طاقت، مجال وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔ اور ● تاب کے = کب تک (فیروز اللغات، ص ۳۳۳)۔

مذکورہ اشعار کے معائنہ سے ناظرین کرام لطف اندوز ہوئے ہوں گے۔ ناظرین کرام کی فرح طبع کی خاطر اس اشعار مثال میں پیش کئے ہیں۔ اس صنعت کے دیگر اشعار کے لئے اہل ذوق حضرات ”حدائق بخشش“ کی طرف رجوع فرمائیں۔

## (۴۰) ”صُنْعَتِ سِيَاقِ الْأَعْدَادِ“

شاعر اپنے شعر میں مختلف اعداد کا استعمال کرے۔ پھر وہ اعداد چاہے ترتیب وار ہوں خواہ بے ترتیب ہوں۔ لفظ ”سیاق“ کے لغوی معنی ربط مضمون، حساب، گنتی، دفتری اصطلاح، حساب کے قاعدے وغیرہ ہیں (فیروز اللغات، ص ۸۲۵)۔

[ Enumeration by the Arabic alphabet ]

اردو ادب کے شعراء کے کلام میں اس صنعت کے محدودے اشعار پائے جاتے ہیں۔



● فرد کا شعر ہے۔ عمر دراز مانگ کے لائے تھے چار دن

دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

اس شعر میں شاعر نے ● چار اور ● دو کے اعداد کا اپنے شعر میں استعمال کیا ہے۔  
شاعری کی اس صنعت کے لوازمات میں یہ امر بھی ہے کہ شعر میں ایک سے زیادہ اعداد کا ذکر کرنا لازمی ہے۔ اگر شاعر نے شعر میں کسی ایک ہی عدد کا ذکر کر دیا تو وہ شعر اس صنعت میں شمار نہ ہوگا۔ مثلاً

● گھل ہا ہل کا شعر ہے۔ نالہ کشو اشہادو آہ و فغاں کی رکیں

دو دن کی زندگی ہے، کانٹو ہنسی خوشی سے

اس شعر میں شاعر نے دو کا ایک ہی عدد استعمال کیا ہے۔ لہذا یہ شعر صنعت سیاق  
الاعداد میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں اس صنعت کے اشعار کافی  
تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ چند اشعار پیش خدمت ہیں:-

■ ایک میں کیا مرے غصیاں کی حقیقت کتنی

مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

اس شعر میں ● ایک ● سو اور ● لاکھ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں

پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

اس شعر میں ● پانچ اور ● چار کے اعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔

■ پانسو سال کی راہ ایسی ہے جیسے دو گام

آس ہم کو بھی لگی ہے تری شنوائی کی

اس شعر میں ● ۵۰۰ اور ● ۲ کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔



■ شش بہت سے مقابل شب و روز ایک ہی حال

ہوم و انجم میں ہے آپ کی بھائی کی

اس شعر میں ● شش یعنی چھ اور ● ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ترے چاروں ہدم ہیں یک جان یک دل

ایوگر قاروق عثمان علی ہے

اس شعر میں ● چار اور ● یک یعنی ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ وہ دیکھو جھگڑاتی ہے شب اور قرآن بھی

پہروں نہیں کہ بست و چہارم صفر کی ہے

اس شعر میں ● بست یعنی میں اور ● چہارم یعنی چار کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ جو ایک بار آئے دو بار نہ آئیں گے

رخصت ہی ہار گئے ہیں اس قدر کی ہے

اس شعر میں ● ایک اور ● دو کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ قسمت میں لاکھ ● ہوں، سو مل ہزار کج

یہ ساری کجی ایک ہی سہی صفر کی ہے

اس شعر میں ● لاکھ ● سو ● ہزار اور ● ایک کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ دو قرآن و دو سترے دس ہلال

ان کے ٹکڑے پچھلے پائے الطہر ایڑیاں

اس شعر میں ● دو آئین مرچ اور ● دس کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

■ ہاں نہ ان دو کا تیرا دیکھا

آنکھیں کھلتیں ذرا محبت رسولِ خدا (ص ۲، ص ۳۳)

اس شعر میں ● دو اور ● تین کے اعداد کا استعمال کیا گیا ہے۔

مذکورہ اشعار کے علاوہ دیگر اشعار صنعت سیاق الاعداد کے لئے قارئین کرام حدائق

بخشش کی طرف رجوع فرمائیں۔



## ”حضرت رضا کے کلام میں محاورات اور کہاوت“

دنیا کی ہر زبان میں عوام کی بول چال اور عوامی اصطلاحات کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی خاص مفہوم بیان کرنے کیلئے لغوی اور اصطلاحی معنی کی مناسبت سے کچھ جملے اور مقولے حصین کئے گئے ہیں اور کچھ خود بخود حصین ہو گئے ہیں۔ عوام اور خواص اپنی روزمرہ کی گفتگو میں ان کلمات کو استعمال کرتے ہیں۔ ان جملوں یا کلمات کو محاورہ، کہاوت اور مثل کہا جاتا ہے۔

○ محاورہ : بول چال، بات چیت، وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لئے مخصوص کر لیا ہو۔

(فیروز اللغات، ص ۱۲۱۰) [ Idiom ]

○ کہاوت : قول، سخن، مثل، ضرب المثل۔

(فیروز اللغات، ص ۱۰۴۹) [ Proverb ]

○ مثل : کہاوت، مثال (فیروز اللغات، ص ۱۲۰۳)

[ Metaphor Proverb ]

مذکورہ تفصیل سے محاورہ اور کہاوت کے طور پر دو قسم کے مقولے اور کلمے خواص و عوام میں رائج ہیں۔ مثل اور کہاوت ایک ہی معنی میں ہیں۔ شاعر اپنی شاعری میں محاورات اور کہاوت کا استعمال کرتا ہے لیکن محدود تعداد میں۔ کیونکہ محاورات و کہاوت کے رائج الفاظ کو شعر میں نظم کرنا اور ان الفاظ کو شعر میں استعمال کرنے کے بعد شعر کا وزن برقرار رکھنا اور مضمون کا تسلسل قائم رکھنا نہایت دشوار مرحلہ ہے۔ لیکن پھر بھی موقعہ اور محل کی مناسبت اور موافقت کی حصول پر شاعر اپنے کلام میں محاورہ یا کہاوت کا استعمال کرنے میں تامل نہیں کرتا بلکہ حتی الامکان سعی کرتا ہے کہ اس کا کلام ضرب المثل کلمات سے آراستہ



ہو کیونکہ ان محاورات اور کہادت کا اشعار میں استعمال کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ شاعر کو زبان (Language) پر کامل عبور حاصل ہے۔ علاوہ ازیں شاعر اپنے کلام کے ذریعہ بہت سے امور کی ترجمانی کرتا ہے۔ شاعر کا کلام معاشرے سے بھی تعلق رکھتا ہے لہذا معاشرے کی رائج بولی، محاورے، مقولے، ملفوظات، کہادت، ضرب المثل کلمے وغیرہ سے واقفیت رکھنا شاعر کے لئے ضروری ہے۔ لہذا اسی لئے اسلامی قوانین میں ”رسم الالقاء“ کی شاخ میں یہ بات لوازمات سے ہے کہ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ زمانے کی رائج زبان کی لغت اور محاورات سے کامل طور پر واقفیت رکھتا ہو تاکہ کسی کے قول پر کوئی شرعی حکم نافذ کرنے سے پہلے وہ حکم کے قول کو لغت اور کہادت کی میزان میں تول پرکھ کر حکم کے قول کی تاویل، اس کی مراد، مفہام وغیرہ کی تک پہنچ سکے اور اس کے بعد ہی وہ کوئی فتویٰ صادر کرے۔

عوام کی اصطلاح اور عوام میں ضرب المثل کلمات سے مطلع ہونا اور ان کلمات کا اپنے اشعار میں استعمال کرنا شاعر کی علمی وسعت اور لغت کی مہارت کی دلیل ہے۔ اردو ادب کے چند نامور شاعروں کے کلام سے بطور نمونہ ایک ایک شعر پیش خدمت کرتے ہیں:-

○ مرزا غالب کا شعر ہے:- غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں

روئے زار زار کیا؟ کہتے ہائے ہائے کیوں

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) زار زار رونا = آٹھ آٹھ آنسو رونا۔ بہت رونا۔

(غیروز اللغات، ص ۷۳۷)۔ (۲) ہائے ہائے کرنا = واویلا کرنا، گل چانا، کراہنا۔ (غیروز

اللغات، ص ۱۳۳)۔

○ تجربہ ناما ہی کا شعر ہے:- لے خط اُن کا کیا ضبط بہت کچھ لیکن

قمر قمرائے ہوئے ہاتھوں نے بھرم کھول دیا

اس شعر میں دو محاورے ہیں (۱) ہاتھ قمرائے = ہاتھ کا بچا (غیروز اللغات، ص ۱۳۲)

(۲) بھرم کھلنا = بھید ظاہر ہونا۔ (غیروز اللغات، ص ۲۳۳)



○ کھل بہاؤنی کا شعر ہے:- ہمیکا سا ہو چلا ہے کچھ افسانہ حیات

آؤ کہ اس میں رنگ بھریں ابتدا سے ہم

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) رنگ بھرتا = داستان کو دلچسپ بنانا (فیروز اللغات،

ص ۷۴)۔

○ فرائی کو کچھدی کا شعر ہے:- بدلا ہے جس طرح پہلو زمانہ

یونہی بھول جاتا، یونہی یاد آتا

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) پہلو بدلنا = دوسرا طرز اختیار کرنا۔ (فیروز اللغات،

ص ۳۱)۔

○ گبر و آبادی کا شعر ہے:- بوٹ ڈائن نے بتایا، میں نے اک مضمون لکھا

ملک میں مضمون نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ جو شاعر نے اپنے مضمون شعر کا حاصل بتایا ہے (۱) جوتا

چلنا = ایک دوسرے کو جوتے سے مارنا (فیروز اللغات، ص ۴۸)۔

○ جوش ملیح آبادی کا شعر ہے:- اس زمانے میں کہ ہر ذرہ ہو جب جاذب دل

نرگس ناز کے دھوکے میں نہ آتا کیا؟

اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) دھوکے میں آنا = دھوکا کھانا (فیروز اللغات، ص

۶۶)۔

○ فیض احمد فیض کا شعر ہے:- اب جنوں حد سے بڑھ چلا ہے

اب طبیعت بہل چلی ہے

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (۱) طبیعت بہلنا = جی لگنا، وقت خوشی میں گزرتا، دل کا

سیر تماشے کی طرف مصروف ہونا۔ (فیروز اللغات، ص ۸۷)۔

○ امین گودڑی کا شعر ہے:- دیر و حرم بھی منزل جاناں میں آئے تھے

پر شکر ہے کہ بڑھ گئے دامن بچا کے ہم



اس شعر میں ایک محاورہ ہے (۱) دامن چھاتا = الگ رہتا، سلامت روی۔ (فیروز اللغات، ص ۶۱)۔

**۵۰ کی پہلی کا شعر ہے۔** ہر جسم کو چمن میں گرہ ساں دیکھ کر

تی لڑ جاتا ہے ان چمنوں کو خداں دیکھ کر

اس شعر میں ایک محاورہ ہے۔ (۱) تی لڑتا = خوف یا اندیشہ ہونا، ڈرنا۔ (فیروز اللغات، ص ۵۰۳)۔

اردو ادب کے ہر شاعر کے کلام میں اسی طرح محاورات پائے جاتے ہیں لیکن محدود تعداد میں۔ ان شعراء کے کلام میں زیادہ تر ”چمے چبائے“ ہی محاورات پائے جاتے ہیں۔ ایک ہی محاورہ کئی اشعار میں استعمال ہوا ہے۔ لہذا طلبِ جدت نایاب ہے۔ لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں محاورات اور کہاوت کی اتنی کثرت ہے کہ عقلیں دنگ ہیں۔ اردو ادب کے صفِ اول کے شعراء کے دیوان ہم نے طائرانِ نظر سے دیکھ کر ہی اندازہ لگالیا کہ ان کے کلام میں محاورات کا استعمال کرنے میں نخل سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ کو ہم نے پہلے سرسری نظر سے دیکھا۔ اس طرح کے مطالعہ میں ہم کو بہت سارے محاورات نظر پڑے لہذا ارادہ کیا کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں استعمال شدہ محاورات کو چھانٹ کر اس کی ایک فہرست مرتب کر لی جائے۔ بڑی آہنگ، بڑے خوشے اور شوق سے ہم نے اس کام کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیض کے بھروسے پر شروع کیا۔ مسلسل دو شب تک کام جاری رکھا۔ چند نعتوں کا محاورات ڈھونڈنے کے لئے گہری نظر سے معائنہ کیا اور محاورات کی فہرست مرتب کرنی شروع کی تو ایسا لگا کہ اس عنوان پر تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اتنی کثرت سے محاورات پائے گئے کہ ان تمام کو یہاں صرف اشارۃً یا کنایۃً ذکر کرنا بھی ممکن نہیں۔ چند نعتوں میں ہی کئی صفحات بھر گئے۔ لہذا مجبوراً پوری ”حداائق“ سے محاورات الگ چھانٹ کر فہرست مرتب کرنے کا کام ادھورا چھوڑنا پڑا۔



حوصلہ جواب دے چکا۔ اگر کوئی صاحب قلم ہمت اور حوصلے سے یہ کام انجام دے تو ایک ضخیم کتاب اس عنوان پر مرتب ہو سکتی ہے، جو رضویات کے خزانے میں اضافہ کرے گی۔ ہماری اس تمہیدی گزارش کی شہادت ذیل میں درج حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار کے معانی سے حاصل ہو جائے گی کہ جب دو چار نظم میں محاورات کی اتنی بہتات و کثرت ہے تو پوری ”صدائق بخشش“ کا عالم کیا ہوگا؟

○ حضرت رضا کے کلام میں محاورات کی تھلک :-

شعر نمبر	شعر از صدائق بخشش	شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کا مطلب	فیروز اللغات	تعداد محاورہ
(۱)	دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا ○ تارے کھلتا = صاف رات میں تارے نکلتا تارے کھلتے ہیں عطا کے وہ ہے ذرہ تیرا		صلی ۳۳۶	۱
(۲)	تیرے قدموں میں جو ہیں غیر گامت کیا دیکھیں ○ قدموں میں = زیر سایہ کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے نکلا تیرا ○ منہ دیکھنا = صورت دیکھنا، چہرہ دیکھنا ○ نظر پر چڑھنا = پسند آنا		۹۵۲ ۱۳۰۳ ۱۳۶۳	۳
(۳)	تیرے گلزاروں پہ پکے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال ○ گلزاروں پر پڑے ہونا = مفت کی روٹیاں کھانا جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا ○ ٹھوکر مارنا = ٹھکراتا ○ جھڑکیاں کھانا = مٹا بٹنا ○ صدقہ دینا = خیرات کرنا		۴۱۸ ۴۳۰ ۴۹۵ ۸۶۱	۴
(۴)	دل مٹ خوف سے ہا سا اڑا جاتا ہے ○ دل اڑ چلنا = دل کا بے قابو ہونا ہلہ ہلکا سی بیماری ہے بھروسہ تیرا ○ بیماری ہونا = وزنی اور قیمتی ہونا		۶۳۲ ۲۲۹	۲
(۵)	جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے ○ قیامت ہے = آفت ہے، بلا ہے کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نگارہ تیرا ○ جان جانا = وفات پانا، مرجانا ○ مرنے کو ٹھہرا ہے = موت کے قریب ہے		۹۶۸ ۳۳۳ ۱۲۳۳	۳



۲	۳۱۱	(۶) میری قسمت کی قسم کھائیں سگان بھاری ○ پیرا دیا = حفاظت کی بگرانی کرنا
	۹۵۵	بند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پیرا تیرا ○ قسم کھانا = طعنا لگانا اہمہ کرنا
۳	۱۰۹۰	(۷) گردنیں تھک گئیں سر پہ گئے دل لوث کے ○ گردنیں تھکنا = طبع ہونا
	۶۳۹	کھنکھانے سا آج کہاں یہ تو قدم کا تیرا ○ دل لوث ہونا = طریقہ ہونا شیدا ہونا
		○ سر پہچنا = عاجزی و انکساری کرنا
۲	۳۵۷	(۸) شلخ پر بیٹھ کے جڑ کاٹنے کی گھر میں ہے ○ جڑ کاٹنا = بنیاد کھودنا
	۹۳۶	کہیں بچا نہ دکھائے تجھے فیرا تیرا ○ گھر میں ہونا = خیال میں گھر ہونا
	۱۳۹۳	○ بنیاد کھانا = شروع کرنا
۳	۳۵	(۹) پاؤں اہلب کی غلامی سے یہ آنکھیں بھرنی ○ آگ بھڑکا = بیزار ہونا بڑخ بھڑکا
	۹۱۵	دیکھ کر جائے گا ایمان کا طوطا تیرا ○ غلام ہونا = تابع ہونا
	۸۸۱	○ طوطا ال جاٹا = بدحواس ہو جانا
۲	۶۳۳	(۱۰) دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دُورِ رنج ○ دل پر کندہ ہونا = دل میں بیٹھ جانا
	۱۱۳	اٹنے ہی پاؤں بھرے دیکھ کے طغرا تیرا ○ اٹنے پاؤں بھڑکا = فوراً اٹھیں ہونا
۲	۶۶۶	(۱۱) دل اٹھا کر رضا تیرے کی دھن ہے ○ دھن ہونا = شوق ہونا
	۱۳۷۹	اک ذرا اور چھڑکا دے خیر تیرا ○ تنگ چھڑکنا = تکلیف میں اضافہ کرنا
۳	۱۳۳۹	(۱۲) سہمہار پہ آ کے تار نوٹی ○ سہمہار میں پڑنا = سخت مشکل آن
	۱۳۳۳	دے ہاتھ کہ ہیں پتہ آکرنا
	۲۶۳	○ ہاتھ دیا = مدد دینا
		○ پار ہونا = مراد پا جانا سہی جانا
۲	۳۳۵	(۱۳) نزل جاتی ہے غنہ میری ○ غنہ غور ہونا = اسیہ ہونا
	۲۳۲	نہ یہ جو مجھ سے آکر ○ بوجھنا = پھانسی لگانا
۲	۱۳۳۵	(۱۴) پکا ہے اگر صاف پتہ ○ پکا ہونا = کمزور ہونا
	۲۳۹	میری ہے عیرا رقت ○ رقت ہونا = درخت ہونا



۲	۱۳۷۷ ۱۳۵	(۱۵) گھر نہ نہ پڑے بھی خوش کا = منہ نہ چڑا = عرصہ نہ ہوا وے دے لکے یہ آ کا = بہار دکھا = اس دکھا
۳	۱۳۷۹ ۱۳۳۵ ۱۳۶۹	(۱۶) یہی چیز کا تک میں سرم کاہر ہوا آ کا = تک چیز کا = تکلیف میں اضافہ کرنا دل بھی تک پہنچا ہے کہ کی حالت کا = سرم کا = زخم پر سرم چڑھا کا = آ کا = سرم ہوا = حاصل ہوا
۳	۱۳۷۰ ۱۳۷۰ ۹۷۹	(۱۷) غم تو میں کو بھل کر لپٹا ہے میں کا = بھل جانا = یاد سے اتر جانا مجھے لپٹا کام ہو ہی جائے گا = لپٹ جانا = زبردستی کسی سے کچھ ہونا کا = کام ہونا = مطلب حاصل ہونا
۲	۱۳۵۹ ۱۳۳۷	(۱۸) بے نشانوں کا نشان خا نہیں کا = نشان خا = نام و نشان باقی نہ رہنا مٹے مٹے نام ہو ہی جائے گا = نام ہونا = شہرت ہونا
۲	۱۳۶۳ ۹۷۹	(۱۹) خاکو! میں کی نظر سیدھی رہے کا = غر سیدھی ہونا = میرانی کی نظر ہونا بھولوں کا بھی کام ہو ہی جائے گا = کام ہونا = مطلب حاصل ہونا
۳	۱۳۳۱ ۱۳۹۱ ۷۶۰	(۲۰) مٹی بھر میں کا تمام ہر فرمائیں کا = لاؤ کرنا بچاؤ کا ہے فرش بنگلوں نے گلاب بھارت کا = بھارت رہنا = امید رکھ رہنا کا = آئیں بچاؤ = نہایت تعظیم و تکریم کرنا
۲	۱۳۶۳ ۱۶	(۲۱) لے رضا ہر کام کا اک وقت ہے کا = وقت ہونا = موقع ہونا دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا = آرام ہو جانا = تکلیف کا دور ہونا
۲	۸۸۷ ۱۳۷۳	(۲۲) منت پلا تھا بھی کام کی حالت نہ پڑی کا = عادت پڑنا = عادی ہونا اب عمل پہنچتے ہیں لائے تھا میرے کا = تھا ہونا = بے کار ہونا
۱	۶۳۹	(۲۳) کو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دلیں کا = دل میلا کرنا = دل کو اداس و شکر کرنا کہ خدا دل نہیں کرنا بھی میلا حیر
۱	۵۳۷	(۲۴) آ کا میں رضا ہو بھی اک قلم رفیع کا = چہرہ کھسوا = درج کروانا تیل کھا لائیں ٹا خونوں میں چرا حیر



کار میں کرام کے نسلان طبع کی خاطر مذکورہ بخش ہم نے صرف اس نیت سے پیش کیا ہے کہ ہر شعر میں کتنے محاورات ہیں اور ہر محاورے کا کیا مطلب ہے اور اس محاورے کے مطلب سے شعر کا مطلب کیا ہے؟ وہ بآسانی سمجھ میں آ جائے۔ مثلاً شعر نمبر ۲۳ ”تو جو چاہے تو ابھی کل میرے دل کے دھڑکیں“ کہ خدا دل نہیں کرتا ابھی سیلا تیرا“ اس شعر کے معرہ کوئی میں حضرت رضا دل کے کل یعنی گناہ، خیالات بد، بُرے ارادے وغیرہ محفل ہونے کی گزشتہ اسے آکا دہلی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کرتے ہیں اور معرہ چلی میں عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ! خدا آپ کا دل سیلا نہیں کرتا۔ یہاں دل سیلا ہونے سے مراد وہیں جو معرہ کوئی میں ”دل کے کل“ سے ہے لیکن یہاں یہ ”دل کا سیلا نہ ہونا“ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے اور ان کا مطلب ہے دل کا اداں نہ ہونا۔ معرہ چلی میں حضرت رضا نے محاورے کا استعمال فرما کر شعر کو مطلب معنوی کی نشان کے اعتبار میں متقی خیر عبادا ہے کہ یا رسول اللہ! آپ کا میرا خدا آپ کو ابھی نہیں دے گا اور ابھی میں نہیں کرتا۔

ہم نے اشعار میں محاورات کی نشاندہی کرنے والا جو نقشہ مرتب کیا ہے، اس کو دو کچے کر ”حدائق بخشش“ سے واقفیت رکھنے والے کسی صاحب کو یہ سوال ہوگا کہ اس نقشہ میں حدائق بخشش کی ابتدائی نعتوں کے ہی اشعار ہیں۔ دیگر مشہور نعتوں کے اشعار کیوں شامل نہیں کئے گئے؟ جواباً عرض ہے کہ ہم نے یہ ارادہ کیا تھا کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے پورے دیوان ”حدائق بخشش شریف“ کے تمام اشعار میں مستعمل محاورات اور کہاوت کو الگ چھانت کر اس کی لہرست مرتب کریں اور اسی نیک ارادے سے ہم نے کام لیا تھا کہ ”نعت اکبری“ میں ”حدائق بخشش“ کا جملہ احباب دے چلے تو شائع کیا ہے، اس کو سب سے رکھا اور اشعار سے محاورات لہرست کرنے شروع کئے۔ سطر نمبر ۱۰ تک کی پانچ نعت اور تین منقبت کا ہی جائزہ لیا اور ان کے اشعار سے محاورات الگ کیے، تو ان کی تعداد ایک سو ایک (۱۰۱) نکلی گئی۔ ہم نے سطر نمبر ۲۰ پر درج نعت شریف



”لفظ ان کا عام ہو ہی جائے گا“ تک محاورہ شماری کرنے کے بعد محاورہ شماری کا کام اس لئے روک دیا کہ صرف بیس (۲۰) صفحات کا جائزہ لینے کے نتیجے میں محاورات کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ سنجری پوری ہو گئی، تو حصہ اول کے صفحات ۱۵۷ اور حصہ دوم کے صفحات ۱۳۷ ملا کر کل ۲۹۴ صفحات سے تقریباً ایک ہزار سے زائد محاورات برآمد ہونے کا امکان ہے۔ اور فی الحال یہ امر راقم الحروف کے لئے دشوار ہے۔ لہذا صرف بیس صفحات پر کام روک دیا۔ انشاء اللہ و انشاء حبیبہ (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ایک مستقل کتاب کی صورت میں یہ کام انجام دوں گا۔ فی الحال صفحہ نمبر ۲۰ تک کے کلام سے ۲۳ اشعار کا خاکہ تاخرین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ ۲۳ اشعار میں ۵۶ محاورات پائے جاتے ہیں۔ اس حساب سے ایک شعر میں دو محاورے سے بھی زائد کی اوسط (Average) پائی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا خاکہ میں ہر شعر کے سامنے شعر میں مستعمل محاورہ اور اس کے معنی ”فیروز اللغات“ سے نقل کر کے صفحہ نمبر بھی درج کر دیا ہے تاکہ اگر کوئی صاحب حوالہ دیکھنا چاہیں تو ان کو آسانی رہے۔ الحاصل.....! حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الکلام کی شایان شان اپنے کلام میں محاورات کا ایسے حسین پیرائے میں استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، شیرینی اور تسلسل میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا۔

## ”کلام رضا میں سبکدستی اور ہندی زبان کا استعمال“

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ آپ کے کلام میں عربی، فارسی، اردو، بھوجپوری اور سبکدستی زبان کا استعمال کیا گیا ہے۔ حضرت رضا مذہبیات میں امام العلماء والمفتلاء کے درجہ اعلیٰ پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ فن ادب اور مختلف زبانوں پر عبور رکھنے میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے کلام میں سبکدستی اور ہندی کے الفاظ، محاورات اور کہاوت کا بھرپور استعمال کیا گیا ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش ہیں:-



## ○ مذاق بخش حصہ اول :- (شائع کردہ :- رضا اکیڈمی، بمبئی ۱۹۹۷ء)

نمبر	صفحہ	شعر	شعر اختصار کے ساتھ	شعر میں مستعمل لفظ اور اس کے معنی	کونسی زبان	حوالہ
۱	۱	۲	دھارے چلتے ہیں	دھارا = چشمہ، منبع	شکرت	فیروز اللغات صفحہ ۶۶۰
۲	۳	۳	جوت پڑتی ہے تیری نور	جوت = روشنی، اجالا، نور	ہندی	۳۸۰ ص
۳	۶	۱	کون سے چمک یہ پہنچا نہیں	چمک = قطعہ، ٹپ، کاشت	ہندی	۵۳۰ ص
۴	۱۰	۳	برسا نہیں جھالا تیرا	جھالا = مقامی بارش	ہندی	۴۹۰ ص
۵	۱۳	۲	تل بے ادھر بے باک یہ	تل = زور، طاقت، ثبوت	شکرت	۲۱۰ ص
			زہرا تیرا			
۶	۲۱	۳	تورے چندن چندر پر کنڈل	چندن = مندر، مندر کی لکڑی	شکرت	۵۲۷ ص
۷	۱۱	۱۱	۱۱	چندر = چاند، ماہتاب	شکرت	۵۲۷ ص
۸	۱۱	۱۱	۱۱	کنڈل = دائرہ، چکر، ہل	شکرت	۱۰۳۵ ص
۹	۲۴	۲	ہت اپنی بہت میں کا سے کہوں	بہت = صحبت، عافت، بڑک	ہندی	۱۷۷ ص
۱۰	۱۰۱	۳	دیس کا جنگلا سنانے والے	جنگلا = ایک ساگی کا نام	ہندی	۴۷۵ ص
۱۱	۱۱۷	۲	کافل ڈائن شوہر کش	کافل = ہلا کرنی، بد صحبت، محبت	ہندی	۶۷۷ ص
۱۲	۱۱۳	۸	اندھیرا پا کھاتا ہے یہ دون	پاکہ = چدرہ، روزہ، نصف ماہ	شکرت	۴۶۵ ص
۱۳	۱۱۶	۴	ڈر بھائے کوئی پون ہے	پون = ہوا، باد، سانس	شکرت	۴۱۰ ص
۱۴	۱۳۳	۴	جولی کے پاس ہے وہ نہا گن	پن = پریم، معشوق، پیارا	ہندی	۴۲۲ ص
			کتور کی ہے			
۱۵	۱۱	۱۱	۱۱	سہا گن = وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو	ہندی	۸۲۳ ص



۱۶	//	//	//	//	کنور = شہزادہ	ہندی	۱۰۳۷
۱۷	۱۳۸	۸	برسوں کہ یہ سُحّہ گھڑی بھری	بجھ = مبارک، مسعود	شکرت	۷۷۵	۷۷۵
۱۸	۱۳۹	۲	جنہوں نے دولہا کی پائی اُترن	اُترن = پہنچے ہو سہ پہلے کپڑے	ہندی	۶۳	۶۳
۱۹	//	۳	کذت سہائی گھڑی پھر سے کی کذت	سوم = ہفتہ، فصل	ہندی	۷۰۴	۷۰۴
۲۰	//	۸	گھر سے تھے بادل بھر سے تھے	جل تھل = پانی سے بھری ہوئی زمین	شکرت	۳۶۶	۳۶۶
			جل تھل				
۲۱	۱۵۳	۱	کسے ملے گھاٹ کا کنارہ	گھاٹ = حیات ترے کا مقام	ہندی	۱۱۱۹	۱۱۱۹

ناظرینِ کرام کی ضیافت طبع کی خاطر حدائقِ بخشش حصہ اول سے چند اشعار بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔ حصہ اول، دوم اور سوم میں شکرت اور ہندی کے اتنے الفاظ پائے جاتے ہیں کہ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ اور جن اشعار میں شکرت اور ہندی کے الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے، ان تمام اشعار کو یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ ان اشعار کے چند الفاظ ذیل میں پیش ہیں۔

○ حضرت رضا کے اشعار میں شکرت اور ہندی الفاظ :-

○ بن ○ کنز ○ بھیا نک ○ دھار ○ چیم ○ باڑا ○ مت ○ چن ○ کمال  
○ سنسان ○ پاٹ ○ چتا ○ چھالا ○ سوا ○ دھوون ○ ماتھا ○ بھنور ○ جنم ○ داتا  
○ باٹ ○ پنگ ○ کوپل ○ ٹھگ ○ کوڑی ○ پت ○ مد ○ مدھ ○ جڑاؤ ○ کھپا  
○ پھانس ○ کنول ○ دھیان ○ پتا ○ گھڑی ○ سہاگ ○ بھوکا ○ لاج ○ مٹھی  
○ ماتا ○ پل ○ جگنو ○ بدرا ○ چھینٹ ○ گاتھ ○ مہاراجہ ○ مکھ ○ جگ راج ○ بین  
○ سیس ○ چھوٹ ○ دمک ○ گووی ○ سکھین ○ گھٹا ○ دیو ○ پستا ○ رس ○ بوٹی  
○ ان داتا ○ پُتر یا ○ دھان ○ نین ○ مالا ○ ادھار ○ کرپا ○ نیر ○ بھرن ○ کٹھا  
○ برہا ○ آنجل ○ برکھا ○ درشن ○ نیا ○ جیوں ○ لہنا ○ کلس ○ چھاگل ○ ناگنی

۔ وغیرہ



مذکورہ الفاظ کے علاوہ سنسکرت اور ہندی زبان کے بہت سارے الفاظ، محاورے اور کہاوت کو حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے اشعار میں ایسے حسن اسلوب سے استعمال فرمایا ہے کہ شعر کی روانی، بحر، تسلسل، عنوان، فصاحت وغیرہ پر ان الفاظ کے بزبان دیگر ہونے کے باوجود بھی کوئی اثر نہیں پڑا اور نہ شعر کے حسن میں کوئی نقص پیدا ہوا بلکہ شعر کے حسن میں مزید اضافہ ہو گیا۔

## ■ ہندوستانی رسم و رواج، معاشرہ، سماج تجارت، شاعری و ربار کے طور طریقے اور دیگر معاملات زندگی سے تعلق رکھنے والے امور کا کلام رضا میں تذکرہ

ہر انسان کو سماج اور معاشرہ سے سابقہ پڑتا ہے۔ آدمی اکیلے پن سے گھبراتا ہے اور ڈر محسوس کرتا ہے۔ اپنی حفاظت، ترقی، فلاح، بہبود، خوشی، غم اور دیگر معاملات زندگی آسانی سے طے کرنے کے لئے آدمی جماعتی زندگی بسر کرتا ہے اور جماعت، سماج، یا معاشرہ سے منسلک رہتا ہے۔ معاشرہ میں بہت سے رسم و رواج رائج ہوتے ہیں۔ ہر شخص حتی الامکان ان رسومات کی ادائیگی کر کے معاشرہ کے ساتھ اتفاق، انضمام اور انطباق ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ شادی، بیاہ، تولد، موت، طلاق، لین دین، تعاون، مدد، جرم، سزا، حق تلفی، حق طلبی، تجارتی معاملات، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، وغیرہ امور میں آدمی سماجی رسم و رواج کو ملحوظ رکھ کر اس کی ادائیگی میں کوشاں رہتا ہے۔ ہر معاملے کے تعلق سے سماج میں کوئی نہ کوئی رسم یا رواج متعین کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ رسم و رواج بطور سماجی قانون



کے ہر فرد کو معلوم ہوتے ہیں۔ ان سماجی رسومات میں سے کچھ شریعت کے مطابق ہوتے ہیں اور کچھ خلاف شرع بھی ہوتے ہیں۔

شاعر کا چونکہ معاشرہ سے سیدھا تعلق ہوتا ہے اور وہ جس طرح سماج میں رائج محاورات و کہادت کو اپنے کلام میں نظم و پیوست کرتا ہے، اسی طرح وہ سماج کے رسم و رواج کو بھی کسی نہ کسی طرح اپنے کلام میں بیان کر کے سماج کے ساتھ اپنے گہرے تعلقات کا اظہار کرتا ہے۔ کبھی وہ تمثیل کے طور پر ان رسومات کا ذکر کرتا ہے تو کبھی خود کو درپیش معاملے کو ان رسومات کے ضمن میں بیان کرتا ہے۔ اردو ادب کے شعراء کے کلام میں رسم و رواج کے تعلق سے کافی تعداد میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان اشعار کا پس منظر اکثر ان کا کسی کے ساتھ عشق کا معاملہ ہی ہوتا تھا۔ عشق مجازی کے نتیجے میں موصول وصل، ہجر، رنج، الم، وفا، جفا و دیگر کیفیات کا اظہار ان رسم و روایت کے ضمن میں بیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً سماج کا رواج ہے کہ جانے پہچانے لوگ آپس میں ملتے ہیں تو دعا سلام کرتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جانا پہچانا شخص دعا سلام کرنے کی رسم ترک کرتا ہے، تو اسے سماجی اعتبار سے بے لحاظ یا بے مروت سمجھا جاتا ہے۔

○ کیل بدایونی کا شعر ہے:- یہ ادائے بے نیازی تجھے بے وفا مبارک

مگر ایسی بے رخی کیا کہ سلام تک نہ پہنچے

اس شعر میں شاعر نے اپنے محبوب کو سلام کا جواب نہ دینے کے عوض بے رخی کا طعنہ دیا ہے۔ اردو ادب کے دیگر شعراء صاف اول کے کلام میں ایسے اشعار بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کے پس پردہ عشق مجازی کا جذبہ کارگر ہے۔

عاشق صادق وہ ہوتا ہے جس کا سراپا، جس کے ہوش و حواس اور اس کے تمام حرکات و سکنات یا محبوب میں محو ہوتے ہیں۔ اس کو کائنات کے ہر ذرے میں محبوب کے ہی جلوے نظر آتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی معاملہ ہو، چاہے وہ ذاتیات سے متعلق ہو یا عمومی ہو، وہ ہر معاملے کو اپنے محبوب کے ساتھ محمول کریگا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا شمار



عشق حقیقی میں فنایت کی حد تک پہنچنے والے عاشق صادق میں ہوتا ہے۔ جنہوں نے زندگی کے ہر محاذ پر اور ہر لمحہ اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و ذکر کو اپنا سبب حیات و زندگی بنا رکھا تھا۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام میں ہندوستانی رسم و رواج کے بیان میں کافی اشعار پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اشعار کا معائنہ کرنے سے صرف یہی بات سامنے آتی ہے کہ حضرت رضائے ان رسومات کا ذکر بھی صرف اور صرف اپنے محبوب آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شانِ عظمت کا اظہار کرنے کے لئے کیا ہے۔

### ○ شادی کے رسومات :-

صرف ایک شادی کا ہی ذکر لے لو۔ جب کسی کی شادی ہوتی ہے تو ڈھیر ساری رسمیں ادا کی جاتی ہیں مثلاً ○ خوشی اور طرب کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں ○ جس گھر میں شادی ہوتی ہے اس گھر کو بجلی کے قندیلوں سے مرصع کیا جاتا ہے اور رات کے وقت ان قندیلوں کے ذریعہ رات کو جگمگاتی شب بنائی جاتی ہے ○ دولہا دلہن کے لئے نئے کپڑے اور خوشبو کا انتظام کیا جاتا ہے ○ دولہا کے دوست احباب خادم کی حیثیت سے دولہا کو جہر مٹ میں لے کر نئے کپڑوں سے آراستہ کر کے دولہا بنانے کے لئے سجاتے ہیں ○ دولہا جب نکاح خوانی کے لئے جاتا ہے تو اس کے ساتھ برائی چلتے ہیں ○ اس موقع پر دولہا کا صدقہ اتار کر بانٹا جاتا ہے ○ اس خوشی کے موقع پر خیرات دی جاتی ہے ○ نوشہ کے لئے پھولوں کا ہار گوندھا جاتا ہے ○ دولہا کے ماتھے پر سہرا باندھا جاتا ہے ○ عورتیں شادی کے گیت گاتی ہیں ○ بینوں اور باجوں سے موسیقی کی مترنم دھن دے بجائی جاتی ہیں ○ دولہا کے پاؤں دھو کر اس دھوون کا مکان میں چھڑکاؤ کیا جاتا ہے ○ دولہا کی آمد پر پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مذکورہ تمام امور شادی بیاہ کے تعلق سے ہندوستانی رسم و رواج کے طور پر سماج و معاشرہ میں رائج ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان تمام رسم و رواج کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف میں ایسے حسین



انداز سے بیان کر دیا ہے کہ معاشرہ میں رائج رسم کو مثال بنا کر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان عظمت ظاہر فرمادی ہے۔ بہت ہی اختصار کے ساتھ مذکورہ چند رسومات سے متعلق حضرت رضا بریلوی کے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں:-

### ○ شادی رچانا اور خوشی کا سامان مہیا کرنا:- (رسم)

(۱) وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے

نئے نرالے طرب کے سامان عرب کے مہمان کے لئے تھے

(۲) وہاں فلک پر، یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھو میں

ادھر سے انوار بہتے آتے، ادھر سے نجات اٹھ رہے تھے

### ○ شادی والے مکان پر روشنی کرنا:- (رسم)

(۱) یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی

وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

### ○ خوشبو اور نئے کپڑوں کا انتظام:- (رسم)

(۱) دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے

غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال ٹانے بنا رہے تھے

(۲) خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رُت سہانی گھڑی پھرے گی

وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

(۳) واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ

مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دلہن پھول

### ○ دوست خادم بن کر دولہا کو سجاتے ہیں:- (رسم)

(۱) خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم

جب ان کو جہر مٹ میں لے کے قدسی جتاں کا دولہا بنارہے تھے



### ○ دولہا کے ساتھ براتی کا چلتا:-(رسم)

- (۱) تو ہے نوشاہ براتی ہے یہ سارا گزار
- لائی ہے فصل سن گوندھ کے سہرا تیرا
- (۲) جھلک سی اک قدسیوں پر آئی، ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
- سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے
- (۳) دولہا سے اتنا کہہ دو، پیارے سواری روکو
- مشکل میں ہیں براتی، پرخار بادے ہیں

### ○ دولہا کے رخ کا صدقہ اور اترن خیرات کرنا:-(رسم)

- (۱) اتار کر ان کے رخ کا صدقہ، یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
- کہ چاند سورج چل چل کر، جہیں کی خیرات مانگتے تھے
- (۲) نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و ماہ
- اٹھتی ہے کس شان سے گرد سواری واہ واہ
- (۳) جو ہم بھی وال ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اترن
- مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

### ○ دولہا کیلئے پھولوں کا ہار اور سہرا:-(رسم)

- (۱) کیا بناتام خدا اسرا کا دولہا نور ہے
- سر پہ سہرا نور کا بر میں شانہ نور کا
- (۲) ادھر تھیں غرش نمازیں، ادھر سے انعام خسروی میں
- سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلے پر نور میں پڑے تھے
- (۳) اجابت کا سہرا، عیادت کا جوڑا
- دلہن بن کے ٹکلی دعائے عمر (ﷺ)



## ○ عورتوں کا شادی کے گیت گانا اور بیٹوں، باجوں پر موسیقی کی ڈھن:- (رسم)

(۱) وصف رخ میں گاتی ہیں حوریں ترانہ نور کا  
قدرتی بیٹوں میں کیا بچتا ہے لہرا نور کا

## ○ دولہا کے پاؤں کا دھون:- (رسم)

(۱) بچا جو تلووں کا ان کے دھون، بنا وہ جنت کا رنگ و روغن  
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن، وہ پھول گلزار نور کے تھے  
(۲) جس کے تلووں کا دھون ہے آب حیات  
ہے وہ جان مسکا ہمارا نئی

## ○ دولہا کی آمد پر پٹاخے پھوڑنا:- (رسم)

(۱) ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلگ  
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے  
**نوٹ:-** شلگ = بندوقوں یا توپوں کی باڑ جو سلامی کے لئے چھوڑی جائے۔ (فیروز  
اللغات، ص ۸۴۷)۔

(۱) اسرا میں گزرے جس دم بیڑے پہ قدسیوں کے  
ہونے لگی سلامی پرچم ٹھکا دیئے ہیں  
**نوٹ:-** سلامی = توپیں، بندوقیں، گولے چلا کر تعظیم کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (فیروز  
اللغات، ص ۸۰۶)۔

مذکورہ اشعار میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ہندوستانی رسم و رواج  
کے تحت شادی بیاہ کے سماجی رسومات کو کتنے نفیس انداز میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں ڈھال دیا ہے۔ چند اور رسم و رواج ذیل میں پیش ہیں:-

## ○ پالتو کٹوں کے گلوں میں پئے:- (سماج میں رائج رواج)

ہر گاؤں اور شہر میں بلکہ ہر محلے اور گلی میں مفت کے چوکیدار کی حیثیت سے کتے پائے



جاتے ہیں۔ کسی اجنبی یا غیر مانوس شخص کو دیکھ کر کتا بھونکتا ہے اور کبھی کبھی کاٹ بھی لیتا ہے۔ کتا جب کاٹتا ہے تو اس کے کانٹے سے اتنی اذیت نہیں ہوتی جتنی اس کے علاج سے ہوتی ہے کیونکہ کتا کانٹے کے نتیجے میں Hydrophobia نہ ہو جائے اس لیے ناف کے نیچے چودہ (۱۴) دن تک روزانہ انجکشن لگوانا پڑتا ہے۔ جب کتوں کی کانٹے کی شرارت حد سے بڑھ جاتی ہے تب بلدیہ (Municipality) والے کتا گاڑی لے کر نکلتے ہیں اور کتوں کو پکڑ لیتے ہیں یا مار ڈالتے ہیں۔ لیکن جس کتے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے اس کو چھوڑ دیتے ہیں لہذا پالتو کتوں کے مالک اپنے اپنے کتوں کے گلے میں چمڑے کا پٹا باندھ دیتے ہیں۔ سماج کے رسم و رواج کے تحت یہ بات عام ہو گئی ہے کہ جس کتے کے گلے میں پٹا ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی کا پالتو ہے، قالتو نہیں۔ بلدیہ والے بھی اس رواج سے واقف ہوتے ہیں لہذا وہ گلے میں پٹا پڑے ہوئے کتے کو نہیں مارتے۔ سماج کے اس رواج کو حضرت رضا بریلوی بارگاہ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اپنی عقیدت اور غلامی کا اظہار کرنے کی غرض سے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

■ اس نشانی کے جو سگ ہیں، نہیں مارے جاتے  
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

### ○ عیب اور نقص والا مال خریدار واپس دے گا:- (سماج کا تجارتی دستور)

ہر شخص کو تجارتی امور کے تحت خرید اور فروخت کرنے کا سابقہ پڑتا ہے۔ سماج میں تجارت کا دستور ہے کہ کسی خریدار نے کسی دوکان سے کوئی چیز خریدی اور دوکاندار پر اعتماد کرتے ہوئے اس نے دام بھی چکا دیئے اور جب وہ گھر آ کر اس چیز کو بکس یا بیکیٹ سے نکالتا ہے تو وہ چیز نقص والی پاتا ہے۔ اس صورت میں وہ شخص دوکاندار کو وہ عیب دار چیز واپس پٹا کر اپنا مول دوکاندار سے وصول کر لے گا اور دوکاندار عیب دار چیز کو واپس لینے اور مول چکانے سے انکار نہیں کر سکتا۔ سماج کے اس دستور اور رواج کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:-



■ رکھے جیسے ہیں، خانہ زاد ہیں ہم

مول کے عیب دار پھرتے ہیں

اس شعر میں حضرت رضائے بیع و شریٰ یعنی خرید اور فروخت کے تعلق سے فقہ کا ایک مسئلہ، قرآن مجید کی ایک آیت کا مفہوم اور چند احادیث کا مغز بیان کر دیا ہے۔ یہاں اتنی منجائش نہیں کہ شعر کی تفصیلی وضاحت کی جائے۔

### ○ عید کا چاند نظر آنے پر مبارکباد دینا:- (رسم)

عید کا چاند نظر آتے ہی ماحول میں خوشی کی لہر پھیل جاتی ہے۔ عید کا چاند نظر آتے ہی ہر شخص خوشی میں مچلتا ہے اور اپنے دینی بھائیوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔ حالانکہ عید تو صبح کو ہے لیکن مغرب کے بعد سے ہی آپس میں مبارکبادی کی لین دین شروع ہو جاتی ہے۔ ہر شخص اپنے اقرباء اور رفقاء کو عید کی بشارت دیتا ہے۔ سماج کے اس رواج کو کلام رضا میں ملاحظہ فرمائیں:-

■ عید مشکل کشائی کے چمکے ہلال

ناخنوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام

### ○ میت کا آخری دیدار:- (رسم)

جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اسے غسل دے کر کفنا کر جنازے پر رکھا جاتا ہے اور جنازہ لے کر قبرستان میں دفن کرنے کے لئے روانہ ہونے سے پہلے میت کا آخری دیدار کرایا جاتا ہے۔ اعزاء، اقرباء، رفقاء اور خاص خاص لوگوں کو میت کا منہ دکھایا جاتا ہے اور مردے کا منہ دکھانے کے لئے اس کے چہرے سے کفن ہٹا دیا جاتا ہے۔ سماج میں اس کو آخری دیدار کی رسم کہا جاتا ہے۔ اس رسم کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شعر میں نصیحت آمیز انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ:-

■ مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو

منہ دیکھ کے کیا ہوگا، پردے میں بھلائی ہے



(۲) آخری دید ہے آؤ مل لیں

رنج بے کار ہے کیا ہوتا ہے

○ سہاگن اور بیوہ کے دوپٹے کا رنگ:- (رسم)

بیوہ عورت اکثر و بیشتر سیاہ رنگ کا دوپٹہ اوڑھتی ہے۔ اس کے دوپٹے کے رنگ سے ہی اس کے بیوہ ہونے کا پتہ چل جاتا ہے۔ جب کہ سہاگن رنگ برنگ کے دوپٹوں سے آراستہ ہوتی ہے، اسی ساتھی رواج کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خانہ کعبہ کے سیاہ غلاف اور گنبد خضراء کے سبز (Green) رنگ پر قیاس کیا ہے۔ جس کا آقا (خاوند) رخصت ہو جاتا ہے وہ عورت اپنے آقا کے بھر میں سیاہ لباس اختیار کرتی ہے اور جو وصل کی لذتوں سے فیضیاب ہوتی ہے وہ سبز جوڑا زیب تن کرتی ہے۔ خانہ کعبہ کے غلاف کا سیاہ رنگ بھر کی علامت اور گنبد خضراء کا سبز رنگ وصل کی کیفیت ظاہر کر رہے ہیں۔ اس تحلیل کو حضرت رضا کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:-

دونوں بنیں سجلی انلی بنی عمر

جو پی کے پاس ہے وہ سہاگن کنور کی ہے

(۲) سر سبز وصل یہ ہے، یہ پوش بھر وہ

چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

○ بادشاہوں کے دربار سے خطاب پانا:- (شاعی رسم)

بادشاہوں اور راجاؤں کے دربار کا دستور ہوتا ہے کہ کسی ذی علم، ماہر فن و ہنر، یا حکومت کے وفادار اور بہادر شخص کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کے لئے شاعی دربار سے اس کو کوئی نہ کوئی خطاب عنایت کیا جاتا ہے۔ مثلاً مغل بادشاہوں کی طرف سے ○ خان بہادر ○ رائے بہادر ○ جنگ بہادر وغیرہ القاب دیئے جاتے تھے۔ ابوالحسن نام کے مشہور ظریف یعنی لطیفہ گو (Jocose) کو ”مثلاً دو پیازہ“ کا لقب دیا گیا تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے ”سر“ (Sir) کا خطاب دیا جاتا تھا۔ موجودہ دور میں بھارت رتن، پدم شری، وغیرہ



خطاب سے نوازا جاتا ہے۔ الغرض ہر حکومت کا دستور اور رواج ہوتا ہے کہ وہ ذی مرتبت شخصیتوں کی عزت افزائی کے لئے اس کی شایان شان خطاب عنایت کرتی ہے۔ دنیا کے شاعری درباروں کے اس دستور کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں اس انداز سے بیان کیا ہے:-

پائے جبریل نے سرکار سے کیا کیا القاب  
خسرو خیل ملک، خادم سلطان عرب

### ○ انعام و اکرام پر بادشاہ کی واہ واہ:- (رسم)

جب کوئی بادشاہ کسی شخص پر فیاضی کرتے ہوئے اسے انعام و اکرام سے نوازا جاتا ہے تو بادشاہ کی فیاضی کا شہرہ ہوتا ہے۔ بادشاہ کے درباری اور رعیت بادشاہ کی فیاضی کی ہر جگہ تعریف کرتے ہیں۔ ایسی تعریف کو عوامی محاورے میں واہ واہ کرنا کہا جاتا ہے (فیروز اللغات، ص ۱۳۰۳)۔ بادشاہ کی فیاضی کی واہ واہ کر کے اس کی سخاوت کو داد و تحسین دینا اور بادشاہ کو مزید سخاوت کرنے کے لئے ابھارنا ہندوستانی عوام میں رسم و رواج کے طور پر رائج تھا۔ اسی رسم و رواج کو حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب و کریم آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں بیان کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انعام و اکرام پر صدقے اور قربان ہونے اور دونوں عالم میں ”واہ واہ“ ہونے کا ذکر کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ:-

صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے

ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ

یہاں چند اشعار بطور مثال پیش کئے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وارضوان کے کلام میں ایک سو (۱۰۰) کے قریب اس قسم کے اشعار پائے جاتے ہیں۔ ان تمام اشعار کو



یہاں پیش کرنا ممکن نہیں۔ لہذا چند اشعار رواں رواں پیش خدمت ہیں:-

■ ساکو دامن غنی کا تمام لو،

کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

■ تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا،

سارے داراؤں کی دارا ہوئی دارائی دوست

■ مرے غنی نے جواہر سے بھر دیا دامن،

کیا جو کاسہ ملے کے شب گدائے فلک

■ وردیاں بولتے ہیں ہر کارے،

چہرہ دیتے سوار پھرتے ہیں

■ دھبے ہر دو عالم کر دیا سبیلین کو،

اے میں قرباں جان جاں انگشت کیالی ہاتھ میں

■ میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو،

کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

■ بہ ادب جھکا لوسر ولا کہ میں نام لوں گل و باغ کا،

گل تر عمر مصطفیٰ چمن ان کا پاک دیار ہے

■ اے دل یہ سلگتا کیا جلتا ہے تو جل بھی اٹھ،

دم کھٹنے لگا ظالم، کیا دھونی روائی ہے

■ جادو کشوں میں چہرے لکھے ہیں ملک کے،

وہ بھی کہاں نصیب فقط نام بھر کی ہے

■ بر سے کرم کی بھرن، پھولیں نعم کے چمن

اسکی چلا دو ہوا، تم پہ کروڑوں درود

مذکورہ اشعار میں سب سے آخری شعر میں لفظ ”بھرن“ کا استعمال کیا گیا ہے۔ شعر



میں لفظ..... بھرن سے ایک مراد بارش برسانے کی ہے اور دوسری مراد لفظ ”بھرن“ سے اُس ہندوستانی رسم و رواج کی طرف اشارہ ہے، جو راجستھان کے راجاؤں میں رسم رائج تھی۔ جب کوئی شخص راجاؤں کے حضور خراج و نذر پیش کرتا، تو راجاؤں کا دستور تھا کہ وہ ایسے شخص کو اس کے حسب مرتبہ ”بھرن“ عطا کرتے یعنی انعام، اکرام اور خلعت سے نوازتے۔ بھرن ایک پیاناہ (Goblet) ہوتا تھا جو لگن یعنی بڑے پیالے کی طرح ہوتا تھا۔ اس میں روپے، جواہرات، اور دیگر اشیاء بھر کر دی جاتی تھیں۔ اس کو ”بھرن دینا“ یا ”بھرن برسانا“ بھی کہا جاتا ہے۔ صوبہ راجستھان کے میواڑی راجاؤں میں یہ رسم و رواج آزادی ہند تک جاری تھی۔ حضرت رضا بریلوی نے اس رواج کی جھلک اپنے شعر میں پیش فرمائی ہے۔

## ■ ”حضرت رضا نے فن شاعری کس طرح سیکھی“

فن شاعری میں حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مہارت، قادر الکلامی، عبور، سخن وری، جملہ اصناف پر طبع آزمائی، تمام صناعات میں بے نظیر شعر گوئی، نظم اشعار میں کامل طور پر دسترس وغیرہ محاسن کو دیکھ کر ہر کوئی شخص یہ سوچتا ہوگا کہ فن شاعری میں آپ کا استاد کون تھا؟ اور آپ اپنے اشعار کی اصلاح کے لئے کس کی طرف رجوع فرماتے تھے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اس فن کے لئے کسی کے سامنے زانوئے ادب طے نہیں کئے اور نہ ہی کسی سے اصلاح کرائی ہے بلکہ بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل شدہ کثیر علوم و فنون میں فن شاعری بھی شامل تھی۔ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

○ جبیں طبع ہے نا سودہ داغ شاگردی

غبارِ متبِ اصلاح سے ہے دامن دور (صدائق، حصہ ۲، ص ۲۳)

اس شعر میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاگردی کے کلک کے



ٹپکے سے میری جبین یعنی پیشانی سیاہ نہیں بلکہ طبع ہے یعنی اچھے نشان سے سرشت ہے۔ اور اصلاح کی منت کے غبار سے میرا دامن بھی دور یعنی بے داغ ہے۔ یہ حقیقت حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیثِ نعت کے طور پر بیان کی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے کبھی بھی شاعری برائے شاعری نہیں کی بلکہ شاعری بھی جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کے لئے ہی نظم فرمائی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ آپ کا غد اور قلم لے کر شاعری لکھنے کے لئے بیٹھتے نہ تھے، جیسا کہ اکثر شاعروں کا دستور ہوتا ہے۔ بلکہ حضرت رضا بریلوی شاعری کس طرح کرتے تھے وہ خود انہیں کے مبارک الفاظ میں سماعت فرمائیں۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-

○ مگر جو ملہم غیبی مجھے بتاتا ہے

زباں تک او سے لاتا ہوں میں بدمرح حضور (مدائن، حصہ ۳، ص ۳۳)

یعنی الہام غیبی سے مجھ کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے، اس کو میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و مدح کے طور پر اپنی زبان پر لاتا ہوں اور وہ بھی اس طرح کہ:-

○ جو اذن بارگہ شاہ سے ملے مجھ کو

سناؤں مطلع برجستہ رہک مطلع نور

یعنی شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ سے مجھے اجازت ملے تو اجازت پاتے ہی برجستہ یعنی فی الفور یعنی اسی وقت مطلع یعنی غزل کا پہلا شعر سنا دوں اور اس پہلے شعر پر نور کا مطلع بھی رشک کرے۔ اس شعر کی تشریح فقیر کی کتاب ”عرقانِ رضا“ مدحِ مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی فنِ شاعری میں بے مثالی حیثیت ہونے کے باوجود آپ نے اپنی باکمال سخن وری پر کبھی بھی غرور و گھمنہ نہیں کیا اور نہ ہی اپنے آپ شعراء کی صف میں داخل مانا، نہ آپ نے کبھی یہ کوشش کی کہ ارباب فن و سخن آپ کی شاعری کو داد و تحسین دیں اور آپ بحیثیت شاعر مشہور ہوں۔ اسی لئے آپ نے شاعروں سے تعلقات قائم نہیں کئے اور شاعروں کے ساتھ نشست و برخاست سے آپ ہمیشہ کنارہ کش



رہے۔ بلکہ ازراہ تواضع اور انکساری آپ نے فن شاعری سے اپنے عجز اور بے شعوری کا اظہار کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:-

○ نہ لفظ سُست نہ مضمون کوئی نہ بندش چست  
○ نظامِ نظم نہ مجھ سے نہ شاعری میں شعور  
○ رہا نہ شوق کبھی مجھ کو سیر دیواں سے  
○ ہمیشہ صحبتِ اربابِ شعر سے ہوں نفور  
○ نہ اپنے کاموں سے تضييع وقت کی فرصت  
○ نہ اپنی وضع کے قابل کہ اس میں ہوں مشہور  
○ رہے وبال سے اس کے تجھے سبکدوشی  
○ کہ ویسے ہی ہے گراں سر پہ بارِ جرم و قصور  
○ علوم میں ہو تبحر تو درشہ آباء  
○ ڈبوؤں آبرو کیوں کر کے بحرِ شعر عبور

حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری وہی تھی۔ خالق کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوبِ اعظم کے عاشقِ صادق کو وہ صلاحیتیں ودیعت فرمائی تھیں کہ فن شاعری کے میدانِ سخن کوئی میں رضا کا کوئی مدّہ مقابل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کلام میں صرف ”آمد ہی آمد“ کا شور شورہ ہے ”آورد“ کا نام و نشان نہیں۔ آپ کا جملہ کلام دیوانگی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور کیفیت سے سرشار ہے۔ آپ اپنی اس دیوانگی عشق کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر اپنے کلام میں تمام مقامات میں سراپا عشق و محبت نظر آتے ہیں لیکن عشق کی سرمستی میں آپ ذرہ برابر بھی بے کعبے نہیں بلکہ حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کو اختیار کر کے قرآن مجید سے محبوب صاحب قرآن کی مدح و ثنا کی ہدایت پائی اور اسی ہدایت کی رہنمائی میں آپ نے جوشِ الفت پر ہوشِ حدودِ شریعت کی لگام لگا کر دیوانگی میں بھی فرزا نگئی کا مظاہرہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بلند پایہ تحفیلِ عشق کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو نعیتیں نظم کی ہیں، اُن میں آپ کا بڑے سے بڑا



حافظ بھی صرف نظر کر کے آپ کی کمال کوئی میں کوئی نقص نکال نہیں سکتا۔ آپ کے کلام کو  
میزان شریعت میں تول کر ٹولا جائے تو ایک شعر تو کیا بلکہ ایک لفظ بھی ایسا نہ پایا جائے گا کہ  
کسی حافظ یا شاعر کو انگلی رکھنے کی جگہ ملے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام  
اردو ادب میں حرف آخر کی حیثیت کا حامل ہے۔ اردو شاعری کے وہ سارے اوصاف جو  
اردو کے نامور شعراء کے کلام میں حفرق طور پر پائے جاتے تھے، وہ تمام اوصاف حضرت  
رضا بریلوی کے کلام میں یکجہ ہو گئے ہیں۔ جن اوصاف پر اہل زبان کو ناز تھا، ان تمام  
اوصاف کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ایسے حسین اور اچھوتے انداز سے جمع فرما  
دیا ہے کہ اردو ادب کے ان اوصاف کو لکھی کلام رضا پر ناز ہے۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ  
علیہ نے شوخی طبع کے باوجود عروسی فن شاعری کو نعت کوئی کے مقدس اور احرام کے گوہر  
بے بہا کے زیورات سے آراستہ کر کے اس کے حسن و جمال کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ جن  
منہات میں شعر کوئی بڑے بڑے شاعروں کے لئے لوہے کے چنے چبانے کے مترادف  
تھی، اُن منہات میں حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو شعر کوئی کا کمال ملے تھا۔ آپ نے  
اپنی نعتیہ شاعری سے اردو ادب کو تقویت اور زینت بخشی بلکہ نعتیہ شاعری کو ایک مستقل فن کی  
حیثیت دینے ہوئے نعتیہ شاعری کی خیم عشق سے اردو ادب کو بہار چاند آسے رو شائیں  
کرایا۔ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گوہر ہارم عشق سے اردو ادب کے  
دامن کو فن کے جواہرات سے بھر دیا۔ شاعری کی سنگاخ ابعاد میں اشعار نظم کر کے دیہان  
اور نجر راہوں پر عشق رسول اور فراق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بننے والے انھوں کی  
آبشاری کر کے، اُسے آپ حیات کا تھوڑے کر، اُسے مروج و زرق کی راہ پر گامزن کیا اور  
اس راہ میں عشق رسول کے شاداب پھول اور سایہ دار ٹھنڈے دار کھلائے۔ حضرت رضا  
بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کا تمام کلام عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مستی اور درد و  
سوز کی دولت سے مالا مال ہے۔ آپ نے عشق کی مخصوص حالت و کیفیت سے متاثر ہو کر جو  
کچھ بھی لکھا ہے وہ اتنا بہترین ہے کہ انہما کو بھی مجبور ہو کر آپ کے کلام کو دلو حسین دینی  
پڑی۔ آپ کی شاعری اردو کے معنی کا اہل شاہکار ہے۔ اور رقی دنیا تک ادب اور اہل



ادب حضرت رضا کے مرہون بنتا رہیں گے۔

## ■ حضرت رضا بریلوی کو بحیثیت شاعر شہرت کیوں نہیں دی گئی

اوراقِ ساجد میں قارئین کرام نے فنِ وادب کے اعتبار سے اردو ادب کے صوبِ اول کے شعراء اور حضرت رضا کے مابین تقابلی جائزہ ملاحظہ فرمایا۔ یہاں تک کہ مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر و ثابت ہو چکی ہوگی کہ شعر گوئی کی راہ میں فنِ وادب کے اعتبار سے حضرت رضا کی حیثیت میر کا رواں کی رہی ہے۔ بلکہ رہبرِ کمال کی حیثیت سے آپ قیامت تک ہونے والے شاعروں کے مقتدا بن کر رہیں گے۔ اردو شاعری کی شاید ہی کوئی ایسی صنعت ہوگی جس کو حضرت رضا نے مزین و آراستہ نہ کیا ہو۔ جب کہ اردو ادب کے صوبِ اول کے شاعر کہلانے والے نامور شاعروں کے دیوان اردو شاعری کی بہت سی صنعتات سے محروم ہیں۔ اردو ادب کے نامور شعراء فنِ وادب کے اعتبار سے جو کمال ”عشق مجازی“ میں کی گئی شاعری میں مجموعی طور پر بھی پیدا نہ کر سکے، اس سے بڑھ چڑھ کر کمال و حسن حضرت رضا بریلوی نے تنہا ”عشق حقیقی“ میں کی گئی شاعری میں دکھا دیا ہے۔ جن شاعروں کو بڑے بڑے اور وزنی خطابات سے نوازا کر ان کے نام سے منسوب اکیڈمیاں، ادارے، اسکول وغیرہ قائم کرنے میں اہل ادب فخر محسوس کرتے ہیں، وہ تمام شعراء فن و ادب کے اعتبار سے حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مقابلے میں آئینہ کے سامنے چراغ کی طرح ہیں لیکن افسوس ہے کہ حضرت رضا بریلوی کا مبارک نام ہر فہرست درج کرنا تو درکنار، شعراءِ اردو ادب میں حضرت رضا بریلوی کا شمار کرنے، کراٹے میں بھی تعصب کے جذبے کے تحت قصداً انحراف کیا جا رہا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے ساتھ



کی جانے والی انصافی کی چند وجوہات ہیں۔

حضرت رضا بریلوی نے اپنی شاعری کو اپنے مسلک حق کی نشر و اشاعت کا ذریعہ بنانے کے ساتھ ساتھ عشق رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عالم گیر نظام کا واسطہ قرار دیا اور احکام شریعت اور آداب عشق رسول کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے کلام کو صرف اور صرف ”عشق حقیقی“ تک محدود رکھا۔ لیکن اس کے باوجود آپ کے کمال فن کا یہ عالم تھا کہ فن اور ادب کے اعتبار سے بھی آپ تمام دل پھینک اور مجازی عشق کے متوالے شاعروں پر چھانگے۔ جو رنگینی اور روحانی عشق مجازی میں شعر گو شعراء پیدا نہ کر سکے، وہ حضرت رضا بریلوی نے عشق حقیقی میں کی گئی شاعری میں پیدا کر دیا۔ اور یہ دنیائے ادب کے لئے ایک چیلنج تھا۔ علاوہ ازیں حضرت رضا بریلوی نے جو زمانہ پایادہ برطانوی حکومت کی غلامی کا دور تھا۔ سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے زوال کا دور تھا لیکن اس کے باوجود علمی تہذیب اور فنون لطیفہ کی دلکشی کا حسن برقرار تھا۔ حالانکہ فن و ادب پر ماحول کی پراگندگی اثر پذیر تھی۔ شرعی اعتبار سے ہزاروں میوب شامل تھے۔ اس کے باوجود بھی شعر و سخن کا چہرہ چا تھا اور بزم شعر و سخن ساتھ طمطراق قائم رکھتے ہوئے گرم تھیں۔ معاشرے پر سخن گوئی اور زبان دانی کا تسلط تھا۔ اگر حضرت رضا اپنی تمام تر صلاحیتوں اور پیشہ خویوں کے ساتھ صرف شعر گوئی میں ہی مصروف رہتے تو آپ کا کوئی مقابل ہی نہ تھا۔ لیکن آپ نے ایسی محفلوں سے اعراض و احتراز فرمایا بلکہ دنیا کے عشق میں اچھے شاعروں کی صحبت سے بھی اجتناب کیا اور آپ زہد و تقویٰ اور روحانی تصرفات کی عملی مثال بنے رہے۔ اور اپنی تمام علمی صلاحیتوں کو ملت اسلامیہ کی صحیح خدمت اور رہنمائی میں صرف فرمایا۔ فرقہ وندی و دہریہ و دیگر باطل فرقوں کے اٹھتے ہوئے سیلاب کے سامنے آپ اپنی چٹان کی طرح جبرے رہے اور ملت اسلامیہ کی ایک بھاری اکثریت کو بدعتی کے سمندر میں غرق ہونے سے بچا کر صحیح و سالم کنارے تک پہنچایا۔ صد ہا قتلوں کا سہہ باب اور استیصال فرمانے میں آپ ہمدقت ایسے منہمک رہے کہ شاعرانہ تخلیقات کی طرف آپ کو توجہ کرنے کا وقت ہی نہ تھا۔ آپ شعر گوئی کے لئے وقت



[illegible]



ہمایو شکر خاں جی

۱- اگر کسی کو شکر ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الفقر" ۲- اگر کسی کو غم ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الهم" ۳- اگر کسی کو بے خوابی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من العجز" ۴- اگر کسی کو بے پرواہی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الغفلة" ۵- اگر کسی کو بے رحمی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من القسوة" ۶- اگر کسی کو بے رحمی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من البخل" ۷- اگر کسی کو بے رحمی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الجبن" ۸- اگر کسی کو بے رحمی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الخوف" ۹- اگر کسی کو بے رحمی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الهم" ۱۰- اگر کسی کو بے رحمی ہو تو کہے کہ "اللہم انی اعوذ بک من الفقر"

۱۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۲۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۳۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۴۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۵۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۶۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۷۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۸۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۹۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے  
 ۱۰۔ اگر کسی نے کسی کو دیکھا کہ وہ کسی کو دیکھتا ہے



[illegible]

ۛ- ز پرستہ ہر گز نہیں

۱- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۲- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۳- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۴- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۵- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۶- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۷- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۸- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۹- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است  
 ۱۰- شکر خوار است به جای کما تر است به جای کما تر است

۱۹۹۶ء میں ان کی موت ہو گئی۔ ان کی وفات کے بعد ان کی جائیداد میں سے ایک حصہ ان کی بیوی کو ملا۔  
 ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ ان کی بیوی کو ملا۔ ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ  
 ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ ان کی بیوی کو ملا۔ ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ  
 ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ ان کی بیوی کو ملا۔ ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ  
 ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ ان کی بیوی کو ملا۔ ان کی بیوی نے اس جائیداد میں سے ایک حصہ

۱- در صورتی که در یک سال دو بار باران ببارد و در هر بار بیش از ۲۰ سانتیمتر باشد، محصول برنج به میزان ۳ تا ۴ تن در هکتار خواهد بود.

«کرب و محنت، غم و اندوه، خوارگی و ستم، کینه و حسد»



تعجب ہوا کہ سراسر عشق سے بھرے ہوئے شعر میں توہین کا شائبہ تک نہیں۔ لہذا ہم نے عرض کیا کہ اس شعر میں لکی کوئی بات ہے جو باعث توہین ہے؟ جواب ملا کہ حضرت رضا بریلوی ”ارے سر کا موقعہ ہے اوجانے والے“ کہہ کر ادب کے نام پر ذائقہ پرین طیبہ کو جانوروں کی دست تعلیم کر رہے ہیں۔ کیونکہ سر کے بل چلنا جانوروں کی دست ہے۔ بندر (Monkey) شرارت کرتے ہوئے سر کے بل یعنی الٹا ہو کر چلتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حاکم یا معزز شخص کو ٹھٹھے کے لئے جائے اور سر کے بل چلے تو حاکم کے دربار کی بے عزتی ہے۔ لوگوں کا ہجوم تماشا شائی کی حیثیت سے جمع ہو جائے گا کہ آج حاکم کے دربار میں کوئی مسخرہ آ رہا ہے۔ حاکم بھی جھلت اور شرم محسوس کرے گا کہ اس کے دربار کو مسرورہ مسخرہ کیا گیا ہے۔ بلکہ اس طرح سے آنے والے پر حاکم غضبناک ہوگا کہ جانوروں کی دست سے کون آیا ہے؟ اس طرح الٹا ہو کر چل کر اس نے ہمارے دربار کا مذاق اڑا کر ہماری شان میں توہین کی ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں سر کے بل چل کر جانے سے بھی یقیناً توہین ہوتی ہے۔ اعتراض کی مذکورہ وضاحت سن کر ہم واقعی ششدر رہ گئے۔ ہمارے وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ حضرت رضا کے شعر پر مخالفین ایسا گھنوا اعتراض کریں گے۔

جواباً ہم نے عرض کیا کہ جناب! حضرت رضا بریلوی کے شعر میں جو کہا گیا ہے کہ ”ارے سر کا موقعہ ہے اوجانے والے“ یہ بتقاضائے ادب و احترام کہا گیا ہے اور اردو زبان میں ”سر کے بل چلنا“ اور ”سر سے چلنا“ یہ دونوں جملے محاورات سے ہیں۔ ان محاورات کا مطلب ہے ”بے حد تعظیم و تکریم سے جانا“ (فیروز اللغات ص ۷۹۲)۔ شعر میں یہ نہیں کہا گیا کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر اٹھا کر جانوروں کی دست سے چلو بلکہ اردو زبان کے محاورے کا فن و ادب کے اعتبار سے استعمال کر کے یہ کہا گیا ہے کہ ”نہایت تعظیم و تکریم سے مدینہ منورہ میں جانا“۔ ہم نے سوچا کہ شعر میں مستعمل محاورے کے معنی اور وضاحت سے معترض صاحب کے اعتراض کا اطمینان بخش جواب دے دیا گیا ہے لیکن اعتراض برائے اعتراض کا سلسلہ قائم رکھتے ہوئے ایک نیا شوشہ نکالا گیا کہ ہمدانی صاحب! آپ محاورے



کی بات جانے دو۔ اگر کوئی شخص شعر میں استعمال شدہ محاورے کے مطلب سے آگاہ نہ ہو اور وہ شخص اس شعر کے جملے کا ظاہری معنی اخذ کر کے، مولانا احمد رضا بریلوی کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مدینہ شریف میں سر کے تل چلے، تو کیا حشر ہوگا؟ ایام حج میں لاکھوں کی تعداد میں زائرین کرام کا مدینہ منورہ میں ہجوم ہوتا ہے۔ لوگوں کی کثرت اور بھیڑ کا یہ عالم ہوتا ہے کہ راستہ چلنے میں بھی دشواری ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کوئی شخص مولانا احمد رضا بریلوی کے شعر پر عمل کرتے ہوئے الٹا ہو کر سر کے تل چلے، تو ایک ہنگامہ برپا ہو جائے گا۔ لوگ حیرت اور تعجب میں پڑ جائیں گے کہ یہ کون دیوانہ یا مسخڑہ آگیا ہے، جو جانوروں کی حیثیت لہنائے ہوئے ہے۔ اس شخص کو قریب سے دیکھنے کے لئے لوگ تماشا کی شکل اختیار کرتے ہوئے شور و غل مچائیں گے، لوگوں کی بھیڑ لگ جائے گی، دھکا دھکی ہوگی، لوگ ایک دوسرے پر گریں گے، جھگڑا اور فساد ہو جائے گا اور حرم شریف کا احترام ملحوظ نہ رہے گا۔ مختصر یہ کہ مولانا احمد رضا ادب کا بہانہ بنا کر لوگوں کو جانوروں کی حیثیت سکھا کر در پردہ دربار رسالت کی بے عزتی اور توہین کر رہے ہیں۔

اب بات بہت ہی نازک موڑ پر آگئی تھی۔ ہم نے ہر چند سمجھانے کی سعی کی کہ جناب! شعر میں استعمال کردہ محاورے کے الفاظ سے نہیں بلکہ اس کے مطلب اور مفہوم سے استدلال کرنا چاہئے اور اس ضمن میں ہم نے کئی محاورات بطور مثال پیش کیئے لیکن ہماری ایک بھی نہ سنی گئی اور اسی بات پر اصرار ہوتا رہا کہ جانوروں کی حیثیت سکھائی جا رہی ہے۔ اب ہم بھی پریشان کہ اس مقدمہ کو کس طرح حل کریں۔ امام احمد رضا محدث بریلوی کا تصور کیا اور ان کی بارگاہ میں استدعا کی کہ میں اس قابل نہیں کہ آپ کے اشعار کا صحیح مفہوم و مطلب جان سکوں اور کسی کو سمجھا سکوں۔ آپ اپنا فیض جاری کرو اور اپنے در کے سوالی اور مسئلہ کے دماغ میں مدلل جواب القافر ماؤ تا کہ آپ کا یہ غلام آپ کے شعر پر عائد اعتراض کا مثبت اور مسکت جواب دے سکے۔ ہماری اس التجا پر ”فیض رضا“ جاری ہوا اور ہمارے ذہن میں شعر کا جو مفہوم آیا اس کو جواباً پیش کرتے ہوئے ہم نے عرض کیا کہ جناب! پہلے آپ یہ



بتائے کہ عشق کے جو دو مقام ہیں۔ یعنی (۱) مقام ادب اور (۲) مقام فنا۔ ان دونوں میں کس کا درجہ اعلیٰ ہے؟ جناب ملا کہ ”مقام فنا“ کا۔ ہم نے کہا الحمد للہ! یہ حضرت رضا پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض و کرم ہے کہ حضرت رضا مدظلہ کی شخصیت کو عشق و محبت کی تلاش کی جاتی، اتنی ہی ان کی شخصیت ابھرتی ہے۔ چونکہ حضرت رضا کا یہ شعر مقام ادب میں ہے لیکن اب اس شعر پر اعتراض قائم ہوا ہے لہذا اب یہ شعر مقام ادب سے نکل کر مقام فنا کا شعر ہو گیا۔ ہم سے سوال ہوا ”وہ کس طرح؟“ ہم نے کہا کہ جناب اب آپ ہر سے ایک مرتبہ اس شعر کا مطلب بیان کرو۔

مطلب بیان کیا گیا کہ ”مولانا احمد رضا مدظلہ کی مدینہ منورہ میں جانے والے کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اسے مدینہ میں جانے والے! حرم کی زمین میں قدم رکھ کر مت چلتا بلکہ یہ موقع سر سے چٹے کا ہے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے شعر کا جو مطلب بیان فرمایا ہے وہ مطلب مقام ادب کا ہے۔ حالانکہ یہ شعر مقام فنا کا ہے۔ اور شعر کو مقام فنا میں شمار کرنے پر شعر کا مطلب ہی دیگر ہے۔ اس شعر میں حضرت رضا مدظلہ کی ”مدینہ میں“ جانے والے کو مخاطب نہیں کرتے بلکہ ”مدینہ سے“ جانے والے کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ اگر مدینہ میں جانے والے کو مخاطب فرماتے تو شعر اس طرح ہوتا کہ:

■ ”حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلتا:- ارے سر کا موقع ہے او آنے والے“

لیکن حضرت رضائے شعر اس طرح ارشاد فرمایا ہے کہ:-

○ حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلتا:- ارے سر کا موقع ہے او جانے والے“

یعنی شعر میں ”جانے والے“ کا کلہ ہے۔ ”آنے والے“ کا کلہ نہیں۔ اس سے یہ

مطلب ہوا کہ مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے بعد ”مدینہ منورہ سے“ جانے والے زائر کو

مدینہ سے زندہ رخصت ہونے پر حضرت رضا مدظلہ کی وجہ لکھ میں فرماتے ہیں کہ ”اے

مدینہ منورہ کے زائر۔ کیا یہی تیرے عشق کا قضا ہے کہ مدینہ منورہ میں تو آیا اور حیرا آنا اور

طرح کہ مدینہ میں قدم رکھنا یعنی پاؤں دھرنا اور پھر چلتا یعنی روانہ ہونا یا رخصت ہونا؟



[illegible]

۱۔ (Departure or Exit) یعنی "خروج" یا "خروج" سے  
 ۲۔ (Wedding) یعنی "ہجرت" یا "ہجرت" سے  
 ۳۔ (Marriage) یعنی "نکاح" یا "نکاح" سے  
 ۴۔ (Divorce) یعنی "طلاق" یا "طلاق" سے  
 ۵۔ (Adoption) یعنی "یتیم خانہ" یا "یتیم خانہ" سے  
 ۶۔ (Inheritance) یعنی "وراثت" یا "وراثت" سے  
 ۷۔ (Gift) یعنی "ہب" یا "ہب" سے  
 ۸۔ (Loan) یعنی "قرض" یا "قرض" سے  
 ۹۔ (Sale) یعنی "بیع" یا "بیع" سے  
 ۱۰۔ (Purchase) یعنی "خرید" یا "خرید" سے  
 ۱۱۔ (Rental) یعنی "کرایہ" یا "کرایہ" سے  
 ۱۲۔ (Lease) یعنی "اجارہ" یا "اجارہ" سے  
 ۱۳۔ (Mortgage) یعنی "موتgage" یا "موتgage" سے  
 ۱۴۔ (Hypothecation) یعنی "ہیپوتھیکیشن" یا "ہیپوتھیکیشن" سے  
 ۱۵۔ (Pledge) یعنی "پنڈ" یا "پنڈ" سے  
 ۱۶۔ (Deposit) یعنی "ذمہ داری" یا "ذمہ داری" سے  
 ۱۷۔ (Borrowing) یعنی "قرض" یا "قرض" سے  
 ۱۸۔ (Lending) یعنی "قرض" یا "قرض" سے  
 ۱۹۔ (Interest) یعنی "معاوضہ" یا "معاوضہ" سے  
 ۲۰۔ (Profit) یعنی "منافع" یا "منافع" سے  
 ۲۱۔ (Loss) یعنی "خسارہ" یا "خسارہ" سے  
 ۲۲۔ (Gain) یعنی "فائدہ" یا "فائدہ" سے  
 ۲۳۔ (Expense) یعنی "تکلیف" یا "تکلیف" سے  
 ۲۴۔ (Revenue) یعنی "درآمد" یا "درآمد" سے  
 ۲۵۔ (Tax) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۲۶۔ (Duty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۲۷۔ (Fee) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۲۸۔ (Fine) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۲۹۔ (Penalty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۰۔ (Compensation) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۱۔ (Reimbursement) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۲۔ (Refund) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۳۔ (Return) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۴۔ (Yield) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۵۔ (Output) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۶۔ (Production) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۷۔ (Consumption) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۸۔ (Expenditure) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۳۹۔ (Income) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۰۔ (Earnings) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۱۔ (Salary) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۲۔ (Wage) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۳۔ (Profit) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۴۔ (Loss) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۵۔ (Gain) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۶۔ (Expense) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۷۔ (Revenue) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۸۔ (Tax) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۴۹۔ (Duty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۰۔ (Fee) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۱۔ (Fine) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۲۔ (Penalty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۳۔ (Compensation) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۴۔ (Reimbursement) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۵۔ (Refund) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۶۔ (Return) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۷۔ (Yield) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۸۔ (Output) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۵۹۔ (Production) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۰۔ (Consumption) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۱۔ (Expenditure) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۲۔ (Income) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۳۔ (Earnings) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۴۔ (Salary) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۵۔ (Wage) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۶۔ (Profit) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۷۔ (Loss) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۸۔ (Gain) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۶۹۔ (Expense) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۰۔ (Revenue) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۱۔ (Tax) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۲۔ (Duty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۳۔ (Fee) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۴۔ (Fine) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۵۔ (Penalty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۶۔ (Compensation) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۷۔ (Reimbursement) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۸۔ (Refund) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۷۹۔ (Return) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۰۔ (Yield) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۱۔ (Output) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۲۔ (Production) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۳۔ (Consumption) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۴۔ (Expenditure) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۵۔ (Income) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۶۔ (Earnings) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۷۔ (Salary) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۸۔ (Wage) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۸۹۔ (Profit) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۰۔ (Loss) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۱۔ (Gain) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۲۔ (Expense) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۳۔ (Revenue) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۴۔ (Tax) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۵۔ (Duty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۶۔ (Fee) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۷۔ (Fine) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۸۔ (Penalty) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۹۹۔ (Compensation) یعنی "عقار" یا "عقار" سے  
 ۱۰۰۔ (Reimbursement) یعنی "عقار" یا "عقار" سے

[illegible]



[illegible]

→ آری، شہزادہ، مولانا، مولوی

[illegible]



محدث دہلوی، ص ۳۲)۔ اس حدیث کی ترجمانی کرتے ہوئے عاشق رسول حضرت رضا بریلوی ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:-

■ ”طیب میں ہر کے ٹھنڈے چلے جاؤ آنکھیں بند:- سید می سڑک یہ شہر فطاعت مگر کی ہے“

○ امیر المومنین، علیہ السلامین، سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ دعا

کرتے تھے کہ ”اللّٰهُمَّ اِنِّدُقْنِیْ شَہَادَۃً فِیْ سَبِیْلِکَ وَ اجْعَلْ مَوْتِیْ فِیْ بِلَدِ

وَسُوْلِکَ“۔ ترجمہ:- ”اے اللہ! مجھے تیری راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت میرے

رسول کے شہر میں کر“ (حوالہ:- جذب القلوب، از شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

ہمدہ شریف میں حضرت رضا کے دیگر چند اشعار پر بھی اعتراض قائم کئے گئے تھے۔

ان اشعار میں ● ”وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں“

اور ○ ”یاد گیسو ذکر حق ہے آہ کر ذہل میں پیدا لام ہوئی جائے گا“ خصوصی طور پر تھے لیکن

بھرا اللہ تعالیٰ تمام اعتراضات کا تسلی بخش جواب دیا گیا۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف مذہبی شاعری تک محدود رہ کر

شعر کوئی میں اپنا ایسا کمال دکھایا ہے کہ آپ تمام مخدوموں کے امام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت رضا کو زبان و بیان پر وہ عبور اور ملکہ حاصل تھا، کہ آپ زبان کی لغت میں مہارت

رکھنے کے ساتھ ساتھ مقامی اصطلاحات، محاورات کا بھی ستھرا اور سنجیدہ شعور رکھتے تھے۔

اردو زبان میں آپ دہلی یا لکھنؤ کے پابند نہ تھے بلکہ شعر کے عنوان کے ساتھ موازنہ اور

موافقت میں جو محاورہ اور مثال زیادہ صحیح اور فصیح ہوتا تھا، اسے اختیار فرماتے تھے۔ اور اسی

وجہ سے حضرت رضا کے کلام کا ایک نرالا اور انوکھا رنگ ڈھنگ ہے۔ ان کی اردو میں کہیں

خالص لکھنؤ کی نکسالی بیکھاتی زبان کا رنگ نظر آتا ہے، تو کہیں خالص دہلی کی اردو کی سنجیدگی

محسوس ہوتی ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے کلام میں حقیقت اور اصلیت کی نفاذ کی کے ساتھ

ساتھ تخیل کی بلندی اور باریکی بھی پائی جاتی ہے۔ کلام کی مسانت و تہذیب کی استواری کو

برقرار رکھتے ہوئے آپ نے ہمیشہ شہر، شفاف اور گلغشتہ الفاظ میں اشعار نظم فرمائے ہیں۔



## ۱۱۵ علوم و فنون میں حضرت رضاؑ

### کی مہارت اور کلام رضا میں ان کا استعمال

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان حدیث شریف کے ارشاد کے بموجب مجدد بن کردیا میں تشریف لائے تھے۔ مجدد ہر ۱۰۰ سال کے بعد دنیا میں تشریف لاتے ہیں اور وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور عملی کوششوں سے تہجد و احیائے دین کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ حضرت رضا بریلوی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل علوم کثیرہ عطا فرمائے تھے۔ حضرت رضا بریلوی ”علم لدنی“ کی زعمہ مثال تھے کیونکہ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار سے بھی زیادہ کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان کتب میں آپ نے متعدد علوم و فنون پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ الحمد للہ اراقم الحروف کے پاس حضرت رضا بریلوی کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ اراقم الحروف کے پاس حضرت رضا کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کا جو ذخیرہ ہے، وہ شاید ہی کسی کے پاس ہوگا۔ ہم نے انفرادی طور پر حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تصانیف پر ریسرچ کا کام تقریباً دس سال سے جاری رکھا ہے۔ حضرت رضا کے ۹۶۸ رسائل، حواشی، وغیرہ کی فہرست باقیہارن اور عنوان مرتب کر لی ہے، جو منقریب منظر عام پر آجائے گی۔ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف میں جو علوم و فنون پائے جاتے ہیں ان کو ہم نے شمار کیا، تو ان کی تعداد دو سو چھترہ تک پہنچی ہے۔ یہ کوئی مبالغہ یا غلو پر مشتمل کپ نہیں بلکہ حقائق اور صداقت پر مبنی دعویٰ ہے۔ کیونکہ ہم نے ہر علم و فن میں حضرت رضا کی کوئی تصنیف ہے؟ وہ چھانٹ کر اس تصنیف کا نام، مع سن تصنیف، وغیرہ تفصیلات کے ساتھ متعین کر لیا ہے۔ اور انھیں



وحبیب بہت جلد کتابی شکل میں اسے شائع کریں گے۔ حضرت رضا مہجد کی حیثیت سے دین متین کی خدمت میں منہک تھے لہذا علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم اصول حدیث، علم اسماء الرجال، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم الفرائض وغیرہ میں مہارت رکھنا لازمی تھا لیکن آپ کو دنیوی علوم و فنون اور خصوصاً علوم جدیدہ مثلاً ٹاپولوجی (Topology) جیسے علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ جس کی تفصیلی گفتگو اس کتاب میں ملاحظہ خاطر ہوگی، جو عنقریب شائع ہوگی۔ یہاں پر ہم صرف اتنا ہی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت رضا بریلوی کے تلمیذ دیوان ”عدائق بخشش شریف“ میں وہ تمام علوم پائے جاتے ہیں۔ ہر فن کے تعلق سے حضرت رضا کے دیوان میں اشعار پائے جاتے ہیں۔ لہذا ہم اپنی آئندہ تصنیف میں ان ۱۱۵ علوم و فنون کو حسب ذیل ترتیب سے شائع کریں گے۔

- (۱) علم اور فن کا نام اور اس کی کیفیت۔
- (۲) یہ علم یا فن کب ایجاد ہوا؟ اور اس کے موجد کا نام۔
- (۳) انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں اس علم و فن کی کیا حیثیت تھی؟ اور ان ادوار میں اس علم و فن کے ماہرین کے نام اور اس فن کا استعمال کس مقصد کے تحت تھا؟
- (۴) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور ظاہری حیات میں اس علم و فن کی حیثیت، اس کے ماہرین اور استعمال کی کیفیت۔
- (۵) عہد رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر حضرت رضا بریلوی کے زمانے تک ہر دور میں اس علم و فن کی کیا حیثیت رہی؟ اور ہر دور کے ماہرین کے نام۔
- (۶) حضرت رضا بریلوی کے دور میں اس فن و علم کی حیثیت اور ماہرین کے نام۔
- (۷) حضرت رضا بریلوی نے اس فن و علم میں کس طرح مہارت حاصل کی؟ اور کس لئے کی؟



(۸) اس علم و فن میں حضرت رضا کی مہارت کی کیفیت اور حضرت رضائے اہل علم و فن کو

علم شریعت کے تابع بنا کر خدمتِ دین کی غرض سے کس طرح استعمال فرمایا؟

(۹) اس علم و فن میں حضرت رضا کی تصنیف اور اس کا نام۔

(۱۰) اس علم و فن میں حضرت رضا کا شعر اور اس شعر کی تشریح۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نعتیہ دیوان میں ان علوم و فنون کے تعلق

سے جو اشعار ہیں، وہ تمام اشعار خصوصی طور پر اپنے آقا و مولا، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں اور دیگر نفوسِ قدسیہ کی تعریف و توصیف میں ہیں۔ یہاں اتنی

گنجائش نہیں کہ اختصار کے ساتھ بھی ان اشعار پر گفتگو کی جائے۔ پھر بھی ناظرین کرام کی

خیافت طبع کی خاطر رواں دواں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:-

■ علم نجوم کی اصطلاح میں:- (Astronomy)

(۱) بارہویں کے چاند کا مجرا ہے مجدہ نور کا

بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارہ نور کا

یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں علم نجوم کی اصطلاح

میں ہے۔ اس شعر میں بارہ برجوں کا ذکر ہے۔ برج (Zodiac signs) بارہ آہیں ہیں۔ (۵) اسد

Leo = (۲) ثور = Taurus (۳) جدی = Capricorn (۴) جوزہ = Gemini (۵) حمل =

Aries (۶) حوت = Pisces (۷) دلو = Aquarius (۸) سرطان = Cancer (۹) سنبلہ =

Virgo (۱۰) شرف = Sagittarius (۱۱) عقرب = Scorpio (۱۲) میزان = Libra۔

(۲) سعدین کا قرآن ہے پہلے ماہ میں،

جبرمٹ کئے ہیں تارے جلی قر کی ہے۔

● سعدین = دو مبارک ستارے زہرہ اور مشتری (فیروز اللغات، ص ۸۰۰)



Jupiter and Venus.

● قرآن = دو ستاروں کا ایک برج جس میں ہوتا (فیروز اللغات، ص ۹۵۳)

### ■ علم فضا یعنی اشعار: - (Astrophysics)

(۱) مہر میزاں میں چھپا ہو تو محل میں چمکے،

ڈالے اک یوم و شب دے میں جو ہاراں عرب

● مہر = آفتاب (فیروز اللغات، ص ۱۳۲۲) ● میزاں = آسمان کا ساتواں برج

(فیروز اللغات، ص ۱۳۳۰) ● محل = آسمان کا پہلا برج (فیروز اللغات، ص ۵۷۶)۔

(۲) ہیں عکس چہرہ سے لب گلوں میں سرخیاں،

ڈوبا ہے بدر گل سے شفق میں ہلال گل

### ■ علم نباتات یعنی اشعار: - (Botany)

(۱) یہ سُمن یہ سون دیا کن یہ بخشہ سنبل و سترن،

گل و سرو و لالہ بھرا چمن وہی ایک جلوہ ہزار ہے

(۲) شاخ گھٹ وہ میں زلف و چٹم و رخسار و لب ہیں،

سنبل، زکسن گل، پگھڑیاں قدرت کی کیا پھولی شاخ

### ■ علم ہندسہ یعنی اشعار: - (Geometry)

(۱) محیط و مرکز میں فرق شکل رہے نہ قائل خطوط واصل،

کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

(۲) کیا لکیروں میں یہاں خط سرو آسا لکھا،

راہ یوں اس راز لکھنے کی نکالی ہاتھ میں



## ■ علم موسیقی پر مبنی اشعار:-(Music)

(۱) عور جہاں غم کیا طیبہ نظر میں پھر گیا،

بھیر کے پردہ تجاں ویس کی چڑ گائی کیوں

(۲) ارے یہ قال بڑی ہوتی ہے،

ویس کا جنگلا شائے والے

## ■ علم ارضیات و معدنیات پر مبنی اشعار:-(Geology & Mineralogy)

(۱) نبوی غور، علوی کوہ، بتولی معدن،

حسنی لعل، حسینی ہے ان تھکات تھکات

(۲) کوہ سرنگھ ہو تو اک وار میں دو پر کالے،

ہاتھ پڑتا ہی نہیں، بھول کے اوچھا تیرا

## ■ علم موسمیاتی پر مبنی اشعار:-(Meteorology)

(۱) سیکے درودیں، ضرورت ہاں عیلا ماو طیبہ ہیں،

بھاتا تیرا طعن پہ لب رحمت کا پانی ہے

(۲) ایک ہی ساکن چلے کوہ جہاں سے تھکات

طعن جہاں تھکات کھن جہاں تھکات

## ■ علم کیمیا پر مبنی اشعار:-(Alchemy)

(۱) سونے کو تپائیں جب پھر پھر پھر پھر پھر

کیا کام جہنم کے دھرے کو کمرے دل سے



(۲) خاک ہو کر عشق میں آرام سے سوتا ملا،  
جان کی اکیر ہے اُلفت رسول اللہ کی

### ■ علم منطق یعنی اشعار:-(Logic)

(۱) تم سے خدا کا ظہور اُس سے تمہارا ظہور،  
”لم“ ہے وہ، یہ ”ان“ ہوا تم پہ کروڑوں درود  
(۲) سب ہر سبب معنائے طلب،  
علتِ جملہ علتِ پہ لاکھوں سلام

### ■ علم نفسیات یعنی اشعار:-(Psychology)

(۱) یہ مرتیں کہ کچی متیں نہ چھوڑیں لتیں نہ اپنی گتیں،  
قصور کریں اور ان سے بھریں قصور جتاں تمہارے لئے  
(۲) سرکار ہم گنواروں میں طرزِ ادب کہاں،  
ہم کو تو بس تیز یی بھیک بھر کی ہے

قارئین کرام اپنے محو اور معافی سے ہمیں نوازیں کہ طوالتِ تحریر کے خوف سے ہم نے  
مذکورہ متفرق علوم کی مثال میں پیش شدہ اشعار کی کوئی تشریح نہیں کی۔ ورنہ مطالعہ کا لطف حریہ  
بڑھ جاتا۔ ہم خود بھی اپنی اس کوتاہی پر طول اور غل ہیں اور قارئین کرام سے معذرت خواہ  
ہیں۔ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کو جن علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل تھی  
ان میں سے چند علوم و فنون کے نام اور کیفیت ذیل میں پیش خدمت ہیں:-



نمبر	اسماء علوم و ہنر	کثیفیت	انگریزی
۱	علم موسیات	موسوں کی معلومات کا علم	Meteorology
۲	علم حشرات	کڑے مکڑوں کا علم	Entomology
۳	علم المعیوف	اقتصادیات و معاشیات کا علم	Economics
۴	علم حرکت	حرکت اور سرعت کی بحث کا فن	Dynamics
۵	علم حیوانات	حیوانات کے حالات کا علم	Zoology
۶	علم طبیعیات	چیزوں کی خاصیت کا علم	Temprament Physics
۷	علم کیمیا	چیزوں کے اجزاء و مرکبات کا علم	Chemistry
۸	علم نباتات	نباتات، پھول وغیرہ کی معلومات	Botany
۹	علم ہندسہ	گیروں، خطوط اور زاویوں کا علم	Geometry
۱۰	علم نجوم و زیجات	ستاروں کا علم	Astronomy
۱۱	علم الحقیقت	حقائق اشیاء کی بحث کا علم تصوف	Theology
۱۲	علم نفسیات	انسان کے تحت الشعور و لا شعور کی شرح کا علم	Psychology
۱۳	علم جنیات	مرد و عورت کے جسمانی تعلق کی تحقیق	Temperament
۱۴	علم دہائیات	وباءوں کی تحقیق اور روک تھام کا علم	Epidemiology
۱۵	علم صوتیات	وہ علم ہون جو آواز سے تعلق رکھے	Phonetics
۱۶	علم جغرافیہ	زمین کی طبیعی تقسیم کا علم	Geography
۱۷	علم شماریات	احصاء و شمار کی بنیاد پر فراہمی کا علم	Statistics
۱۸	علم معاشرت	مل جل کر جماعتی زندگی پر کرنے کی تحقیق	Sociology
۱۹	علم منطق	دلائل کا علم	Logic



Alchemy	کیا۔ تانے کو سونا اور غیرہ کا علم	علم اکیر	۲۰
Philosophy	حکمت و دانش اور موجودات کا علم	علم فلسفہ	۲۱
Logarithm	حساب کے پھیلاؤ کو مختصر کرنے کا علم	علم لوگارتم	۲۲
Ancestry	نسل نسب اور خاندانی شجرے کا علم	علم الانساب	۲۳
Mysticism	قرب الہی اور حاش حق کا علم	علم سلوک	۲۴
Horoscology	بچے کے پیدائش پر جنم کٹلی کا علم	علم زائچہ و زائرچہ	۲۵
Astrophysics	اجرام فلکیہ کی گردش و کشش کا علم	علم ہیئت	۲۶
Ethics	اخلاق کی تعلیم و تربیت کا علم	علم اخلاقیات	۲۷
Law of Inheritance	میراث کی تقسیم و ورثہ کے حقوق کا علم	علم القرائن	۲۸
Recitation	حروف کی گنگناہنگی اور صراح کا علم	علم قرأت و تجوید	۲۹
Ephemeris	ظہور و غروب اور گنگناہنگی کا علم	علم توفیق	۳۰
Numerology	عدد و حساب و شمار و غیرہ کا علم	علم الاعداد	۳۱
International affairs	عالمی سیاست پر مبنی امور کا علم	علم بین الاقوامی امور	۳۲
Forecasting astrology	ایک علم جس سے غیب کا حال معلوم ہو	علم جنر	۳۳
Augury	ہندوؤں اور مخلوق سے غیب کا حال پتہ	علم طیر	۳۴
Abstract of science	دعوتِ اسلامی میں اہل کفر و کفر کا علم	علم ریاض	۳۵
Medical science	ہر قسم کے امراض کے علاج کا علم	علم طب و حکمت	۳۶
Pharmacy	دواؤں کا علم	علم دوائیات	۳۷
Arithmetic	حساب کے مسائل اور مسائل کا علم	علم تکمیر	۳۸
Equation & Algebra	علامات و حروف سے عمل کا علم (شمار و ریاضی)	علم جبر و مقابلہ	۳۹
Squardology	مربع خانے و مضبوطی کے گناؤں کا علم	علم مربعات	۴۰



Geology	زمین کے طبقات کا علم	علم ارضیات	۴۱
Minerology	زمین سے درآمد ہونے والے معدنیات کا علم	علم معدنیات	۴۲
Viru & History	پس منظر میں کتب کا علم	علم سیرت و تاریخ	۴۳
Research & Analysis	قرآن و حدیث سے مسائل نکالنے کا علم	علم اشتقاق و استخراج	۴۴
Marginal Explanation	کتب کے متن پر حواشی و تفسیر کا علم	علم حاشیہ نگاری	۴۵
Vocabulary	اصول کے معنی حاصل کا علم	علم لغات	۴۶
Art of Versification	شعر کوئی اور شعر کے وزن و قوافی کا علم	علم عروض	۴۷
Arabic Chirography	عربی تحریر کی ایک قسم	علم خط و نسخ	۴۸
Curiosity	کلام کی نفسی و معنوی خوبیوں کا علم	علم بدیع	۴۹
Art of Refutation	بھڑکنے اور رد کرنے کا علم	علم ردات	۵۰

مندرجہ بالا فہرست میں صرف پچاس (۵۰) علوم و فنون کا ہی ذکر کیا ہے۔ حالانکہ حضرت رضا بریلوی کی تصانیف کثیرہ سے کل ۲۱۵ علوم و فنون ثابت ہوتے ہیں۔ جس کا تفصیلی تذکرہ ہم اپنی آئندہ (Next) تصنیف میں کریں گے۔ ایک اہم بات قارئین کرام کے گوش گزار کریں کہ مذکورہ ایک دوسو پندرہ (۲۱۵) علوم و فنون کی حضرت رضا کو صرف معلومات ہی نہ تھیں بلکہ مہارت نامہ (Mastery) حاصل تھی۔ ان علوم و فنون میں حضرت رضا بریلوی کے ہم عصر ماہرین کو جب حضرت رضا بریلوی سے ان علوم و فنون کے تعلق سے سابقہ پڑا تو انہوں نے دانتوں سے انگلیاں دھالیں اور حضرت رضا کے تبحر علم کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت رضا کے مقابل طفل کتب محسوس کیا۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین، امریکی نجم البرٹ پورٹ، مشہور سائنسدان آئن اسٹائن وغیرہ کے واقعات ہمارے اس دعوے کی شہادت دیتے ہیں۔



## ”اتنی عرض آخری سن لو ذرا.....“

یہاں تک کے مطالعہ سے قارئین کرام پر روشن ہو گیا ہوگا کہ حضرت رضا بریلوی جیسی نادر زمن شخصیت صدیوں کے بعد ہی پیدا ہوتی ہے۔ حضرت رضائے جس جس علم و فن کی طرف توجہ فرمائی، اس فن کے ماہرین پر فوقیت و سبقت لے گئے۔ فن شاعری میں حضرت رضا کی قادر الکلامی میں کوئی کلام نہیں بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ اردو ادب کے شعراء کے شہنشاہ ہونے کے ناطے امام الکلام کا تاج آپ کے سر پر ہی زیب دیتا ہے۔ فن عروض کی میزان میں ایک پلے میں حضرت رضا بریلوی کے کلام کو رکھا جائے اور دوسرے پلے میں تمام شعراء اردو ادب کے کلام کو رکھا جائے تو بلاشبہ حضرت رضا کے کلام کا پلہ بھاری رہے گا۔ حضرت رضا کے کلام میں فن و ادب کے اعتبار سے جو محاسن پائے جاتے ہیں، وہ کسی ایک شاعر کے کلام میں نہیں پائے جاتے۔ لیکن صد افسوس! باوجود بے شمار فنی محاسن فن شاعری کے حامل ہونے کے باوجود اردو ادب کی تاریخ میں جہاں دیگر شاعروں کو خراج تحسین دینے میں غلو اور مبالغہ کرنے میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا جاتا، وہاں حضرت رضا جیسے باکمال سخنور کہ جن کو فن شاعری میں اپنے وقت کا امام کہنا، درحقیقت فن و ادب کی آبرو کو چار چاند لگانا ہے، ایسے باکمال شاعر کے ساتھ غیر منصفانہ رویہ اپنایا گیا ہے۔ جیسا کہ اوارق سابقہ میں ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ کی گئی نا انصافی کے پس پردہ مسلکی اختلاف کا تعصب ہی کارفرما ہے۔ اس حقیقت کو حضرت رضا جانتے تھے اور آپ نے اس حقیقت کا برملا انکشاف کرتے ہوئے اپنے ایک شعر میں یہاں تک فرمایا ہے کہ:-

سنت سے کھٹکے سب کی آنکھ میں

پھول ہو کر بن گئے کیا خار ہم



لیکن حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان نے عقائد کی بنا پر کی جانے والی ایسی ناحق مخالفت کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور ایسی مخالفت و لعن۔ طعن سے ذرہ برابر بھی طول و بدول نہیں ہوئے بلکہ اس کو بھی اپنے آقا دسویں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سچے مشق کے جذبے کے تحت خندہ پیشانی سے جھیلے ہوئے، اپنے آقا کی بارگاہ میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

■ مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یوں ہی

کہ دے دیں، وہ رضا بندہ رسوا تیرا

حضرت رضا بریلوی متعصب اور مخالف گروہ کی بے اعتدالیوں سے بالکل بے اعتنائی کا مظاہر کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ:-

■ خاک ہو جائیں عدد و جل کر مگر ہم تو رضا

دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے

● حضرت رضا بریلوی کو فن شاعری میں جو عبور حاصل تھا اور آپ فن کی جس بلندی پر پرواز کناں تھے۔ وہاں پہنچ کر بہت سے حضرت انسان کو بتھا خائے بشری تکبر اور خود ستائی کی باگ پکارنے کی کد گدی ہوتی ہے لیکن حضرت رضا بریلوی نے خود آرائی کے عیب سے اپنے دامن کو داغدار نہیں ہونے دیا بلکہ تواضع اور انکساری اختیار فرماتے ہوئے اپنے عجز و خائس کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

■ کس منہ سے کہوں رشکِ عنادل ہوں میں

شاعر ہوں، فصیح بے مماثل ہوں میں

ہا کوئی صنعت نہیں آتی مجھ کو

ہاں یہ ہے کہ نقصان میں کمال ہوں میں

● اردو ادب کے بہت سے شاعروں نے اپنے ہی منہ سے تعریف کے نال باعہیے ہیں اور فن شاعری میں اپنے کمال کے گن گانے کے غلو میں کمال کر دیا ہے لیکن حضرت رضا بریلوی نے تواضع اور انکساری اپناتے ہوئے اپنے کمال کا نہیں بلکہ اپنی ”بے کمالی“ کا



مکتبہ اہل حق و باطل

[illegible]

ॐ नमो भगवते वासुदेवाय

*[Faint handwritten signature]*

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

॥ श्रीगणेशाय नमः ॥

1913-1914



۱- چنانچه کسی در این دنیا  
۲- چنانچه کسی در این دنیا  
۳- چنانچه کسی در این دنیا

۴- چنانچه کسی در این دنیا  
۵- چنانچه کسی در این دنیا  
۶- چنانچه کسی در این دنیا

۷- چنانچه کسی در این دنیا  
۸- چنانچه کسی در این دنیا  
۹- چنانچه کسی در این دنیا

۱۰- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۱- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۲- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۳- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۴- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۵- چنانچه کسی در این دنیا

۱۶- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۷- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۸- چنانچه کسی در این دنیا  
۱۹- چنانچه کسی در این دنیا  
۲۰- چنانچه کسی در این دنیا

۲۱- چنانچه کسی در این دنیا  
۲۲- چنانچه کسی در این دنیا  
۲۳- چنانچه کسی در این دنیا  
۲۴- چنانچه کسی در این دنیا  
۲۵- چنانچه کسی در این دنیا



## نقش قدم حضرت حسان بس ہے

- توشہ = زادِ راہ، وہ کھانا جو مسافر ساتھ لے جائے، وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۳۹۰)
- افغان = فریاد، افغان، وغیرہ (فیروز اللغات، ص ۱۰۴) ● زار = نالہ، فریاد، غمگین (فیروز اللغات، ص ۷۳۷) ● خدی = عرب خُتر بانوں کا نغمہ (فیروز اللغات، ص ۵۶۴)
- خُتر بان = اونٹ ہانکنے والا (فیروز اللغات، ص ۴۳۷)۔

مذکورہ رباعی میں حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں سفر کے توشہ میں غم اور آنسوؤں کا سامان کافی ہے اور غمگین دل کی فریاد و نالہ کیلئے عرب کے خُتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہو تو حضرت حسان بن ثابت کا نقش قدم اختیار کرنا کافی ہے۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مذکورہ رباعی کی تشریح لکھیں لیکن مضمون کی طوالت مانع ہونے کی وجہ سے صرف اہم نکات کی طرف اشارہ کر کے سبکدوش ہوتے ہیں۔ رباعی کی ابتداء میں لفظ ”توشہ“ کا استعمال کیا گیا۔ جب آدمی سفر کرتا ہے تو کھانے اور پینے کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ صرف کھانے کا یا صرف پینے کا سامان نہیں لیتا بلکہ کھانے اور پینے دونوں کا سامان ساتھ لے کر چلتا ہے۔ اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت رضائے ”غم“ اور ”اشک“ کا ذکر فرمایا ہے یعنی کھانے کے لئے غم اور پینے کے لئے اشک یعنی آنسو۔ حالانکہ روزمرہ کی اصطلاح میں ”غم کھانا“ اور ”آنسو پینا“ کے محاورے رائج ہیں ● غم کھانا = صدمہ اٹھانا، رنج سہنا، دکھ بھوگنا (فیروز اللغات، ص ۹۱۷) ● آنسو پینا = ضبط کرنا، صبر کرنا، دکھ درد کے وقت خاموش رہنا۔ (فیروز اللغات، ص ۳۳) یعنی عشق کی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے جو سفر درکار ہے اس سفر میں ایک عاشق صادق کے لئے لازمی ہے کہ زادِ سفر کے لئے ”غم عشق رسول“ اور ”اشک در فراق نبی“ کا سامان ساتھ لے کر چلے۔ مصرعہ ثانی میں فرمایا ہے کہ غمگین دل کی فریاد و نالہ کے لئے عرب کے خُتر بانوں کا نغمہ کافی ہے۔ ملک عرب میں اکثر و بیشتر اونٹ پر ہی سفر کیا جاتا تھا کیونکہ وہاں کی زمین ریشلی (Sandy) ہونے کی وجہ سے صرف اونٹ کی سواری موزوں ہوتی۔



اونٹ کے سائبان یعنی ہانکنے والے اکثر سفر میں رہتے تھے۔ آج اس مسافر کے ساتھ توکل دوسرے مسافر کے ساتھ سفر کرتا پڑتا تھا۔ وہ اپنے اہل و عیال سے جدا ہو کر ملک عرب کی ریتی زمینوں میں سفر میں رہتے تھے کیونکہ یہی اُن کا پیشہ تھا۔ رات کے وقت جب قافلہ کہیں پڑاؤ کرتا اور ٹھہرتا تب اونٹ کے ساربان جمع ہو کر حلقہ بنا کر بیٹھتے اور اپنے اہل و عیال کو یاد کر کے ان کے فراق و ہجر میں نہایت ہمدردی میں غمے گاتے تھے۔ اونٹ کے ساربانوں کے درد بھرے نغمات اتنے رقت آمیز ہوتے تھے کہ سننے والے پر بھی رنج و غم کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور ان کے بھی آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ اُن شتر بانوں کے ہمدرد نغموں کو ملک عرب میں غم کے نغموں کی حیثیت سے بہت ہی شہرت حاصل ہوئی تھی اور ان نغمات کو ”خدی“ یعنی Elegy کہا جاتا ہے۔ تیسرے اور چوتھے مصرعے میں فرماتے ہیں کہ نعت کی راہ میں اگر رہبر کی حاجت ہے تو حضرت حسان کا نقش قدم اختیار کرنا کافی ہے۔ یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ اس رباعی شریف پر تفصیلی گفتگو کریں۔ مختصر یہ کہ اس رباعی میں حضرت رضائے سفر سے تعلق رکھنے والے تمام امور مثلاً توشہ، سامان، سواری، ساربان، فراق، نغمہ، رہبر، راہ، نقش قدم وغیرہ کا بالترتیب ذکر ایسے حسین انداز میں فرمایا ہے کہ شعر کا ربط و تسلسل قائم رہتے ہوئے شعر میں الفاظ کی کدورت، بیان کی شائستگی، زبان کی شیرینی، جذبات کی شدت، عشق کی صداقت، سخن کی سلاست، محبت کی وارفتگی وغیرہ کئی محاسن مجتمع نظر آتے ہیں۔

○ مذکورہ رباعی کے آخری دو اصعار میں حضرت رضائے طوی نے حضرت حسان بن ثابت کا نقش قدم اختیار کرنے کا فرما رہے ہیں۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقش قدم اختیار کرنے سے مراد یہ ہے کہ جس طرح حضرت حسان نے ہر موقع پر اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تذلیل اور ہجو کرنے میں کسی قسم کی کمی، کسر، کوتاہی، کاہلی، تاخیر، یا تاہل نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت رضائے طوی نے بھی اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم



کی تعریف تو صلیف اور آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ کے گستاخوں کی تردید اور  
اور تہلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی۔ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان اس کی کھلی

شہادت ہے۔ مثلاً۔

○ اپنے آقا رسولی، وصیت عالم، جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے

سے بڑا عشق کا اظہار اور عبادتِ عظیم کی مدح و ثنا کرتے ہوئے حضرت رضا قسطنطینیہ کو

یوں کہتے ہیں:

■ عشقِ اللہ کی سرِ عالم ہفتم، شانِ آپ ہیں یہ

نہ انوارِ کبریا کی کہ میں شمع نہیں۔ انسان وہ انسان ہیں یہ

ساری باتیں قرآن سے تو ایمان آتا ہے نہیں

بجائے انوارِ کبریا کی کہ ایمان یہ کہتا ہے سری جان ہیں یہ

■ قریش واسطے تیری شوکت کا غلو کیا جانیں

میں تو ہوں انوارِ کبریا کی عرشِ ابراہیم پر پھرا ہوا

■ وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہیں

یہ دنیا کی جہان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

■ ہوں گونہ دینا ہے دینے کو منہ چاہئے

دینے والا ہے سچا ہمارا ربی

■ وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دینا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا،

یہ کلام مجید نے کمالی شہاء ترے شہر و کلام و ہوا کی قسم

■ ہشت خلد آئیں وہاں کب لطافت کو رضا،

چارہ دن ہر سے جہاں ہے بہارِ ان عرب

■ خدا کی رضا چاہتے ہیں وہ عالم

خدا آہستہ چاہتا ہے رضا کی محراب



■ میرے کریم ہے مگر قلمو کسی نے ہاں،

دیر لکھا دیکھتے ہیں، ڈر ہے بہا دیکھتے ہیں

■ مالک کو نہیں ہیں گو پاس کچھ رکھتے ہیں،

وہ جہاں کی نصیبی ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

■ وہی نور حق وہی ظن رب ہے انہیں ہے سب ہے انہیں کاسب،

نہیں ان کی ملک میں آسمان، کہ زمین نہیں کہ دماں نہیں

■ اپنے مولیٰ کی ہے بس شان عظیم جانور بھی کریں جن کی تعظیم،

سنگ کرتے ہیں ادب سے تسلیم، چمک جوتے میں گرا کرتے ہیں

■ جانچو! آئی شہنشاہ کا روزہ دیکھو،

کعبہ تو دیکھو چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

■ اے رضا خود صاحب قرآن ہے ہدایہ حضور،

تجھ سے کب ممکن ہے ہر مدت رسول اللہ کی

■ تو زعم ہے واللہ تو زعم ہے واللہ

میرے چشم عالم سے خوب جاننے والے

■ لیکن رضا نے ختم عین الیقین کیا

خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں گے

■ ترا ہے مبارک ممکن رحمت کی ڈالی ہے

اُسے ہو کر رہے سب نے ہمارے رحمت کی ڈالی ہے

■ شفقت کرے شر میں جو رضا کی

تو عت کی رحمت کی

■ وہی ہے اول، وہی ہے آخر، وہی ہے بائیں، وہی ہے باہر

ان کی مشیت ان کی مشیت اسی ہے اسی کی مشیت اسی ہے



■ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا،

تو ہے عین نور تیرا سب گھراٹا نور کا

■ ملک خاص کبریا ہو ملک ہر ما سوا ہو

■ اصابت کل، المص کل، سیادت کل، امارت کل،

حکومت کل، ولایت کل، خدا کے یہاں تمہارے لئے

■ وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا، وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا،

وہ ہے جان، جان سے ہے بھا، وہی بن ہے، بن سے ہی بار ہے

■ کل سے بالا، رُسل سے اعلیٰ + اجلال و جلال مصطفائی

■ میرے آقا کا وہ درد ہے جس پر مانتے کس جاتے ہیں سرداروں کے

■ وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا،

ہمیں بھیک مانگنے کو، ترا آستان بنایا + تجھے حمد ہے خدایا

■ صاحبِ رعبِ شمس و شمسِ اقرر

■ نامِ وسیعِ قدرت پہ لاکھوں سلام

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے کلام سے چند اشعار بطور مثال پیش کئے

ہیں حالانکہ حضرت رضا کا نعتیہ دیوان ”عذائق بخشش شریف“ اول تا آخر عشق رسول کے

گوہر شاداب سے لبریز ہے۔ حضرت رضا کے کلام میں غیرت عشق، آداب عشق، سوزش

عشق، نوائے عشق، توقیر عشق، جوش عشق، ہوش عشق، اجرام عشق، لحاظ عشق، آرزوئے

عشق، غلوس عشق، صداقت عشق اور فاصیہ عشق کی جو گہرائی اور گیرائی پائی جاتی ہے، وہ

صرف آپ کا ہی خاصہ اور کمال ہے۔ اپنے آقا رسولی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں

حضرت رضا بریلوی نے ایسے اچھوتے اور انوکھے اشعار نظم فرمائے ہیں کہ دور تک ان

اشعار کی مثال نظر نہیں آتی۔ حالانکہ زمانہ ماضی کے عطا ق شاعروں نے اپنے عشق کی



رعنائی کو بہترین انداز میں قلم بند فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر لسان العرب علامہ یحییٰ علیہ الرحمۃ والرضوان بارگاہ رسالت میں یوں عرض کرتے ہیں کہ:-

■ كَانَتْهَا التَّلُوْلُو الْمَكْنُوْنُ فِي صَدَفٍ

مِنْ مَغْنَوِي مَنُطَوِي وَنَفْءٌ وَمُبْتَعَسٌ

یعنی:- ”یا رسول اللہ! آپ کے دندان مبارک ایسے پھکدار موتی ہیں جو سیپ میں چبے ہوئے ہیں یعنی وہ بن شریف میں نہاں ہیں۔ اور وہ موتی گنگو اور تہسم کرنے کے وقت اپنی معدن سے نمایاں ہوتے ہیں“ اس شعر میں علامہ یحییٰ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ”موتی“ یعنی موتی سے تشبیہ دی ہے اور صرف دندان مبارک کی توصیف میں پورا ایک شعر قلم فرمایا ہے۔ لیکن حضرت رضائیلوی علیہ الرحمۃ نے بارگاہ رسالت میں اس طرح عرض کیا ہے کہ:-

■ دندان و لب و زلف و رخ شہ کے فدائی

ہیں دُورِ عدن لعل یمن مُخک عُقن پھول

اس شعر میں حضرت رضائیلوی نے اپنے آکاہ موتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان مبارک کو ”دُورِ عدن“ یعنی جنت کا موتی کہنے کے ساتھ ساتھ ایک ہی شعر میں دندان، لب، زلف اور رخ کی تعریف کر کے شعر کو جامعیت کا حسن بخشا ہے۔

اگر حضرت رضائیلوی علامہ یحییٰ کے معاصر ہوتے اور علامہ یحییٰ علیہ الرحمۃ حضرت رضا کا یہ شعر ملاحظہ فرماتے تو یہی علامہ یحییٰ حضرت رضا کو اپنے سینے سے لگا کر حضرت رضا کے اس شعر کو داد دیتے ہوئے سراہتے۔



## ■ کلکِ رضا کی برق بار جولا نیاں

حضرت رضا بریلوی نے بارگاہِ رسالت کے مقبول نعت گو شاعر حضرت حسان بن ثابت کے نقش قدم پر چل کر بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنے نیزے (قلم) کی نوک سے چھلنی کرنے میں کوئی جھجک اور ڈر محسوس نہیں کیا اور بلا خوف و ہراس لائقِ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت رضا کے کلام میں ایسے اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ شاعرِ قارئینِ کرام کی طبعِ خاطر کے لئے پیش خدمت ہیں:-

آج نے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے،  
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر اُن کیا  
جو تیرے در سے پار پھرتے ہیں۔

در بدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں  
کرے مصطفیٰ کی اپہنیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں،

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی! ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں  
مومن وہ ہے جو اُن کی عزت پہ مرتے دل سے،

تعلیم بھی کرتا ہے محمدی توں مرنے والے سے  
سورج اُلے پاؤں پلے چاند اشارے سے جو چاک،

ابو محمدی دیکھ لے تہذیبِ رسول اللہ کی  
جور کھائیں خیرے غلاموں سے انہیں۔

ہیں منکر عجب کھانے خزانے والے  
سُنو! اُن سے مدد مانگے جاؤ،

پڑے بکتے رہیں بکنے والے



سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے،  
 سونے والو جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے  
 دشمن احمد یہ ہذت کیجئے،  
 لحدوں کی کیا مروت کیجئے  
 شرک ٹھہرے جس میں تعظیم جیب،  
 اُس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے  
 ذکرِ خدا جو اُن سے جدا چاہو نجدیوا،  
 واللہ ذکرِ حق نہیں کتنی ستر کی ہے  
 شریک ڈالیں گے ہم پیدائش موٹی کی دھوم،  
 مثلِ قارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے  
 عُف نجدیت نہ کفر، نہ اسلام سب پہ حرف،  
 کافرِ ادھر کی ہے نہ ادھر کی، ادھر کی ہے،  
 کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو، تم اولِ آخر کے پھیر میں ہو،  
 محیط کی چال سے تو پوچھو، کدھر سے آئے کدھر گئے تھے  
 وہ جسے وہابیہ نے دیا ہے لقبِ شہیدِ ذبح کا،  
 وہ شہیدِ لیلیٰ نجد تھا، وہ ذبحِ حلیٰ خیار ہے  
 وہ حبیبِ یارا تو عمر بھر کرے فیضِ وجود ہی برابر،  
 ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے بخار ہے  
 نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی،  
 یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا  
 پڑی ہے اندھے کو عادت کہ شور بہ ہی سے کھائے،  
 شیر ہاتھ نہ آئی تو داغ لے لے کے چلے



■ اُن رے مگر یہ بڑھا جوشِ تعصب آخر،

بھینر میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

■ دیو کے بندوں سے ہم کو کیا غرض،

ہم ہیں عبدِ مصطفیٰ پھر تجھ کو کیا

■ وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عہد کے سید میں غار ہے،

کے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بارگاہِ رسالت کے گستاخوں کے سینے اپنی قلم کی ضرب کا دی سے ایسے پھلتی کئے کہ پردے گر وہ نے براہین و شواہد کے میدان سے مبہوت ہو کر راہ فرار اختیار کی۔ انتقام کی آگ سے دہکتے ہوئے شقاوت سے بھرے اُن کے دل حضرت رضا بریلوی کی عالمگیر شخصیت کو مجروح اور غیر معروف کر دینے کے لئے ہمہ وقت مستعد تھے۔ فنِ شاعری اور ادب کے اعتبار سے حضرت رضا کے کلام میں جو محاسن تھے اُن کو ارادہ پس پردہ رکھنے کی منظم مہم چلائی۔ حضرت رضا کے کلام کو دادِ تحسین دینے کے بجائے غلط پروپیگنڈے اور افواہیں پھیلا کر حضرت رضا کے کلام کو ہلکی اور گھٹیا سطح کا ٹھہرایا بلکہ حضرت رضا کو اردو ادب کے شعراء میں شمار کرنے سے بھی اعراض و احتراز کیا۔ لیکن حضرت رضا ایسے مخالف پروپیگنڈوں سے بے پرواہ تھے۔ خود فرماتے ہیں:-

■ نہ مرا نوشِ ز تحسین، نہ مرا نیشِ ز طعن،

نہ مرا گوشِ بے حس، نہ مرا ہوشِ زے،

منم و کجِ غموی کہ نہ کجہ در دے،

جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

یعنی:- ”میری تعریف کی جائے یہ مجھے خوشگوار نہیں اور مجھ پر کوئی طنز اور ملامت کرے تو مجھے اُس سے کوئی ڈنک نہیں لگتا۔ یعنی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ میں اپنی تعریف کی نہ تو پروا کرتا ہوں اور نہ اپنی بُرائی پر کان دھرتا ہوں۔ میں ہوں اور میرا تنہائی و کمنائی کا گوشہ



ہے۔ جس میں چند کتابیں، قلم و دوات اور میری اپنی ذات کے سوا کوئی نہیں۔  
مذکورہ بالا قطعہ امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی مکمل سوانح  
حیات کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت رضا نے دنیوی جاہ و جلال اور  
سامانی اقتدار حاصل کرنے کی مطلق پروا نہیں کی اور بقول خود:

■ اُن کا منگنا پاؤں سے ٹھکرا دے وہ دنیا کا تاج،

جس کی خاطر سر گئے منعم رگڑ کر لہیاں

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ہمہ وقت تجدید و احیاء دین کی خاطر تصنیفی  
خدمت میں ایسے مصروف و منہمک رہے کہ آپ نے یہ جاننے کے لئے بھی وقت ضائع نہیں  
کیا کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے فریضے کی امانگی کے شرعے میں آپ کی تعریف و تحسین  
کی جارہی ہے یا تذلیل و تکذیب کی جارہی ہے۔ آپ کا صرف ایک ہی مشن تھا اور وہ تھا  
عشق رسول کا پیغام عالمی پیمانے پر عام کرنا۔ پھر چاہے وہ مشروط و نظم سے ہو، چاہے تقریر و تصنیف  
سے ہو۔ دیران، مرجھائے ہوئے اور اُٹھتے ہوئے دلوں کو عشق صادق کی آبخاری سے آپ  
نے عشق رسول کے شاداب اور میٹھے پھولوں سے اس طرح آبا فرمایا ہے کہ اس گلستان عشق  
پر ہمیشہ نو بہار ہی رہے گی اور خزاں کا منہ دیکھنا نہ پڑے گا۔ حضرت رضا نے قلوب مسلمین پر  
جو عشق کا دلولہ اور جذبہ نقش فرمایا ہے وہ کبھی مٹنے والا نہیں۔ ایک مومن کے لئے نبی کی محبت  
ہی جان ایمان و جان جان و جان جہان ہے، یہ سبق آپ نے عالم اسلام کو ازبر کرایا اور  
پیارے آقا و مولیٰ سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کی سچی تڑپ  
اور جذبہ پیدا کیا۔ ذیل میں درج حضرت رضا کے کچھ اشعار ہماری اس بابت کی پرزور تائید  
کرتے ہیں۔ ناظرین کرام ان اشعار سے یقیناً محظوظ ہوں گے۔

■ تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں۔

کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے نکلا تیرا

■ جان دے دو وعدہ دیدار پر،



نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

الروح فداك فزاد حرقاً يك شعله وكر برزن عسقا،

موراتن من دھن سب پھونک دیا یہ جان بھی پیارے جلا جانا

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا،

سر ہے وہ سر جو ترے قدموں پہ قربان گیا

دم نزع جاری ہو میری زباں پر،

محمد محمد خدائے محمد ﷺ

یہی عرض ہے خالق ارض و سما، وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ تیرا،

مجھے اُن کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے غلہ کو جس کی مفا کی قسم

دل کے ٹکڑے نذر حاضر لائے ہیں،

اے سگان کوچہ دلدار ہم

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا،

جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے،

ٹکڑوں سے تو یہاں کے پکے رُخ کدھر کریں

کروں تیرے نام پہ جانِ فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا،

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

لب پر آ جاتا ہے جب نام جناب، منہ میں کھل جاتا ہے شہد نایاب،

وجد میں ہو کے ہم اے جاں جناب اپنے لب چوم لیا کرتے ہیں

خاک ہو جائیں در پاک پہ حسرت مٹ جائے،

یا الہی نہ پھرا بے سر و ساماں ہم کو

ایسا غما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں،



ڈھونڈھا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو  
 دل کو ان سے خدا جدا نہ کرے + بے کسی لوٹ لے خدا نہ کرے  
 حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا،  
 ارے سر کا موقع ہے او جانے والے  
 جیتے کیا دیکھ کے ہیں اے حورو! + طیبہ سے خلد میں آنے والے  
 عاصی! تمام لو دامن اُن کا + وہ نہیں ہاتھ جھٹکنے والے  
 لو وہ آیا برا حامی مرا غم خوار ام،  
 آگنی جان تن بے جاں میں یہ آنا کیا ہے  
 جلی جلی بو سے اُس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا،  
 کباب آہو میں بھی نہ پایا، مزہ جو دل کے کباب میں ہے  
 نصیب دوستاں گر اُن کے در پر موت آئی ہے،  
 خدا یوں ہی کرے پھر تو ہمیشہ زندگانی ہے  
 اے عشق ترے صدقے چلنے سے چھٹے سے،  
 جو آگ بجھا دے گی، وہ آگ لگائی ہے  
 اُن کے در پر جیسے ہوٹ جائے + ناتوانو! کچھ تو ہمت کیجئے  
 غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل،  
 ”یا رسول اللہ“ کی کثرت کیجئے  
 نور اللہ کیا ہے؟ محبت حبیب کی،  
 جس دل میں یہ نہ ہو وہ جگہ خوک و خر کی ہے  
 زندہ رہیں تو حاضری بارگہ نصیب،  
 مرجائیں تو حیات ابد عیش گھر کی ہے  
 نزع میں لوٹے گا خاک در پہ شیدا نور کا،



مر کے اوڑھے گی عروں جاں دوہکا نور کا  
 دہن میں زبان تمہارے لئے، بدن میں ہے جاں تمہارے لئے،  
 ہم آئے یہاں تمہارے لئے، اُنھیں بھی وہاں تمہارے لئے  
 وہی آنکھ اُن کا جو منہ تھے، وہی لب کہ محو ہوں نعت کے،  
 وہی دل جو اُن کے لئے جھکے، وہی سر جو اُن پہ تار ہے  
 بکبلو! مالک فردوس تمہارا گل ہے،  
 باغباں کس کا ہے، گل کس کا، گلستاں کس کا  
 ان کے نام کے صدقے جس سے چیتے ہم ہیں جلاتے یہ ہیں  
 ہجر موتی میں تڑپنے دے، قرار اچھا نہیں،  
 کیوں ہے اے تصویر دامگیر پشتِ آئینہ  
 ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے،  
 کسی ہو عشقِ نبی میں کبھی خدا نہ کرے  
 یہ دل کو بھایا گل زخمِ عشق کا لکھا،  
 ہزار پھولے چمن قصدِ انتہا نہ کرے  
 قبر میں آپ کو دیکھا تو رضا نے یہ کہا  
 دیکھئے آئے وہ مردوں کو جلانے والے  
 پروانہ کوئی جمع کا، بلبل کوئی گل کا،  
 اللہ ہے شاہد مرا جاں ہے تو تو ہے  
 جس کو اُس کے مکاں کا پتہ مل گیا،  
 بے نشان، بے نشان، بے نشان ہو گیا  
 بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں



کے لئے جو کچھ ہے وہ کچھ ہی جائے گا  
 رشتہ داروں کے لئے جو کچھ ہے وہ کچھ ہی جائے گا  
 تیرے لئے جو کچھ ہے وہ کچھ ہی جائے گا  
 اس لئے جو کچھ ہے وہ کچھ ہی جائے گا  
 عرضِ حلیم ہے اُس شاہ پر ایمان آجائے  
 تیری تعریف میں جتنا بوجھیں، تب تجھ کو شایاں ہے،  
 فقط اس باروا یہ ہے کہ یوں کہے خدا تو ہے  
 کیوں نہ گزیرے خیر سے دنیا حشر کا جب خواب سے،  
 ان کا منہ دیکھیں گے اچھ کر خفاں گئے دوست

کون ہے وہ جو نہ چاہے تم کو  
 قسمت اس کی ہے جسے تم چاہو  
 مذکورہ اشعار میں بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت کی  
 پر اضطراب کیفیت کو حضرت رضا بریلوی نے اپنے خونِ جگر سے دھوئے ہوئے پُر کیف  
 الفاظ میں نظم کرنا کر عشقِ صادق کے صحیح سوز و گداز کو حقیقت اور لطافت کے پھولوں کی مانند  
 دکھلایا ہے۔ حضرت رضا بریلوی ایسے عاشقِ جاں سوختہ تھے کہ اپنی پوری زندگی اپنے آقا  
 و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں بسر کرنے کے باوجود ان کی عقلی میں کوئی کمی نہ  
 ہوئی بلکہ عشق کا دلولہ روز افزوں تر رہتا رہتا ہوتا رہا اور اب مرنے کے بعد قبر میں اور قبر سے  
 اٹھ کر میدانِ محشر میں بھی اپنے آقا و مولیٰ کی تعریف و توصیف کرنے کی سعادت کے حصول  
 کی آرزو اور تمنا کرتے ہیں:-

لہ میں عشقِ زرخِ وہ کا داغ لے کے چلے  
 اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے  
 مباد وہ چلے کہ باغِ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہو پھلے



ہوا کے تلے، ٹٹا میں گھلے، رضا کی زباں، تمہارے لئے

حضرت رضا بریلوی کے عشق صادق نے حضرت رضا کو قلوبِ مؤمنین و عاشقین میں وہ بلند مقام عطا فرمایا کہ اُن کا کلام ہر عاشق سوختہ جان کے دل کا قرار بن چکا ہے۔ حضرت رضا کے نغمات سے گلستانِ عشق گونج اٹھے ہیں اور بلبلِ باغ جتناں کی ترنم ریزیاں بلند صدا میں کہہ رہی ہیں کہ:-

یہی کہتی ہے بلبلِ باغ جتناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں  
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخی طبعِ رضا کی قسم

## ■ ایک نظرِ ادھر بھی.....!!!

حضرت رضا بریلوی کے ساتھ متعصبین اور تنگ نظروں نے مسلکی اختلاف کی بنا پر فنِ وادب کے معاملے میں بھی نا انصافی اور بے اعتدالی کا رویہ اپنا کر حضرت رضا بریلوی کے نعتیہ کلام کو نا آشنا اور نا بود کرنے کی تمام کوششیں کر لیں لیکن حضرت رضا کے کلام کو بارگاہِ رسالت میں مقبولیت حاصل تھی لہذا ان کے کلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ محفلِ نعت و میلاد میں جب تک کلامِ رضا نہیں پڑھا جاتا، کمالِ لطف حاصل نہیں ہوتا۔ بالخصوص ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ تو ہر محفل کی جان بن چکا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کا نظم فرمودہ یہ سلام ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ ہر نعت گو شاعر جب تک کوئی سلام نہیں لکھتا، تب تک وہ اپنے مجموعہٴ نعت کو غیر مکمل ہی محسوس کرتا ہے۔ اردو نعتیہ کلام میں کئی نعت گو شعراء نے سلام لکھے ہیں لیکن حضرت رضا کے سلام کو جو شہرت حاصل ہوئی ہے وہ کسی کے سلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ دنیا کے گوشے گوشے میں حضرت رضا کا یہ سلام عشق کے دلوں کے ساتھ ٹھوم ٹھوم کر پڑھا جاتا ہے۔ یہ صرف سلام ہی نہیں بلکہ اس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے ایک ایک عضو کی عظمت و رفعت کا ذکر والہانہ طور پر کیا گیا ہے۔ ایک



مؤمن کے ایمان کی حیات و بقا اور ضیاءِ ہلا کے لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں جولانی اعتقاد ہیں، وہ تمام کے تمام حضور اقدس شہنشاہ کونین، جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عام صفات، خصائص کبریٰ، مدارج عالیہ، مراتب رفیعہ، درجات عظیمہ، اوصاف جمیلہ، حسن لطیفہ، مناسب بدیعہ، اعجاز قاهرہ، وقار مخصوصہ اور معجزات اعتلائیہ کے طور پر ایمان کے موتیوں کی لڑی کی شکل میں نظم بند کئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں پورا اسلام فن و ادب کی تمام صناعات کا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ ایک سوا کہتر (۱۷۱) اشعار پر مشتمل یہ سلام ہر مؤمن کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔ اس سلام نے اردو ادب اور فن شاعری کا سراونچا کر دیا ہے کیونکہ جس بحر میں یہ سلام نظم کیا گیا ہے اُس بحر سے غالباً اس سے قبل اردو شاعری نا آشنا تھی۔

حضرت رضا بریلوی نے ”لاکھوں سلام“ کے علاوہ ”کرؤڑوں درود“ والا جو قصیدہ مرتب فرمایا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اوراقِ سابقہ میں قصیدہٴ مرضیہ کے عنوان کے تحت اس قصیدہ کے تعلق سے مختصر گفتگو کی گئی ہے۔ حضرت رضا بریلوی نے حضور اقدس، مالک کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سیر معراج کے ذکر میں جس انداز سے طبع آزمائی فرمائی ہے اس کی نظیر اردو نعتیہ شاعری میں نہیں۔ ”تہذیب شادی اسرا“ کے نام سے حضرت رضا بریلوی کا منظوم معراج نامہ ۱۷۱ اشعار پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں حضرت رضا بریلوی نے شب معراج کے ہر کیف سماں کی عشق کی وارفتگی کے ساتھ جو منظر نگاری کی ہے اور فن و ادب کو تمام محاسن اور صناعات کے ساتھ جس خوش اسلوبی سے نکھارا ہے، اُسے دیکھ کر بڑے سے بڑا ادیب بھی متحیر ہے۔ انداز بیان اتنا دلکش ہے کہ معراج کا منظر نظروں کے سامنے ابھر آیا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ زبان کی طلاوت و لطافت کا یہ عالم ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قصیدہ کوثر و تسنیم میں ڈھلی ہوں زبان میں نظم کیا گیا ہے۔ حضرت رضا بریلوی کے اس قصیدہٴ معراج کو سن کر اردو کے نامور شاعروں اور ادیبوں نے اپنے سرِ ناز غم کئے ہیں۔

○ حضرت محسن کا کوری نے ایک قصیدہٴ معراج کے بیان میں نظم فرمایا تھا۔ اُن کا اہناوہ



رقعیدہ بنانے کے لئے حضرت رضا بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن انہوں نے حضرت رضا بریلوی کا قعیدہ معراج کا مستلزم کیا تو اپنا قعیدہ جیب میں رکھ لیا اور عرض کیا کہ یہ قعیدہ مننے کے بعد اب میں اپنا قعیدہ نہیں بنا سکتا۔  
 حضور محدث اعظم ہند، سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ لکھنؤ کے اسیوں کی محفل میں حضرت رضا کا قعیدہ معراج سنا تو اس کے کیف و سرور میں تمام حاضرین جھولنے لگے اور تمام نے یک زبان اعتراف کیا کہ اس کی زبان کوثر میں ڈھلی ہوئی ہے۔

المختصر حضرت رضا بریلوی نے شاعری کی تمام اصناف کو ایک فنِ محسن اور روحانی بخشی ہے۔ اردو کا کوئی بھی نعت گو شاعر معلوماتِ دینیہ کی وسعت، شریعتِ مطہرہ کے اسرار و رموز کی اطلاع، کتاب و سنت کے علوم و نکات کی شناسائی، اور فضل و کمال کے لوازمات و کدورت میں حضرت رضا کے مقابلے میں محفلِ کتب کی بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ نعت گوئی کی راہ میں پاس شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حرم و احتیاط کی باکمال شان دکھاتے ہوئے اور ہوش و جوش کا توازن برقرار رکھتے ہوئے حضرت رضا بریلوی نے فنِ وادب کے جو نادر نمونے اور تحفے اردو شاعری کو عطا فرما کر اردو شاعری پر جو احسان کیے ہیں، رہتی دنیا تک دیکھائے اردو ادب آپ کی مرہونِ منت رہے گی۔

حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان جیسے بلند مقام نعت گو کی شاعری پر خامہ آرائی کرنا اور آپ کے کلام کے محاسن کو احاطہ تحریر میں لانا مجھ جیسے اردو زبان کے ابجد خواں کے لئے جس کو اپنی بے ماسگی اور بے بضاعتی کا پورا احساس و اعتراف ہے، کچھ لکھنا استطاعت و ہذا طے خارج ہے۔ راقم الحروف کا یہ مضمون حضرت رضا بریلوی کی شاعری پر حرفِ آخر نہیں بلکہ حرفِ اوّل ہے اور اہل علم و ادب کو دعوتِ فکر و ترغیب ہے کہ حضرت رضا بریلوی کے کلام کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کر کے عشقِ وادب کے بیش بہا موتیوں کو ڈھونڈھ نکالیں اور ان موتیوں کو صلیقہ قرطاس میں جڑ دیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اہل علم و ادب اگر منظرِ عینق



ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم  
جس سے آگے ہو، سکتے شہا دیئے ہیں  
اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوبِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس بچے عاشق کے دل  
میں عشقِ رسول کا جو سمندر جوشِ زن تھا اس کی کچھ لہریں ہم کو بھی عطا فرمائے۔  
آمین



1997




W. L. G.

والتحقيق في هذه المسألة هو الذي يجب أن نعمل عليه

[illegible][illegible]